حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کی مشہور زمانہ تصنیف کیمیائے سعادت کے مختلف ابواب میں
بکھری ہوئی حکمت و مصلحت اور پند و نصائح سے لبریز حکایات اور اُن سے
حاصل ہونے والے نتائج پر مشتمل کتاب بنام

استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی

حسب فرمائش

داعیٔ اسلام
حضرت علامہ حافظ سراج احمد مصباحی
خطیب و امام مدینہ مسجد کیرلٹن ٹیکساس، امریکہ

Published by-
WASTI FOUNDATION
Darul Uloom Madinatul Arabia
Dostpur, Distt. Sultanpur (U.P.)

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کی مشہور زمانہ تصنیف کیمیائے سعادت کے
مختلف ابواب میں بکھری ہوئی حکمت و مصلحت اور پند و نصائح سے لبریز حکایات
اور ان سے حاصل ہونے والے نتائج پر مشتمل کتاب بنام

از

مولانا محب احمد قادری علیمی
استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی، یوپی
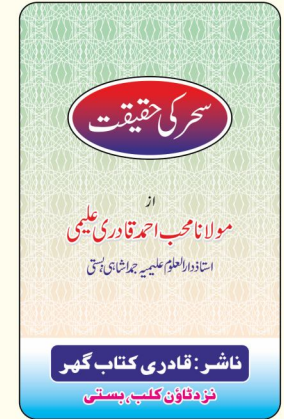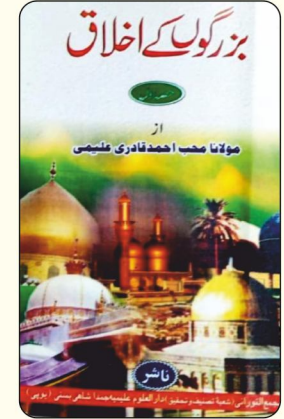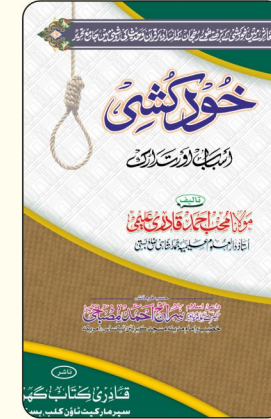
ناشر
واسطی فاؤنڈیشن (شعبۂ تصنیف واشاعت) دارالعلوم مدینۃ العربیہ
دوست پور، سلطان پور

نام کتاب : عرفانی حکایات

مرتب : مولانا محب احمد قادری علیمی
استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

نظر ثانی : حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی

کمپوزنگ : مولانا افتخار احمد خان علیمی نظامی/مولانا غلام غوث علیمی

سن اشاعت : ۱۴۴۴ھ/ ۲۰۲۳ء

ناشر : واسطی فاؤنڈیشن (شعبۂ تصنیف واشاعت)
دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور، یوپی

صفحات :

طباعت بہ اہتمام: خان پرنٹرس، کوتوالی روڈ، بستی

رابطہ نمبر : 9838156792, 7985550441

فہرست کتاب

حجۃ الاسلام ابو حامد محمد غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام جنھوں نے حدیث، تفسیر، فقہ، کلام، اصول کلام، اخلاق، تصوف واحسان، فلسفہ، مناظرہ اور دیگر علوم وفنون میں سو سے زائد کتابیں تصنیف فرما کر امت مسلمہ اور ارباب علم وفضل پر احسان عظیم فرمایا۔

اور

ان تمام عارفان حق اور بزرگان دین متین کے نام جن کے پاکیزہ اخلاق وعادات اور سچے واقعات وحکایات گم گشتگان راہ کو زیور ہدایت سے آراستہ بھی کرتے ہیں اور ایمان والوں کے ایمان کو جلا بھی بخشتے ہیں۔

خاک پائے اولیا
محب احمد قادری علیمی

تہدیہ

جملہ اساتذۂ کرام اور والدین کریمین کی بارگاہوں میں جن کی تعلیم وتربیت، شفقت وعنایت اور پرورش وپرداخت نے مجھ جیسے بے بضاعت کو اس لائق بنایا۔

گر قبول افتدز ہے عز وشرف

:

:

:

نیاز مند

محب احمد قادری علیمی

عرض حال

کئی سال پہلے اپنے گاؤں کی سنی گلشن نوری مسجد میں جمعہ کی تقریر کی تیاری کے لیے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق فارسی تصنیف ''کیمیائے سعادت'' کا اردو ترجمہ سنہری عبادت (مترجم مولانا محمد منشا تابش قصوری) کا مطالعہ کررہا تھا دوران مطالعہ مختلف ابواب کے مضامین کے ساتھ موضوع کی مناسبت سے بیان کی گئی حکایتیں بھی نظر سے گزریں جو دل کو چھو گئیں سوچا اگر ان حکایتوں کو یکجا کرکے ان سے حاصل ہونے والے نتائج کو اختصار کے ساتھ بیان کرکے کتابی شکل دے دی جائے تو عوام وخواص سب کے لیے اس سے استفادہ میں آسانی ہو جائے گی۔ چناں چہ اس نیت سے جب کتاب کو پڑھنا شروع کیا تو بہت ساری حکایتیں ایسی ملیں جن پر عنوان نہیں لگا تھا نیز کتابت کی غلطیاں بھی کثرت سے در آئی تھیں حتی الامکان غلطیوں کی اصلاح اور بغیر عنوان کی حکایتوں پر جاذب سرخیاں لگا کر اسے ''عرفانی حکایات'' کا نام دے دیا۔

کتاب تیار ہونے کے بعد اپنے انتہائی کرم فرما اور مخلص استاذ نمونۂ اسلاف مشہور ادیب حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ کی خدمت میں اصلاح کے لیے عریضہ پیش کیا تو حضرت نے مصروفیات کے باوجود نہ صرف ایک ایک لفظ پڑھ کر اصلاح فرمائی بلکہ کتاب کے مضامین کو قارئین کے ذہن سے قریب کرنے کے لیے ایک جامع تقریب تحریر فرما کر ہمیشہ کی طرح اس بار بھی میری حوصلہ افزائی فرمائی، حضرت کے اس الطاف کریمانہ پر ان کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کے بڑے ہی خلیق وملنسار، لائق وفائق اور مشفق استاذ، ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ سے تقدیم کے لیے گزارش کی تو حضرت نے اپنا قیمتی وقت نکال کر ایک مبسوط معلوماتی مقدمہ تحریر فرما کر کتاب کی وقعت واہمیت میں چار چاند لگا دیا، میں حضرت کی اس کرم فرمائی پر سراپا ممنون ہوں۔

ہمیشہ کی طرح کتاب کی طباعت کے اخراجات کا بوجھ برداشت کرنے کے لیے برادر مکرم داعی اسلام حضرت علامہ حافظ سراج احمد مصباحی اطال اللہ عمرہ خطیب وامام مدینہ مسجد کیرلٹن، ٹیکساس، امریکہ نے صرف ایک زبان پر بطیب خاطر حامی بھر لی، اللہ تبارک وتعالیٰ موصوف کی طرح سب کو علم دوست، اصاغر نواز اور خیر خواہی کے جذبے سے لبریز دردمند انسان بنائے، میں اپنے اس عظیم مخلص کے جذبۂ اخلاص کو سلام بھی پیش کرتا ہوں اور رب العالمین کی بارگاہ میں دعا بھی کرتا ہوں کہ پروردگار انھیں ہر طرح کی زمینی وآسمانی آفات وبلیات سے محفوظ ومامون فرما کر صحت وتندرستی کے ساتھ تادیر ان سے اسی طرح سے دینی خدمات لیتا رہے۔

احباب میں داماد خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد ابو الوفا رضوی استاذ دار العلوم حق الاسلام لال گنج بازار، بستی، خصوصی شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے عدیم الفرصتی کے باوجود کتاب پر اپنا منظوم تاثر عنایت فرمایا جس سے کتاب کی معنویت مزید دوبالا ہوگئی۔ **اللّٰھم زد فزد**

حضرت مولانا افتخار احمد علیمی، حضرت مولانا غلام سید علی علیمی علیگ، حضرت مولانا غلام غوث علیمی کا شکریہ ادا نہ کرنا بڑی ناانصافی ہوگی، جن کے مشورے اور محنتوں سے کتاب کی طباعت کا راستہ آسان ہو سکا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام محسنین ومخلصین کو اپنی بارگاہ سے بے پناہ اجر ومرحمت فرمائے اور میری اس کاوش کو میرے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

محب احمد قادری علیمی

خادم دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

۱۲؍ شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ

مطابق ۵؍ مارچ ۲۰۲۳ء

تقریب

نمونۂ اسلاف، ادیب شہیر حضرت علامہ الحاج فروغ احمد اعظمی مصباحی
شیخ الحدیث دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور
سابق صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

اللہ تعالیٰ کا بے حساب شکر ہے کہ اس نے ہمیں، انسان اور مسلمان بنایا پھر تعلیم وتعلم اور دینی ماحول عطا فرما کر دین سیکھنے سکھانے، اس پر عمل کرنے کرانے اور دوسروں تک دین پہنچانے کی توفیق رفیق ارزاں فرمائی، دعا ہے کہ وہ ان سب کو قبول بھی فرمالے اور پھر توکل وایقان اور اپنی ذات وصفات کی دولت سے نواز کر اپنا قرب ووصال اور اپنی رضا بھی عطا فرمائے کہ یہی چیز جن وانس کی تخلیق کا مقصد ہے اور اللہ تعالیٰ کا مقصود ومطلوب بھی، ہمیں اس کے لیے رات ودن کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

آیت کریمہ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** کی تفسیر میں صوفیہ اور اہل عرفان نے عبادت سے عرفان مراد لیا ہے، ان کی تفسیر کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: کہ میں نے جن وانس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میرا عرفان حاصل کریں۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ بغیر علم وعرفان کے دین پر عمل ممکن نہیں ہے، گویا چند وسائط کے ساتھ علم وعرفان اللہ تعالیٰ تک قرب ورسائی اور اس کی خوشنودی کے حصول کے لیے موقوف علیہ اور لازم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہاں علم سے میری مراد "علم ظاہر" اور عرفان سے مراد "علم باطن" کا حصول ہے، بزرگوں کا طریقہ رہا ہے کہ انھیں پہلے علم ظاہر کی تحصیل کے لیے مکتب ودرس گاہ اور استاذ کے حوالے کیا گیا ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد پھر علم باطن کے حصول کی خاطر ان بزرگوں نے کسی کامل شیخ کی خانقاہ کا رخ کیا

ہے، اوران کی خدمت میں رہ کر ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ صفائے باطن اور تزکیۂ قلب کی نعمت حاصل کی ہے، اور مکتب کی کرامت کے بعد شیخ کامل کے فیضان نظر سے اتباع سنت وشریعت کے مجاہدے کر کے مولیٰ تک رسائی پائی اور اس کی خوشنودی کے لائق ہوئے۔

قرآن فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ [عنکبوت:۶۹]

ترجمہ: جن لوگوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا، ہم انھیں اپنے راستوں تک ضرور پہنچا دیتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب ووصال اور خوشنودی ورضا کے لیے حسن عمل اور ریاضت ومجاہدہ ضروری ہے۔ اور جو شخص ریاضت ومجاہدہ کرتا ہے، وہ ضرور مولیٰ کے قریب ہوجاتا ہے۔

فرائض وواجبات بندے کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے قریب کرتے ہیں، پھر نفل عبادات، فرائض وواجبات کی پابندی کے ساتھ نوافل کی کثرت قریب سے قریب تر کر کے بندے کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتے ہیں۔

اور جو بندہ جتنی زیادہ عبادت وریاضت کرتا ہے، وہ اتنا ہی زیادہ اللہ کا مقرب ومحبوب ہوتا ہے۔

ریاضت ومجاہدہ تو ایسی چیز ہے کہ اگر کافر بندہ بھی کرے تو ایمان نہ ہونے کے باوجود اس میں کچھ غیر معمولی تاثیر پیدا ہوجاتی ہے، کیا جوگی جے پال کا ریاضت وتپسیا کے ذریعہ ہوا میں اڑنا اس کی مثال نہیں بن سکتی۔

لیکن ریاضت ومجاہدہ اگر ایمان کے ساتھ ہو تو دو آتشہ بن جاتا ہے، اور انتہائی غیر معمولی تاثیر پیدا ہوجاتی ہے کہ مجاہدہ کرنے والے مومن بندے کی کھڑاؤں ہوا میں اڑنے لگتی ہے، اور تپسوی جوگی کو مار مار کر زمین پر لے آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عام سنت جاریہ یہ ہے کہ مجاہدے کے ذریعہ ہی وہ بندے کو مقرب ومحبوب بناتا ہے اور ولایت کے منصب پر فائز کرتا ہے۔ اور اس میں غیر معمولی تاثیرات وتصرفات پیدا فرما دیتا

ہے، جسے کرامت کہتے ہیں اور ایسا مومن بندہ ہزاروں کلومیٹر کی مسافت منٹوں سکنڈوں میں طے کر لیتا ہے، جسے طیّ ارض کی کرامت کہا جاتا ہے۔

بغیر مجاہدے کے کسی کا ولی ہوجانا ناممکن نہیں، مگر ایسا نادر ہے، کہ شرابی اور ڈاکو کو قطب بنا دیا گیا، لیکن عام طور سے ایسا نہیں ہوتا، عموماً تو حسنِ عمل، اور کثرتِ حسنِ عمل اور ریاضت ومجاہدے ہی سے مومن ولایت پاتا ہے۔ طاعت وعبادت اور اعمال حسنہ کے طفیل اور منہیات سے بچ کر ہی صفائے باطن حاصل ہوتا ہے اور بندۂ مومن کو گناہوں سے توبہ ورجوع کر کے ہی اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہوتا ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کے جلوے نظر آتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی معرفت وآشنائی ایک بہت بڑی باطنی نعمت اور روحانی دولت ہے، یہ دولت ونعمت پا کر بندہ ماسوا اللہ سے دور ہوجاتا ہے، اور اس کی یاد میں محو ومستغرق ہو کر فنا کا مقام حاصل کرتا ہے، پھر باقی باللہ بن جاتا ہے۔

اور اس کی نظر میں دنیا کی رعنائیاں، دنیا کی آرائش وآسائش اور دنیا کی مرغوب ولذیذ چیزیں بے معنیٰ اور ہیچ ہوجاتی ہیں۔

عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی
دو عالم سے بے گانہ کرتی ہے دل کو

مولیٰ تعالیٰ یہ دولت ہم سب کو عطا فرمائے۔ آمین!

گذشتہ قوموں کے حالات وواقعات اور بزرگوں کے قصص وحکایات بھی اصلاحِ حال اور دل کی دنیا میں خوش گوار وصالح روحانی انقلاب پیدا کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں، اسی لیے عقائد واحکام کے ساتھ قرآن مجید میں جگہ جگہ نصیحت آمیز اور عبرت انگیز واقعات کثرت سے بیان کیے گئے ہیں۔

بزرگان دین عام مسلمانوں کے لیے آئیڈیل اور نمونۂ عمل ہیں، ان کی زندگی ہمارے لیے لائق تقلید ہے، اور ان کے طریقوں پر چلنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، سورۂ فاتحہ کی آیت اهدنا الصراط المستقیم ایک دعا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومن بندوں کو تلقین کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ عرض کرے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا، پھر آگے صراط الذین انعمت علیهم ذکر کر کے بتایا گیا کہ اس سے مراد انعام والوں کا راستہ ہے اور انعام والے لوگ انبیائے کرام،

صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں، یہ وضاحت قرآن ہی میں ایک دوسری جگہ فرمائی گئی ہے۔

محب عزیز حضرت مولانا محب احمد قادری علیمی نے امام غزالی علیہ الرحمہ کی مشہور فارسی کتاب کیمیائے سعادت میں مذکور انبیا، صحابۂ کرام اور دیگر اسلاف کے واقعات وحکایات کو کتاب سے الگ کر کے جمع کر دیا ہے، اور حکایت سے اخذ نتیجہ بھی ساتھ میں ذکر کر دیا ہے۔ مقصد اصلاح وتبلیغ ہے کہ انھیں پڑھ کر دل ودماغ پر اچھا اثر قائم ہو اور برے بندے، صالح بنیں اور جو صالح ہیں، ان میں مزید صلاح وتقویٰ اور خوف خدا پیدا ہو اور بندہ عقائد واعمال کے رذائل سے دل کو پاک کر کے اپنے دل کو خدائی جلوہ گاہ بنائے، اور دنیا آخرت دونوں کو اچھی کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کرے۔

اللہ تعالیٰ کتاب کو قبول عام عطا فرمائے اور مرتب کو اس کی بہترین جزا دے اور مزید کاموں کی توفیق رفیق بھی۔

مخلص فروغ احمد اعظمی مصباحی

۱۰ر شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ

۳ر مارچ ۲۰۲۳ء شب جمعہ

نزیل آستانہ کچھوچھہ مقدسہ

جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین قادری مصباحی

استاذ دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

دنیائے اسلام کی وہ ممتاز ترین ہستیاں جنھیں ملت بیضاء کی تجدید واحیاء میں اپنے عظیم کارناموں کی بدولت عہد آفریں شخصیت ہونے کا تمغائے اعزاز نصیب ہوا اور جریدۂ عالم پر ثبت جن کے انمٹ نقوشِ حیات میں آج بھی امتِ مسلمہ کے لیے رشد وہدایت، کامیابی کامرانی اور فوز وفلاح کا گراں قدر اور وافر ذخیرہ موجود ہے۔ انہی مقتدر اور عظیم المرتبت ہستیوں میں حجۃ الاسلام ابوحامد محمد بن محمد بن محمد رحمہ اللہ العلی الامجد کا نام نامی اسم گرامی بھی شامل ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی ۴۵۰ھ میں خراسان کے ایک ضلع طوس کے تحت شمار کی جانے والی آبادی طابران میں ایک غریب اور ناخواندہ لیکن علم دوست صوفی مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے۔ کم عمری ہی میں والد کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ والد کی دلی آرزو تھی کہ ان کے دونوں لڑکے محمد اور احمد علم دین سے مزین ہوں۔ امام غزالی اپنے والد کے عالم دین بنانے کے خواب کو تعبیر آشنا کرنے میں پوری جد وجہد اور انہماک سے مصروف ہو گیے۔ اپنے وطن میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جرجان کا رخ کیا۔ اور امام ابونصر اسماعیلی کے زیر سایہ تحصیل علم میں لگ گیے۔ کچھ عرصہ کے بعد جرجان سے اپنے وطن واپسی پر رونما ہونے والے ایک حادثہ نے امام غزالی کی طالب علمانہ زندگی میں ایک نیا ولولہ اور جوش پیدا کر دیا۔ ہوا یہ کہ راستہ میں ڈاکووں نے حملہ کر کے آپ کا اور آپ کے قافلہ کا سارا مال ومتاع لوٹ لیا اسی لوٹے گیے مال ومتاع میں امام صاحب کی قلمی یادداشتوں کا وہ گراں بہا

سرمایہ بھی تھا جوان کے استاذ ابونصر نے املا کرایا تھا، امام صاحب نے ڈاکوؤں کے سردار کے پاس جا کر بڑی عاجزی سے کہا: میرے چھینے گیے سامانوں میں سے صرف میرے وہ کاغذات واپس کردو جو تمھارے لیے کسی کام کے نہیں لیکن میرے عہد طالب علمی کی جد وجہد کا ثمرہ ہیں۔ سردار نے وہ کاغذات یہ کہتے ہوئے واپس کیے کہ جب تمھارا تمام تر انحصار ان کاغذات پر ہی ہے تو تم نے کیا خاک سیکھا ہے؟ اس کے اس طعن آمیز فقرہ نے امام صاحب کے دل ودماغ پر بڑا گہرا اثر مرتب کیا اور پھر گھر پہونچ کر مختصر مدت میں ان تمام یادداشتوں کو لوحِ ذہن پر نقش کرلیا۔

اس کے بعد آپ نے اس وقت میں دنیائے اسلام کی شہرۂ آفاق درس گاہ مدرسہ نظامیہ نیشا پور کا رخ کیا جس کے منصبِ صدارت پر اس عہد کے ممتاز ترین مدرس ضیاء الدین عبد الملک معروف بہ امام الحرمین جوینی رونق افروز تھے جن کی مقبولیت وعظمت کا آفتاب خط نصف النہار پر تھا۔ امام الحرمین کے حلقۂ درس میں شامل ہونے کے بعد امام صاحب کی طباعی اور ذہانت کے جوہر آشکار ہونے لگے۔ اور انھوں نے اپنی جودت طبع اور محیر العقول صلاحیت کی بنا پر اپنے کثیر التعداد رفقائے درس اور معاصرین واقران میں ایسا خصوصی امتیاز حاصل کیا کہ وہ امام الحرمین کے پڑھائے ہوئے اسباق کے معید (نائب) کے منصب پر فائز ہوگیے اور تصنیف وتالیف کا شغل جاری کردیا جس سے آپ کو زمانۂ طالب علمی ہی میں بڑی شہرت اور ناموری حاصل ہوگئی۔ خود آپ کے استاذ امام الحرمین آپ کے تبحر علمی کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ غزالی علم کا دریائے ذخار ہے۔

۴۷۸ھ میں امام الحرمین کے انتقال کے بعد امام غزالی علیہ الرحمہ نے نظام الملک کے دربار کا رخ کیا اور اس کے دربار میں جمع افاضل علمائے زمانہ پر علمی بحث وتکرار میں اپنی برتری اور تفوق کا سکہ بٹھا دیا جس کی وجہ سے اس عہد کے تمام علماء آپ کے مداح اور فضل وکمال کے معترف ہوگیے۔ نظام الملک نے آپ کے غایت درجہ فضل وکمال کو دیکھتے ہوئے اس وقت کی شہرۂ آفاق اور سب سے بڑی مرکزی درس گاہ جامعہ نظامیہ بغداد کے منصب صدارت کی پیش کش کی اور پھر محض چونتیس (۳۴) سال کی عمر میں آپ نے اس مدرسہ نظامیہ بغداد کے مسند صدارت کو زینت بخشی جس مدرسہ میں تدریس کے لیے بڑے بڑے ارباب فضل وکمال پوری زندگی آرزو کرتے رہے اور یہ حسرت اپنے

دل میں لیے اس دنیا کو خیر باد کہہ دیا۔ اتنی مختصر عمر میں مدرسہ نظامیہ بغداد کی صدارت امام صاحب کا ایسا اعزاز وامتیاز ہے جو ان کے سوا کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوسکا۔

امام صاحب جس اعزاز وامتیاز اور جاہ وحشمت کے حامل تھے اس کا طبعی تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اپنی زندگی اسی شوکت واقتدار کی دلآویز لذتوں سے سرشار ہوکر بڑے کروفر سے گزار دیتے۔ لیکن جب وہ احتساب نفس کرتے تو انھیں صاف محسوس ہوتا کہ تعلیم، دین اور مذہب کے نام پر حاصل اس آن بان شان کے پسِ پشت حبِ جاہ اور ریا اور نمائش کا نامحمود جذبہ کارفرما ہے۔ اس لیے انھوں نے سچے ایمان ویقین اور اخلاص واحسان عمل کے حصول کے لیے مختلف مکاتب فکر کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کرنا شروع کیا جس سے ان پر روز روشن کی طرح یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ اس گوہر مقصود کا حصول موجودہ جاہ ومنصب اور دنیاوی لذتوں سے کنارہ کشی اور ریاضت ومجاہدہ کی پرمشقت وادیوں کی خاک چھانے بغیر بہت مشکل ہے اور پھر دنیا کی نگاہوں نے وہ حیرت انگیز منظر بھی دیکھا کہ امام صاحب اقلیم درس کی مسند شاہی اور تمام دنیاوی تعلقات سے دست بردار ہوکر ایک دلق پوش بن کر بغداد سے نکل پڑے اور ایک طویل مدت تک دمشق اور شام کے مقامات مقدسہ اور خاصان خدا کے قرب خاص میں ریاضت ومجاہدہ میں مصروف رہے اور پھر حرمین طیبین کا سفر کرکے حج وزیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور گیارہ سال کے طویل مجاہدہ، ریاضت اور صحرا نوردی کے بعد ایک زاہد وصوفی بن کر وطن واپس ہوئے، وطن واپس ہونے کے بعد احباب کے بے حد اصرار اور مصاحب صوفیاء کے مشورہ پر کچھ عرصہ کے لیے جامعہ نظامیہ نیشا پور کی تدریس قبول فرمائی لیکن مہتمم مدرسہ فخر الملک کے قتل کے بعد محض چند مہینوں کے بعد عہدۂ تدریس سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور اپنے گھر کے پاس ایک مدرسہ اور خانقاہ کی بنیاد ڈال کر آخیر عمر تک اسی میں ظاہری اور باطنی علوم کی تلقین اور خلق خدا کو نفع رسانی میں مصروف رہے۔ اس دوران آپ کی خدمت میں دوبارہ جامعہ نظامیہ بغداد میں درس کی عاجزانہ پیش کش ہوئی اور خط بھی بھیجا گیا جس کا حاصل یہ تھا کہ اگرچہ آپ جہاں تشریف رکھیں گے آپ کے دم قدم سے وہ جگہ ایک عظیم الشان درس گاہ بن جائے گی، لیکن جس طرح آپ مقتدائے روزگار ہیں آپ کا قیام ایسے شہر میں ہونا چاہیے جو تمام عالم کا مرکز اور قبلہ گاہ ہوتا کہ تشنگان علوم آسانی

کے ساتھ وہاں پہونچ سکیں اور ایسا مقام صرف دارالسلام بغداد ہے۔لیکن امام صاحب نے متعدد عذر بیان کر کے اس بیش قیمت اعزاز کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

امام صاحب نے ایک نرالی شان کے ساتھ اس دار فانی کو الوداع کہا۔ ۱۴ر جمادی الآخرہ ۵۰۵ھ دوشنبہ کے دن بستر خواب سے اٹھ کر وضو کیے، نماز فجر ادا کی، کفن منگوایا اور آنکھوں سے لگا کر کہا آقا کا حکم سر آنکھوں پر، یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیے۔لوگوں نے دیکھا تو روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔تغمدہ اللہ تعالیٰ برحمتہ الواسعتہ واسکنہ فی جناتہ الفسیحتہ۔

یوں تو امام غزالی علیہ الرحمہ نے متعدد علوم وفنون میں ایک گراں بہا ذخیرہ چھوڑا ہے جن کی فہرست اتنی طویل ہے کہ آپ کے سوانح نگاران کو حروف تہجی کی ترتیب پر بیان کرتے ہیں جن میں بعض تصانیف دقیق علوم ومضامین پر مشتمل ہونے کے ساتھ کئی کئی ضخیم جلدوں میں ہیں، اور جن میں بیشتر کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ بسیط، وسیط، وجیز اور وسائل کو فقہ شافعی میں ارکان اربعہ ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔وجیز کی ستر سے زائد شرحیں لکھی گئیں۔یوں ہی سات جلدوں پر مشتمل ''البدر المنیر'' کے شروح وحواشی اور خلاصوں کی طرف اکابر علماء وفضلاء نے توجہ فرمائی ہے۔فن تفسیر میں آپ کی ایک تصنیف ''یاقوت التاویل'' کے نام سے چالیس جلدوں میں ہے۔ان کے علاوہ تہافت الفلاسفہ، القسطاس المستقیم، الاقتصاد فی الاعتقاد، معیار العلم، محک النظر، منہاج العابدین، مقاصد الفلاسفہ، المنقذ من الضلال، المستصفیٰ وغیرہ تقریباً اسی کتابیں آپ کے زرنگار خامہ سے وجود میں آئیں۔عبدالرحمٰن بدوی نے ''مؤلفات الغزالی'' میں امام صاحب کی پانچ سو تصانیف کا تذکرہ کیا ہے۔لیکن آپ کی ان تمام تصنیفات میں جس تصنیف منیف کو امت مسلمہ بلکہ دیگر اقوام وملل میں غیر معمولی پذیرائی اور قبولیت عامہ نصیب ہوئی وہ آپ کی لاجواب اور شہرۂ آفاق کتاب ''احیاء علوم الدین'' ہے۔اس کتاب کی غیر معمولی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ امام صاحب نے یہ کتاب اپنی عمر عزیز کے ان گیارہ سالوں میں تصنیف کی ہے جن میں آپ کو دنیاوی تعلقات سے کنارہ کشی اور اماکن مقدسہ نیز خاصان خدا کے قرب خاص میں مجاہدات وریاضات شاقہ میں مشغولیت کے باعث صفائے قلب اور سراپا اخلاص کی دولت میسر تھی۔

احیاء العلوم حکمت اور پند وموعظت کا حسین سنگم ہے۔یعنی یہ کتاب پند وموعظت کا گراں بہا سرمایہ ہونے کے ساتھ حکیمانہ اسرار ومعارف کا بے کراں خزانہ بھی ہے۔طرز بیان نہایت سہل، سادہ اور حد درجہ اثر انگیز ہے۔یہی وجہ ہے کہ حکیمانہ طبیعت اور ذوق کے حامل افراد ہوں یا طبقہ عوام الناس سب اس کتاب سے یکساں لطف اندوز اور فیضیاب ہوتے ہیں۔

اس کتاب کی ایک عدیم النظیر خوبی یہ ہے کہ یہ کتاب مختلف طبیعت اور مذاق رکھنے والے افراد واشخاص کو ان کے ذوق کے مطابق بلند اخلاق وکردار سے مزین کرنے میں یکساں موثر کردار ادا کرتی ہے۔چناں چہ زہد اور ترک دنیا کی طرف میلان رکھنے والے افراد واشخاص ہوں یا معاشرتی زندگی کو پسند کرنے والے لوگ اس کتاب میں دونوں ہی طبقوں کے افراد کے ذوق کی تسکین کا سامان موجود ہے اور یہ کتاب دونوں قسم کے لوگوں کو اعلیٰ اخلاق وکردار کا حامل انسان بنانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

امام صاحب نے فلسفۂ اخلاق کے بیان میں اگرچہ یونانی فلسفۂ اخلاق سے بھی مدد لی ہے لیکن یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ اس باب میں آپ نے جو گراں قدر اضافے کیے ہیں ان کو یونانی فلسفۂ اخلاق اور آپ کے بیان کردہ فلسفۂ اخلاق دونوں میں وہی نسبت ہے جو ایک قطرۂ آب کو ایک موجزن دریا سے ہے۔

احیاء العلوم کے مرکزی عناوین درج ذیل ہیں:

علم، عقائد، نماز، زکاۃ، روزہ، حج، تلاوت، ذکر واوراد، آداب طعام، معاشرت، نکاح، طلاق، کسب معاش، حلال وحرام اور مشتبہات، گوشہ نشینی، آداب سفر، سماع ووجد، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، آداب معیشت، اخلاق نبوت، عجائبات قلب، ریاضت نفس، شہوت، نفس پر قابو پانے کی تدابیر، آفات زبان، غصہ، کینہ اور حسد کی مذمت، دنیا کی مذمت، جاہ ومنصب اور ریاکاری کی مذمت، توبہ، گناہ صغیرہ اور کبیرہ، صبر وشکر، خوف وامید، فقر وزہد اور توکل۔

پھر ان مرکزی عناوین کے تحت درجنوں ابواب، سیکڑوں فصلیں اور عبرت آموز واقعات ونصائح ہیں۔

کسی بھی مولف کی تالیف کی عظمت شان کا اندازہ اس کے معاصرین واقران کے بیانات بڑی

وقعت رکھتے ہیں۔احیاء العلوم کی جلالت شان کا اندازہ کرنے کے لیے اساطین امت اور اکابر ملت کے درج ذیل بیانات بہت اہم ہیں۔

مشہور محدث زین الدین عراقی کا قول ہے کہ احیاء العلوم اسلام کی اعلیٰ ترین تصنیفات سے ہے۔

عبدالغافر فارسی جو امام صاحب کے ہم عصر اور امام الحرمین کے شاگرد تھے ان کا بیان ہے کہ احیاء العلوم کے مثل اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

شیخ اکبر محی الدین بن عربی احیاء العلوم کو کعبہ کے سامنے بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

شیخ عبداللہ کو احیاء العلوم قریب قریب مکمل حفظ تھی، انھوں نے ۲۵ رمرتبہ اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور ختم کتاب پر فقراء اور طلبہ کی عام دعوت کا اہتمام فرماتے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ کے بعض ہم عصر یا بعد کے علماء کی طرف سے اگرچہ احیاء العلوم کی زبردست مخالفت بھی ہوئی۔اس کتاب کے پڑھنے پر پابندی عائد کی گئی۔بعض جگہوں پر اس کتاب کے نسخوں کے جلائے جانے کے واقعات منقول ہیں۔لیکن یہ کتاب ہمیشہ مقبولیت کے اوج کمال پر رہی اور اس کی پذیرائی میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑا۔اور اس کتاب کی تائید وحمایت میں ایسے علماء کھڑے ہوئے جنھوں نے اس پر وارد کیے جانے والے ایک ایک اعتراض کا تشفی بخش جواب دے کر اعتراض کرنے والوں کی زبانیں بند کردیں۔

صاحب الفیہ حافظ زین الدین عراقی علیہ الرحمہ جیسے بلند پایہ محدث نے اس کتاب میں مذکور احادیث وروایات کی تخریج کرکے ان کا درجۂ استناد واضح کیا۔

اس کتاب کی غیر معمولی مقبولیت اور پذیرائی کا ایک خوبصورت گوشہ یہ بھی ہے کہ متعدد زبانوں میں اس کتاب کے ترجمے ہوئے۔آسانی اور سہولت کے ساتھ اس کتاب کے مواد ومضامین کو ذہن نشین اور ازبر کرنے کے لیے اس کتاب کی تلخیص اور اختصار کی طرف توجہ دی گئی۔معروف محدث عبد الرحمٰن بن جوزی علیہ الرحمہ جو اس کتاب کے ناقدین میں شمار ہوتے ہیں اور انھوں نے اس کتاب کے اغلاط کو بیان کرنے کے لیے "**إعلام الأحياء باغلاط الإحياء**" کے نام سے ایک کتاب

لکھ ڈالی۔انھیں خود اس کتاب کے بیش قیمت مضامین کی وقعت اور امام صاحب کے اخلاص اور سوز دروں کا اعتراف ہے اور انھوں نے "منہاج القاصدین" کے نام سے "احیاء العلوم" کا اختصار لکھا ہے۔یہ الگ بات ہے کہ ان کی کتاب کو "احیاء العلوم" جیسی مقبولیت تو دور اس کا عشر عشیر بھی نصیب نہ ہوا۔

یوں ہی علامہ شمس الدین عجلونی نے "مختصر احیاء العلوم" کے نام سے اور امام سیوطی اور برادر امام غزالی کے علاوہ دیگر بعض اکابر علماء نے "لباب الاحیاء" کے نام سے اس کی تلخیص قلم بند کی ہے۔

"احیاء العلوم" کی تصنیف کے بعد احباب کی فرمائش پر خود امام صاحب نے بھی اس کی تلخیص وتسہیل کی طرف توجہ فرمائی تاکہ عوام اور طویل مباحث سے اکتانے والے خواص بھی زیادہ سے زیادہ استفادہ کرسکیں۔اور اس طرح اس عہد میں بہت زیادہ رائج زبان فارسی میں آپ کے سحر بیان اور سہل ممتنع کی خصوصیت رکھنے والے قلم سے ایک دوسری شاہکار تصنیف "کیمیائے سعادت" کے نام سے وجود میں آئی جو یقیناً اسم بامسمیٰ ہے اور جس سے نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ حق کی ہدایت نصیب ہوئی۔خود امام صاحب نے بھی "کیمیائے سعادت" کی وجہ تالیف کے بیان میں اس کتاب کے چار مرکزی عنوان (عبادات،معاملات،مہلکات اور منجیات) اور چالیس اصول کی فہرست ذکر کرنے کے بعد تحقیق وتدقیق اور تفصیلی بحثوں اور معلومات کے شائقین کو "احیاء العلوم" کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے۔تحریر فرماتے ہیں:

"کیمیائے سعادت کے ارکان واصول کی فہرست یہی ہے۔ہم اس میں مذکور چار عنوانات اور چالیس اصول کی صاف اور واضح انداز میں شرح کریں گے اور قلم کو مشکل عبارت اور باریک مضامین سے روک کر رکھیں گے تاکہ یہ کتاب عام فہم ہو۔اس لیے اگر کسی شخص کو تحقیق وتدقیق کی ضرورت ہو تو وہ دوسری عربی کتب کا مطالعہ کرے، جیسے احیاء العلوم، جواہر القرآن اور دوسری تصانیف۔اس کتاب سے عوام الناس کو سمجھانا مقصود ہے۔اسی بنا پر بعض لوگوں نے فرمائش کی تھی کہ یہ علم فارسی زبان میں لکھا جائے تاکہ آسانی سے مطلب ہماری سمجھ میں آجائے"۔[کیمیائے سعادت مترجم،ص:۳۷]

ذیل میں ہم احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت سے ایک ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے

اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ احیاء العلوم کی تفصیلات اور اصل مغز کو امام صاحب نے کتنی نفاست اور خوبصورتی کے ساتھ آسان لفظوں میں ”کیمیائے سعادت“ میں سمونے کی کوشش فرمائی ہے۔

احیاء العلوم میں وضو کے مکروہات کے عنوان کے تحت ہے:

”وضو کے مکروہات: (۱) تین مرتبہ سے زیادہ دھونا۔ (۲) پانی فضول بہانا۔

حدیث: حضور سردار دو عالم ﷺ نے تین مرتبہ سے زیادہ اعضاء نہیں دھوئے اور فرمایا کہ جس نے زیادہ مرتبہ دھوئے اس نے ظلم کیا اور برا کیا۔

حدیث: فرمایا کہ عن قریب اس میں سے ایک قوم ہوگی جو دعا اور وضو میں تجاوز کرے گی۔

انتباہ: طہارت میں پانی پر حریص ہونا اس کے علم میں غفلت کی کمی کی علامت ہے۔

فائدہ: حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جو وسواس کا آغاز ہوتا ہے تو طہارت کی وجہ سے۔

فائدہ: حضرت حسن کا قول ہے کہ ایک شیطان وضو کے اندر آدمی پر ہنستا ہے اس کو ولہان کہتے ہیں۔

(۳) ہاتھوں کا جھٹکنا کہ پانی دور ہو جائے۔ (۴) وضو کے اندر بولنا۔ (۵) منہ پر پانی کا طمانچہ مارنا۔

بعض نے پانی کو بدن پر سے خشک کرنا بھی مکروہ لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ پانی میزان عمل میں وزن کیا جائے گا۔ (احناف کے نزدیک خشک کرنا مکروہ نہیں ہے) اس لیے اعضاء کا خشک کرنا مکروہ ہے۔ یہ قول سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے چہرۂ مبارک کو اپنے کپڑے کے کنارے سے پونچھا تھا۔ اور حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک خشک کرنے کا کپڑا رہتا تھا۔ مگر اس روایت میں طعن کیا گیا ہے۔

(۶) تانبے کے برتن سے وضو کرنا اور اس پانی سے جو دھوپ میں گرم ہو گیا ہو اور اس کی کراہت طب کی رو سے ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تانبے کے برتنوں میں وضو کی کراہت مروی ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ حضرت شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کانسہ کے برتن میں پانی آیا تو انھوں نے اس سے وضو کرنے سے انکار کیا اور اس کا مکروہ

ہونا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا“۔ (احیاء العلوم مترجم، ج ۱ ص ۳۰۶، ۳۰۷)

کیمیائے سعادت میں ان تمام بیانات کا اختصار درج ذیل طریقے پر کیا گیا ہے:

”فصل: اے عزیز! جان کہ وضو میں چھ چیزیں مکروہ ہیں۔ دنیا کی باتیں کرنا۔ منہ پر زور سے ہاتھ مارنا۔ ہاتھ جھٹکنا۔ دھوپ کے جلے ہوئے پانی سے وضو کرنا۔ زیادہ پانی بہانا۔ تین تین مرتبہ سے زیادہ دھونا۔ لیکن اس نیت سے منہ پونچھنا کہ گرد نہ جمے یا اس نیت سے منہ نہ پونچھنا کہ عبادت کا اثر دیر تک رہے۔ یہ دونوں باتیں منقول ہیں اور دونوں کی اجازت ہے اور چوں کہ نیت یہ ہے تو دونوں صورتوں میں فضیلت ہے۔ مٹی کے برتن سے وضو کرنا آفتابہ کی نسبت بہتر ہے اور خاکساری کے قریب ہے“۔ (کیمیائے سعادت مترجم ص ۱۲۶)

حقیقت امر یہ ہے کہ احیاء العلوم کی طرح کیمیائے سعادت بھی اصلاح فکر واعتقاد، اصلاح کردار وعمل اور خلوص وصفائے نیت تینوں عظیم الشان مقاصد کے حصول میں بے حد مددگار اور رہنما ہے۔ یعنی یہ کتاب حدیث جبریل میں بیان کردہ ایمان، اسلام اور احسان کی دلنشیں اور بے نظیر تشریح وتوضیح کے علاوہ علوم ومعارف کا ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ اسی لیے شیخ ابو محمد کارزانی کا دعویٰ تھا کہ دنیا کے تمام علوم مٹا دیے جائیں تو میں احیاء العلوم کی مدد سے سب کو دوبارہ زندہ کر دوں گا۔

ضرورت ہے کہ بے شمار محاسن وخصائص کی جامع ایسی بے نظیر تصنیف کو بار بار پڑھا جائے اور اس کے برکات وانوار سے زیادہ سے زیادہ فیضیاب ہوا جائے۔ بے حد مبارک باد اور ستائش کے قابل ہیں فاضل ذی حشم ذوالمجد والکرم عزیز مکرم حضرت مولانا محب احمد صاحب زید مجدہ استاذ دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی جنھوں نے علوم ومعارف کے اس پر بہار گلشن (کیمیائے سعادت) کی سیر کر کے اپنے ذوق لطیف سے عبرت آموز واقعات وحکایات کا ایک حسین گلدستہ بنام ”عرفانی حکایات“ سجا کر قوم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ واقعات وحکایات کی افادیت اور اثر آفرینی ایک مسلم امر ہے۔ پھر اگر یہ بیان امام غزالی علیہ الرحمہ کے ناصحانہ اسلوب میں ہو تو اس کی افادیت اور اثر آفرینی مزید دوبالا ہو جاتی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ فاضل موصوف کی اس کوشش کو

علمی حلقوں اور عوام دونوں میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ ان کی خواہش کے احترام میں وفیات الاعیان، الاعلام، الغزالی وغیرہ کتابوں کی مدد سے یہ چند سطور لکھ کر میں نے بھی اپنا نام درج کرا لیا ہے۔ رب کریم قبول فرمائے اور عزیز موصوف کو ان کے اس عمل پر جزائے فراواں نصیب فرمائے۔ ان کا اقبال بلند فرمائے اور مزید قلمی نگارشات کی توفیق بخشے۔ آمین۔

محمد نظام الدین قادری

خادم درس و افتاء دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

۷ر شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ/ ۲۸ر فروری ۲۰۲۳ء

دنیا بوڑھی عورت کی شکل میں

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن دنیا کو ایک بوڑھی عورت کی شکل میں دکھایا جائے گا جو نہایت بدشکل اور بھیانک ہوگی، جو بھی اسے دیکھے گا پکار اٹھے گا اعوذ باللہ منک، تجھ سے خدا کی پناہ، تب اس سے پناہ طلب کرنے والوں کو بتایا جائے گا، اب کیوں گھبراتے ہو، کیوں ڈرتے ہو، یہ تو وہی تمہاری محبوب ہے، جس کے لیے تم ہلاکتوں میں پڑے رہے، تب وہ ایسے شرمسار اور نادم ہوں گے کہ ان کا دل خجالت و شرمندگی کی وجہ سے کہے گا، اس سے اچھا تو آگ میں جل جانا ہی ہے، تا کہ وہ اس شرم و ندامت کے عذاب سے رہائی پائیں۔ (کیمیائے سعادت اردو ص:۱۱۰)

نتیجہ: کسی شاعر نے سچ کہا ہے:ـ

ھی الدنیا تقول بمَلُأِ فیھا   حذار حذار من بطشی و فتکی

فلا یغررکم منی ابتسام   فقولی مضحک والفعل مبکی

دنیا اپنا منھ بھر کر کہتی ہے میری پکڑ اور گرفت سے بچو بچو!، کہ میرا مسکرانا تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے، کیوں کہ میری بات ہنسانے والی اور کام رلانے والا ہے۔

شہزادے کی عجیب دلہن

ایک بادشاہ نے اپنے شہزادے کی شادی کی، شہزادہ شب عروسی میں خوب شراب پی کر مستی کے عالم میں دلہن کو تلاش کرنے لگا چوں کہ اس کے ہوش و حواس اڑ چکے تھے اس لیے راستہ بھول کر گھر سے کہیں دور جا نکلا اور اسے ایک گھر میں چراغ جلتا دکھائی دیا اس نے سمجھا یہی دلہن کا مکان ہے اندر چلا گیا، کچھ لوگ سوئے دکھائی دیے، انہیں ہر ممکن جگانے کی کوشش کی، مگر وہ بیدار نہ ہوئے اس نے خیال کیا گہری نیند میں ہیں انہیں میں سے ایک کوئی چادر اوڑھے ہوئے پایا، دل نے پکارا یہی تمہاری دلہن ہے، اس لیے آگے بڑھا اور اس کی آغوش میں جا کر لیٹ گیا، چادر ہٹائی تو خوشبو نے دماغ کو معطر کر دیا، اس کو یقین ہو گیا، بس یہی دلہن ہے جس سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی ہیں، نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اس سے چپک گیا اور مباشرت کرنے لگا، اپنی زبان جب اس کے منھ میں ڈالی تو رطوبت نکل کر اس کے

منہ میں آپڑی، سمجھا کہ اظہار محبت کر رہی ہے اور گلاب چھڑک رہی ہے، جب اجالا ہوا اور ہوش وحواس بہ حال ہوئے تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ گھر کے بجائے آتش پرستوں کا مکان ہے جس میں وہ اپنے مُردے ڈال دیا کرتے ہیں، اور جنھیں وہ سوئے ہوئے آدمی سمجھ رہا تھا حقیقتاً وہ مُردے تھے اور جس کے ساتھ اس نے رات مباشرت میں گذاری وہ ایک بدصورت بوڑھی عورت تھی جو ابھی مری تھی، اور جو خوشبو آرہی تھی وہ کافور کی تھی عطر نہیں تھا جو عموماً لوگ مُردوں کو کفن اوڑھاتے وقت ملا کرتے ہیں اور جو رطوبت اس کے منہ سے نکلی وہ نجاست و پلیدی تھی۔

اب جب اس نے اپنی حالت دیکھی تو نجاست سے اپنے آپ کو تر پایا اور وہ منہ اور تالو میں نجاست کی تلخی محسوس کرنے لگا اور قے پر قے کرنے لگا، اب وہ چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اس ذلت، رسوائی، پلیدی اور شرمندگی سے نجات پانے کے لیے اپنے آپ کو ہلاک کرڈالے، کیوں کہ وہ ڈرتا تھا کہ اس کا باپ اور اس کے لشکر وسپاہ اسے ایسی گندی حالت میں دیکھ لیں گے، اسی اثنا میں بادشاہ اپنے عظیم الشان لشکر کے ساتھ تلاش کرتا ہوا وہاں پہونچ گیا اور اس کی گندی کیفیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا شہزادہ کی اس وقت ایک ہی خواہش تھی کہ کاش اسی وقت وہ زمین میں دھنس جائے اور شرمندگی کے عذاب سے نجات پائے۔ (ص:۱۱۱-۱۱۰)

نتیجہ: اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بعینہٖ کل حشر میں اہل دنیا، دنیا کی لذات وشہوات کو ایسی ہی صورت میں دیکھیں گے اور ابتلائے خواہشات نفسانیہ کے باعث ان کا اثر جوان کے دل پر قائم ہوگا وہ ویسے ہی تلخ تر اور بیزار کن پائیں گے جیسے شہزادے نے نجاستوں کے باعث منہ میں محسوس کیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ رسوا کن اور ذلیل ترین ہوگا۔

دو عورتوں کا روزہ

حدیث شریف میں ہے کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا اور انہیں اس قدر پیاس لگی کہ ان کی جان پہ بن آئی تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور روزہ توڑنے کی گزارش کی، نبی کریم ﷺ نے ایک

پیالہ ان کے پاس بھیجا اور فرمایا تم اس میں قے کرو۔

چناں چہ دونوں نے قے کردی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے حلق سے جمے ہوئے خون کے لوتھڑے نکلے دیکھنے والوں کو بڑا تعجب ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں عورتوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز سے روزہ توڑ رکھا مگر حرام کردہ چیزوں سے روزہ توڑ ڈالا یعنی غیبت اور چغلی میں مشغول ہونے کے باعث ان کا عمل ضائع اور باطل ہوگیا اور جو کچھ ان کے حلق سے برآمد ہوا وہ حقیقتاً ان لوگوں کا گوشت ہے جسے ان عورتوں نے کھایا یعنی ان کی غیبت کی۔ (ص:۱۸۴)

نتیجہ: آج کل غیبت اور چغلی ایک عام سی بات ہو کر رہ گئی ہے شاید باید ہی کوئی اس ہلاکت خیز بلا سے محفوظ ہوگا جب کہ قرآن وحدیث میں اس پر سخت وعیدیں موجود ہیں نیز اس حدیث پاک سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ رمضان المبارک میں جہاں، بہت سارے گناہوں سے بندہ بچنے کی کوشش کرتا ہے وہیں غیبت جیسے مذموم عمل سے بھی حتی الامکان بچنے کی کوشش کرے۔

سبز پوش فرشتے میدان عرفات میں

حضرت علی بن موفق جن کا شمار اولیائے کرام میں ہوتا ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک سال میں نے حج کیا عرفہ کی شب خواب میں سبز لباس میں دو فرشتوں کو آسمان سے اترتے دیکھا، ایک نے دوسرے سے کہا کیا تم جانتے ہو؟ اس سال کتنے حاجیوں نے حج کا فرض ادا کیا، دوسرے نے کہا نہیں پہلا پھر بولا اس سال چھ لاکھ حاجیوں نے حج کی سعادت حاصل کی ہے مگر کیا تم جانتے ہو کہ ان میں سے کتنے حاجیوں کا حج مقبول ہوا، دوسرے نے پھر کہا مجھے تو علم نہیں، پہلے فرشتے نے بتایا، ان میں سے صرف چھ لوگوں کا حج قبول ہوا ہے۔

حضرت امام علی بن موفق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ان لوگوں کی گفتگو کو سنتے ہی خوف کے مارے چونک پڑا اور دہشت کے مارے میرا برا حال تھا، پریشانی کے عالم میں میرے دل میں اسی بات نے جگہ پکڑ لی کہ میں تو کسی بھی صورت میں ان چھ خوش نصیبوں میں سے نہیں ہوسکتا، اسی شش وپنج اور غم والم میں مشعر الحرام پہونچا، مجھے پھر نیند نے آلیا اور وہیں سو گیا، کیا دیکھتا ہوں خواب میں پھر

وہی دونوں فرشتے گفتگو کرتے سنائی دیے اور ایک دوسرے سے سوال و جواب کرتے نظر آئے، ایک نے کہا آج رات اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کیا حکم ہوا ہے؟ دوسرے نے کہا مجھے کوئی پتہ نہیں، تو پہلا کہنے لگا، ان چھ خوش نصیب حاجیوں کے توسل سے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے بدلے ایک لاکھ حاجیوں کے حج کو قبولیت کا شرف عطا فرما کر انھیں مغفرت و بخشش سے نواز دیا ہے، یہ سنتے ہی خوشی و مسرت کے عالم میں بیدار ہوا اور اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر بجالایا۔ (ص: ۹۰-۱۸۹)

نتیجہ: نیک لوگوں کی نیکی صرف ان کی ذات تک محدود نہیں رہتی بلکہ دوسرے لوگ بھی اس سے مستفیض ہوتے ہیں اور کبھی کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ نیکوں کے طفیل بروں کو بھی نیک بنا دیتا ہے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے سچ کہا ہے ؎

صحبت صالح ترا صالح کند   صحبت طالح ترا طالح کند

نیک لوگوں کی صحبت تجھے نیک بنا دیتی ہے اور بروں کی صحبت تجھے برا بنا دیتی ہے، نیز اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حج میں حاجیوں کی تعداد چھ لاکھ سے کم نہیں ہوتی چناں چہ حدیث پاک میں ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر سال چھ لاکھ حجاج کرام حج و زیارت کے لیے مکہ مکرمہ آتے رہیں گے اگر کسی سال تعداد بہ ظاہر کم ہوئی تو اتنے فرشتے بھیج دئے جایا کریں گے۔

حضرت ابو سلیمان دارانی اور لبّیک

احمد بن حواری جو حضرت ابو سلیمان دارانی کے مرید ہیں بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ وقت احرام لبیک نہ کہا اور اس طرح ایک میل کی مسافت طے کر لی کہ اچانک بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آئی میرے کلیم! اپنی امت کے ظالموں کو حکم دو مجھے یاد نہ کیا کریں یہاں تک کہ اپنی زبانوں پر میرا نام تک نہ لائیں، اس لیے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں گو ظالم ہی کیوں نہ ہو، لیکن جب ظالم یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے یاد کرتا ہوں مگر لعنت بھیج کر۔

موصوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے جو مشتبہ مال کو اخراجات حج میں لائے اور پھر کہے **لبّیك اللّٰھم لبّیك** تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لالبّیك ولاسعدیك حتّٰی تردمافی یدیك** ہمیں تیری حاضری اور نیکی اس وقت تک پسند نہیں جب تک تو اپنے ہاتھ سے اس مشکوک و مشتبہ مال کو نہیں چھوڑے گا۔ (ص: ۲۰۰)

نتیجہ: حج اسلام کا اہم اور بنیادی رکن ہے جو ہر صاحب حیثیت و استطاعت پر فرض ہے حج کرنے والے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بڑے خوش نصیب بندے ہوتے ہیں لیکن حج کی ادائیگی میں آنے والے اخراجات پر خصوصی نگاہ رکھنی چاہیے جائز طریقے سے حاصل آمدنی کو ہی مصرف میں لائے تا کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے حج کو مردود قرار دے دے۔

قرآن پاک کی تلاوت اور حضرت ابوبکر صدیق

نبی کریم ﷺ کا ایک مرتبہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذر ہوا آپ نے دیکھا وہ نماز تہجد میں مصروف ہیں اور قرآن پاک کی تلاوت نہایت آہستگی سے فرما رہے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا صدیق! قرآن کریم آہستہ کیوں پڑھ رہے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس کو سنانا چاہتا ہوں وہ سن رہا ہے اس کے بعد حضور نے سیدنا عمر فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، وہ بلند آواز سے تلاوت قرآن میں مشغول ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تم بلند آواز سے کیوں تلاوت کر رہے ہو؟ عرض کیا! سونے والوں کو جگانے اور شیطان کو بھگانے کے لیے، حضور نے فرمایا تم دونوں نے ہی بہت اچھا کیا اس لیے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ''انّما الاعمال بالنّیّات'' تم دونوں کی نیت درست تھی اس لیے ہر دو کو ثواب ملے گا۔ (ص: ۲۰۶)

نتیجہ: اگر بلند آواز سے تلاوت قرآن کریم میں ریاکاری کا عمل دخل ہو یا نمازی کی توجہ ہٹ جانے کا احتمال ہو تو آہستہ پڑھا جائے کیوں کہ حدیث شریف میں آہستہ تلاوت کرنے کی زیادہ فضیلت آئی ہے جیسے اعلانیہ صدقہ وخیرات سے پوشیدہ طور پر صدقہ دینے میں زیادہ فضیلت ہے، ہاں اگر ان امور کا کوئی خدشہ وغیرہ نہیں تو بہ آواز بلند پڑھنے کی اجازت ہے اور نیت یہ ہو کہ سب آواز

بلند پڑھنے سے جو قریب میں سو رہے ہیں بیدار ہو جائیں گے نیز جو بیدار ہیں انہیں قرآن کریم سننے کا ثواب ملے گا نیز وہ خود بھی زیادہ آگاہی حاصل کرے گا اس کی ہمت بڑھے گی، فرحت وانبساط اور اطمینان وسکون پائے گا اگر اس قسم کی نیتیں ہوں تو ہر ایک نیت پر ثواب ملے گا۔ (ص:۲۰۵)

حضرت عامر بن عبد اللہ اور چھری

حضرت عامر بن عبداللہ ایک بار وسواس کے بارے میں شکوہ کر رہے تھے کہ مجھے نماز میں یک سوئی میسر نہیں آتی لوگوں نے کہا پھر تو دنیوی خیالات آتے ہوں گے؟ عامر بولے! اگر میرے سینے میں چُھری گھونپ دیں تو یہ آسان ترین امر ہے لیکن یہ قطعاً ممکن نہیں ہے کہ نماز میں دنیوی امور کا میرے دل ودماغ میں عمل دخل ہو۔

میرے دل میں ایسے وقت میں جو بات جاگزیں ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ قیامت کے دن میں اللہ جلّ وعلیٰ کے حضور کیسے کھڑا ہو سکوں گا؟ اور پھر واپسی کیسے ہوگی؟۔ (ص:۲۰۹)

نتیجہ: حضرت عامر بن عبداللہ نے اللہ کے حضور کھڑا ہونے کے تصور کو ہی ''وسوسہ'' خیال کر لیا، حقیقت میں ان کے نزدیک ''وسوسہ'' کی بنیاد اس امر پر تھی جو کلمات کہ نماز میں ادا کیے جاتے ہیں غور وفکر تو ان میں ہونی چاہیے نہ کہ دوسرے امور میں اگرچہ دینی ہی کیوں نہ ہوں۔

ایک بزرگ کا اللہ تعالیٰ سے قرآن سننا

ایک بزرگ کی حکایت بیان کرتے ہیں کہ وہ کہ رہے تھے جب میں قرآن کی تلاوت کرتا تو مجھے کبھی لذت حاصل نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ میں نے فرض کر لیا کہ میں نبی کریم ﷺ سے قرآن مجید سننے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اس تصور سے ہی مجھے تلاوت میں لذت محسوس ہونے لگی پھر میں نے فرض کر لیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے قرآن پاک سن رہا ہوں تو اس طرح لذت وحلاوت میں اضافہ ہونے لگا، اس کے بعد میں اس سے مزید آگے بڑھا اور فرض کر لیا کہ میں اس مقام تک پہونچ چکا ہوں جہاں سے میں براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہی اس کا کلام سن رہا ہوں اس تصور سے اب تلاوت قرآن کریم کے وقت مجھے وہ لذت وحلاوت نصیب ہوتی ہے جو اس سے قبل

نصیب نہیں تھی۔ (ص:۲۱۱)

نتیجہ: قرآن مقدس کی تلاوت کے وقت یہ خیال کرنا کہ یہ کلام اللہ ہے۔ یہ تصور بندے کو اللہ سے قریب کر دیتا ہے اور جب اللہ کا قرب حاصل ہو جائے تو تلاوت کی چاشنی ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

نماز فجر سے پہلے کا وظیفہ

بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا! تم کہاں پھر رہے ہو؟ وہ عرض گزار ہوا مجھے دنیا نے چھوڑ دیا ہے اور میں قلاش ہو چکا ہوں، مفلس بن گیا ہوں، نہایت محتاجی کے عالم میں ہوں آپ میری اس غربت ومحتاجی کا کچھ علاج فرمائیں، آپ نے فرمایا اے فلاں! کیا کہا؟ آخر تیری وہ نماز، صلوٰۃ، ملائکہ اور تسبیح کہاں گئی جس سے تم روزی حاصل کیا کرتے ہو؟ وہ عرض گزار ہوا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا چیز؟ فرمایا قبل از نماز فجر ''**سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ**'' ایک سو بار پڑھ لیا کر دنیا تیری خادم بن جائے گی اور مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر کلمہ سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اسی آدمی کی طرف سے تسبیح پڑھا کرتا ہے اور اس کا ثواب اس شخص کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا رہتا ہے۔ (ص:۲۱۶)

نتیجہ: نماز فجر سے پہلے اس وظیفہ کے عامل کو جہاں دنیوی منفعت حاصل ہوگی وہیں اس کے ذخیرۂ آخرت میں بھی اضافہ ہوگا۔

غریبوں کا صدقہ

مدینہ کے غریبوں نے ایک بار نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بہ حسرت کہا، یا رسول اللہ! ﷺ آخرت کا ثواب تو امرا سمیٹ لیں گے، اس لیے کہ جو عبادت ہم کرتے ہیں وہ بھی وہی کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ صدقہ وخیرات اس کے علاوہ کرتے ہیں جس کی ہمیں طاقت نہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم لوگ محتاجی کے باوجود تسبیح وتہلیل اور ذکر وتحمید میں مصروف رہتے ہو یہی تمہاری طرف سے صدقہ ہے اور احکام شرعیہ پر پابندی سے عمل پیرا رہنا بھی تمہاری طرف سے صدقہ وخیرات میں شمار ہوگا اور ہر وہ لقمہ جو تم محنت ومشقت سے حاصل کر کے اپنے بچوں کے منھ میں

ڈالتے ہو وہ بھی تمہارا صدقہ ہے۔(ص:۲۱۷)

نتیجہ: سبحان اللہ! نبی کریم ﷺ نے ہر موقع پر اپنی امت کے غریبوں اور مسکینوں کا خیال فرمایا ہے اور آپ ﷺ مال داروں سے زیادہ غریبوں اور محتاجوں کو عزیز رکھتے تھے، یہاں پر بھی ان کی تسکین خاطر کا سامان یوں فرماتے ہیں کہ "محتاجی کے باوجود تسبیح وتہلیل تمہاری طرف سے صدقہ ہے"۔

حرام مال کی وجہ سے دعا قبول نہ ہوئی

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، بنی اسرائیل ایک مرتبہ سخت ترین قحط سے دو چار ہوئے کئی بار بارش کی دعائیں کی گئیں لیکن قبول نہ ہوئیں، آخر اس وقت جو نبی علیہ السلام موجود تھے ان پر وحی نازل ہوئی کہ ان لوگوں کو کہو! دعا کے لیے تو تم باہر نکل کر میرے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہو جب کہ تم دل کو پلید اور پیٹ کو مال حرام سے بھرے ہوئے ہو، نیز تمہارے ہاتھ مظلوموں کے خون سے رنگے ہیں، تمہارا ایسی حالت میں باہر نکلنا میرے قہر وغضب میں مزید اضافہ کا باعث ہے، جاؤ مجھ سے دور ہو جاؤ۔(ص:۲۲۱)

نتیجہ: دعاؤں کی مقبولیت میں کسب معاش کے حلال ہونے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، آج ہماری دعائیں جو قبول نہیں ہوتیں اس کا سبب یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ہم نے حرام اور حلال کا فرق کھو دیا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا کمال تقویٰ

بیان کرتے ہیں کہ ایک بار چند لوگ آپس میں جھگڑ پڑے اور فیصلہ کے لیے حضرت زکریا علیہ السلام کی تلاش میں نکلے جب وہ لوگ آپ کے گھر پہونچے تو ان کی نظر ایک حسین وجمیل خاتون پر پڑ گئی، وہ حیران ہوئے کہ نبی کے گھر میں پیکر حسن وجمال عورت؟ آخر وہ تلاش کرتے کرتے آپ کی خدمت میں پہونچے تو دیکھا آپ مزدوری کر رہے ہیں جب یہ لوگ آپ کے پاس پہونچے اس وقت آپ کھانا تناول فرما رہے تھے، لوگوں نے اپنا معاملہ پیش کیا، آپ ان کی باتیں سنتے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ کھانا بھی کھاتے رہے مگر انہیں رسماً بھی کھانے کی دعوت نہ دی۔

جب وہاں سے اٹھے تو ننگے پاؤں ہی تشریف لائے وہ لوگ آپ کی ان تینوں باتوں پر تعجب

کرنے لگے ان سے نہ رہا گیا اور دریافت کرنے لگے تو آپ نے فرمایا۔

لوگو! وہ حسین وجمیل خاتون میری زوجہ ہے جو میرے دین کی محافظ ہے، کہ میری آنکھ کسی اور پر نہ پڑے اور دل کسی اور خاتون کی طرف مائل نہ ہو، اور کھانے کے لیے رسماً بھی میں نے تمہیں نہیں کہا کہ وہ کھانا مزدوری کی اجرت میں ملا تھا اور مجھے اس لیے دیا گیا کہ میں اسے کھا کر طاقت حاصل کروں اور کام کو اچھی طرح سرانجام دوں، اگر میں کھانا کم کھاتا تو ان کے کام میں کسر واقع ہونے کا خدشہ تھا، رہا معاملہ ننگے پاؤں وہاں سے باہر نکلنے کا تو اس کا سبب یہ ہے کہ اس زمین کے مالکان کا آپس میں نزاع ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس زمین کی مٹی میرے جوتے کے ساتھ لگ کر کسی دوسرے کی زمین میں جا پڑے۔(ص:۲۳۹)

نتیجہ: سبحان اللہ! اسے کہتے ہیں کمال احتیاط وتقویٰ کہ جوتے کے ساتھ لگنے والی مٹی میں بھی احتیاط کا یہ عالم ہے کہ کسی دوسری کی زمین میں نہ جا گرے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے جو اور نمک

بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے یہاں مہمان ہوا، آپ نے اس کے سامنے جو کی روٹی اور نمک رکھا، وہ آدمی کہتا ہے کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس کے ساتھ سقر (خاص قسم کی پتی) ہوتی تو وہ نمک سے عمدہ تھی۔

حضرت سلمان فارسی کے پاس کوئی چیز نہ تھی کہ اسے خرید سکیں چناں چہ اس کی دل دہی کے لیے "لوٹا" گروی رکھا اور اس کی خواہش کی تکمیل فرما دی، کھانا کھانے کے بعد اس شخص نے یوں دعا مانگی.... حمد ہے اس ذات اقدس کی جس نے اپنے رزق میں قناعت سے نوازا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو قناعت گزار ہوتا تو مجھے اپنا لوٹا گروی رکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی ہاں! اگر یہ سمجھے کہ میری فرمائش میزبان کے لیے دشواری کے بجائے شادمانی کا سبب ہوگی تو اپنی من پسند چیز طلب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔(ص:۲۴۰)

نتیجہ: مہمان کو میزبان پر حکم چلانے کا اختیار نہیں کہ زبردستی اپنی پسند کی چیزوں کی فرمائش کرے ہاں اگر فرمائش پوری کرنے پر میزبان قادر ہے اور اسے خوشی ہوتی ہے تو کوئی حرج نہیں۔

حضور نے ضیافت کے لیے اپنی زرہ گروی رکھ دی

نبی کریم ﷺ کے غلام ابورافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ نے مجھے ایک یہودی کے یہاں آٹا بہ طور ادھار لانے کا حکم فرمایا کہ اس سے کہیں کہ میرے یہاں مہمان آئے ہیں تم آٹا دے دو، ماہ رجب میں واپس کردوں گا، یہودی بولا کوئی چیز گروی رکھ دو اور آٹا لے لو، میں واپس آیا اور سارا ماجرا کہ سنایا، آپ ﷺ نے یہ سنتے ہی فرمایا واللہ! میں تو زمین و آسمان میں ''امین'' ہوں، کیا ہی اچھا ہوتا وہ یوں ہی دے دیتا تاہم تم میری زرہ لے جاؤ اور اس کے یہاں گروی رکھ کر آٹا لے آؤ!۔ (ص:۲۴۱)

نتیجہ: نبی کریم ﷺ کے اس عمل سے یہ معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی چیزیں بہ وقت ضرورت غیر مسلموں کے یہاں سے لی جاسکتی ہیں اور ان کا استعمال جائز ہے، ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوا کہ میزبان مہمان کی ضیافت کو بوجھ نہ سمجھے اور اس کی میزبانی کی حتی المقدور کوشش کرے۔

مہمانوں سے بچا ہوا کھانا اسراف نہیں ہے

بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ نے اپنے مہمانوں کے سامنے بہت زیادہ کھانے رکھ دیے، حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے خدا سے ڈرو! یہ تو کلّی طور پر اسراف (فضول خرچی) ہے۔

حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کھانے میں اسراف نہیں ہے کیوں کہ مہمانوں سے جو کھانا بچ رہے گا اس کا حساب نہیں ہوگا۔ (ص:۲۴۵)

نتیجہ: مہمانوں کی میزبانی دل کھول کر کرنی چاہیے ایسا نہ ہو کہ اپنے روزمرہ کے معمولات کی طرح کھانا دسترخوان پر لگائے، بلکہ حتی الوسع کھانے کے انواع و اقسام کا اہتمام کرے۔

حضرت جنید بغدادی کا میزبان کے دروازے پر بار بار آنا

بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نے حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی دعوت کی، جس کا اہتمام اس نوجوان کے والد نے کیا تھا، مگر باپ کو بیٹے نے خبر نہ کی کہ میں نے حضرت جنید بغدادی رضی

اللہ عنہ کو بھی مدعو کیا ہے چناں چہ جب حضرت جنید بغدادی میزبان کے دروازے پر پہونچے تو اس نوجوان کے باپ نے آپ کو دروازے پر روکا، اندر نہ جانے دیا، آپ واپس چلے آئے، لڑکے نے دوبارہ طلب کیا تو پھر آپ تشریف لائے مگر دروازے پر پھر روکے گئے آپ پھر واپس ہوئے اس طرح چار مرتبہ آنا ہوا تا کہ اس نوجوان کا دل خوش ہو، واپس جاتے رہے تا کہ اس کے باپ کا دل خوش ہو جائے اور ان اوقات میں آپ فارغ تھے اس لیے آنے جانے میں کوئی نقصان بھی واقع نہ ہوا۔ (ص:۲۴۶)

نتیجہ: دعوت قبول کرنے کے بعد میزبان کے گھر ضرور جائے نہ جانے سے میزبان کی دل شکنی ہوگی نیز بلا دعوت کسی کا زبردستی مہمان بننا درست نہیں ہے۔

لوگوں کے ہجوم میں اپنے والدین کو تلاش کرو

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک بچے کو فرمایا جائے گا جاؤ جنت میں جاؤ، وہ افسردہ اور غم زدہ ہو کر کہے گا یا اللہ میں تو والدین کے بغیر جنت میں نہیں جاؤں گا، یہ فرماتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کے دامن کو پکڑ کر خوب کھینچا اور فرمایا جیسے میں نے اس صحابی کا دامن پکڑ کر کھینچا ہے ایسے ہی بچہ اپنے والدین کا دامن پکڑ کر کھینچے گا، نیز فرمایا بچے جنت کے دروازہ پر جمع ہوں گے اور بیک وقت سبھی آہ و فغاں اور گریہ وزاری سے شور برپا کردیں گے اور اپنے اپنے والدین کو متلاشی نگاہوں سے دیکھتے ہوں گے کہ ان سے ملاقات کریں، پھر اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا جاؤ لوگوں کے ہجوم میں اپنے والدین کو تلاش کرو پس وہ ہجوم میں اپنے اپنے والدین کو ڈھونڈ نکالیں گے اور اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔ (ص:۲۴۹-۲۴۸)

نتیجہ: جو بچے والدین کی حیات میں ہی راہی آخرت ہو جاتے ہیں اور والدین ان کی جدائی کا صدمہ برداشت کرتے ہیں تو وہ بچے ان کی بخشش اور مغفرت کا وسیلہ بن جاتے ہیں۔

تیرا کوئی بچہ نہیں ہے تجھے پانی کیوں دوں

بیان کرتے ہیں کہ ایک صالح نکاح سے گریزاں تھے یہاں تک انھیں ایک شب خواب آیا کیا دیکھتے ہیں کہ عرصات قیامت میں کھڑے ہیں اور لوگوں کو دیکھا کہ ہر طرف پیاس سے بے حال ہیں، پھر بچوں کا ایک ریلا دیکھا جس میں ہر ایک بچے کے ہاتھ میں سونے چاندی کے پیالے پانی

سے لبالب ہیں اور وہ بچے پیاسوں کی ایک جماعت کو پانی پلا رہے ہیں، مجھے بھی پیاس نے ستا رکھا ہے، اس بنا پر میں نے ان بچوں سے پانی مانگا تو انھوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا ہم میں تمہارا کوئی بچہ نہیں ہے جو تمہیں پانی پلائے پس اس صالح نے بیدار ہوتے ہی نکاح کر لیا۔(ص:۲۴۹)

نتیجہ: نکاح اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک ایک پسندیدہ عمل ہے اس لیے کہ نکاح سے آدمی جہاں بہت ساری برائیوں سے محفوظ رہتا ہے وہیں اس سے نسل انسانی کا وجود برقرار رہتا ہے اور یہ چیز اللہ کو بہت پسند ہے اس لیے نکاح سے گریزاں نہیں ہونا چاہیے۔

یہ تو شوم ہے شوم

اولیائے اکابر میں سے ایک بہت بڑے ولی کی حکایت بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیوی فوت ہو گئیں کچھ مدت بعد لوگوں نے دوسرے نکاح کے لیے بہت کہا، عورتیں بھی دکھائیں مگر وہ کسی طرح نکاح ثانی کی طرف راغب نہ ہوئے اور یہ کہہ کر لوگوں کو ٹال دیا کہ میرا دل حضوری کی لذت سے سرشار رہتا ہے، ہمت جمع ہے، دل مطمئن ہے، تنہائی میں ہی سکون کی دولت نصیب ہے، لہٰذا نکاح کی چنداں ضرورت نہیں، حتی کہ ایک رات انھوں نے خواب میں دیکھا آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور ان سے لوگ یکے بعد دیگرے گذر کر ہوا میں محو پرواز ہیں نیز جیسے ہی کوئی بزرگ ان کے پاس سے گزرتا ہے تو دوسرے ساتھی سے کہتا ہے یہ تو وہی شوم آدمی ہے۔

پھر دوسرے بزرگ کا گزر ہوا وہ بھی اس طرح کہتا ہے، تیسرے نے بھی وہی الفاظ دہرائے، چوتھا آیا تو اس نے بھی ان کی تائید میں کہا چھوڑیے اسے یہ شوم ہے شوم! مارے شرم اور خوف کے میں کسی سے اس کا سبب نہ پوچھتا یہاں تک کہ ایک بچے کا وہاں سے گذر ہوا، بزرگ کہتے ہیں میں نے اس سے کہا! یہ لوگ کسے شوم شوم کے طعنے دیتے ہیں لڑکا بولا ”تجھے“ میں نے کہا کیوں؟ لڑکا کہنے لگا اس سے پہلے تمہارے اعمال مجاہدین کے ساتھ ہی آسمان تک پہونچائے جاتے تھے، لیکن ہم ہفتہ بھر سے تمہارے اعمال مجاہدین کے رجسٹر میں نہیں دیکھ پائے، گویا تمہارا نام مجاہدین کی جماعت سے خارج کر دیا گیا ہے پتہ نہیں تجھ سے کون سا فعل سرزد ہوا ہے، بزرگ نے نیند سے بیدار ہوتے

ہی نکاح کر لیا اور از سر نو مجاہدین کی جماعت میں شامل ہو گئے۔(ص:۵۲-۲۵۱)

نتیجہ: نکاح کی وجہ سے تو بندہ بہت ساری برائیوں سے محفوظ ہوتا ہی ہے لیکن نان و نفقے کی صورت میں جو کچھ بھی بیوی کو دیتا ہے وہ صدقے سے افضل ہوتا ہے، چناں چہ اولیائے کرام فرماتے ہیں کہ اہل و عیال کے لیے رزق حلال کمانا ”ابدال“ کی نشانی ہے۔

پھر اسے طلاق مت دو

ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میری بیوی پارسا نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسے طلاق دے کر فارغ کر دو، عرض گزار ہوا مجھے وہ بے حد محبوب اور پیاری ہے آپ نے فرمایا پھر طلاق مت دینا اس لیے کہ اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو پھر کہیں کسی فساد میں نہ گر پڑو۔

نتیجہ: نکاح میں اگر دنیاداری اور پرہیزگاری کو ترجیح نہیں دی گئی اور حسن و جمال کو مقدم رکھا گیا تو اس کے نقصانات یقینی ہیں اس لیے کہ حدیث پاک میں دین داری کو فوقیت دینے کی تاکید کی گئی ہے۔

اچھے بندے بیویوں کے عیب ظاہر نہیں کرتے

کسی شخص نے طلاق دینے والے آدمی سے دریافت کیا تم نے اپنی بیوی کو طلاق کس وجہ سے دی؟ تو اس نے جواباً کہا اچھے بندے اپنی بیویوں کے عیب ظاہر نہیں کیا کرتے، یہاں تک کہ اس نے طلاق کے بعد پھر پوچھا اب تو بتا دو کہ تم نے طلاق کیوں دی؟ اس لیے کہ اب وہ تمہاری زوجیت سے نکل چکی ہے تو اس نے کہا مجھے دوسروں کی عورتوں سے کیا سروکار کہ ان کے متعلق باتیں کروں۔

(ص:۲۶۶)

نتیجہ: کسی کا عیب ظاہر کرنا اچھی بات نہیں ہے چاہے وہ اپنی بیوی ہی کیوں نہ ہو، عیب پوشی ایک اچھا عمل ہے۔

راہ حق کا مسافر

ایک روز نبی کریم ﷺ کسی جگہ تشریف فرما تھے کہ ایک کڑیل نوجوان کا وہاں سے گذر ہوا اور وہ

بازار میں جاتے ہی ایک دوکان میں داخل ہوگیا،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دیکھ کر کہنے لگے۔کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ شخص صبح سویرے اٹھتا اور خدا کی عبادت کرتا، یہ سنتے ہی نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایسے نہ کہو! کیوں کہ اگر اس کا جانا اس نیت سے ہے کہ وہ اپنے اور اپنے اہل وعیال یا اپنے والدین کو دنیا کی محتاجی اور دست نگری سے بچالے گا تو سمجھو کہ وہ راہ حق میں مصروف جہاد ہے،ہاں اگر اس کا مقصد فخر ومباہات،لہو ولعب یا دنیوی امارت ودولت کا جمع کرنا ہے تو وہ شیطانی راہ پر چل رہا ہے۔

نیز فرمایا! جو شخص دنیا میں رزق حلال کے لیے سرگرداں ہے کہ اسے کسی کا دست نگر نہ بننا پڑے اور خویش واقربا اور ہمسایوں سے حسن سلوک اختیار کرے گا تو قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا، پھر ارشاد ہوا اللہ تعالیٰ ایمان داروں سے محبت فرماتا ہے جو اپنی روزی کے لیے کوئی نہ کوئی ذریعہ وپیشہ اختیار کرلیتے ہیں نیز فرمایا اگر کوئی نصائح پر عمل پیرا رہے گا تو اپنے ہاتھ سے روزی کمانے والے کا رزق حلال ترین ہوگا۔(ص:۲۶۹)

نتیجہ: اہل وعیال کو دنیاوی محتاجی سے بچانے اور حلال رزق فراہم کرنے کی راہ میں اٹھنے والے قدم کو اسلامی جہاد کے لیے اٹھنے والے قدم کے مثل فرمایا گیا ہے نیز ایسے لوگوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ محبت فرماتا ہے۔

تمہارا بھائی زیادہ عبادت گزار ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص سے دریافت کیا تم کیا کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا فقط عبادت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا پھر تم کہاں سے کھاتے پیتے ہو؟ وہ عرض گزار ہوا میرا بھائی مجھے کھانا وغیرہ دے دیتا ہے، یہ سنتے ہی آپ نے فرمایا تمہارا بھائی تو تم سے زیادہ عبادت گزار ہے۔(ص:۲۶۹)

نتیجہ: رزق حلال کے لیے سرگرداں رہنا بھی عبادت ہے اور عبادت وہ بہتر ہے جو بال بچوں میں رہ کر کی جائے اس لیے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

نذرانوں سے کام چلائیے

حضرت امام اوزاعی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کو سر پر لکڑیوں کا گٹھا

اٹھائے دیکھا تو کہا حضرت! آپ کب تک کسب وکار کا بھاڑا اٹھاتے رہیں گے؟ جب کہ آپ کے عقیدت مند مسلمان اس محنت ومشقت میں آپ کی خدمت کرنے پر آمادہ ہیں، ان کے نذرانوں سے کام چلائیے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا خاموش رہو'' مجھے تمہارے اس مشورے کی چنداں ضرورت نہیں ہے'' کیوں کہ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ وہ شخص یقیناً جنتی ہے جو رزق حلال کے لیے محنت ومشقت سے کام لیتا ہے اور معیشت وروزی کے لیے ذلت کو برداشت کرتا ہے۔(ص:۲۷۰)

نتیجہ: آدمی کتنا ہی بڑا عالم اور زاہد کیوں نہ ہو اسے اپنی اور اہل وعیال کی کفالت کے لیے محنت ومشقت میں کوئی عار نہیں محسوس کرنا چاہیے بلکہ دوسروں کی جیب پر نگاہ رکھنے کے بہ جائے خود کفیل بننا چاہیے۔

دین کو دنیا کے بدلے فروخت کرڈالا

بزرگان دین میں سے کسی اللہ والے کی حکایت بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنے ایجنٹ کے ہاتھوں اپنا مال بصرہ شریف میں فروخت کے لیے بھیجا جب اس نے دیکھا کہ یہاں تو غلہ بہت سستا فروخت ہو رہا ہے تو اس نے زیادہ قیمت کی غرض سے ایک ہفتہ تک اناج فروخت نہ کیا پھر جب ریٹ بڑھا تو اس نے اچھے خاصے منافع پر فروخت کر کے اس بزرگ کو اطلاع دی کہ میں نے چند دن انتظار کے بعد غلہ اچھے منافع پر بیچ دیا ہے، کیوں کہ جب میں بصرہ پہونچا تھا تو اس وقت ریٹ بہت ڈاؤن تھا ایک ہفتہ بعد ریٹ خاصا بڑھا تو اتنا منافع ہاتھ لگا۔

اس اطلاع سے اللہ والے کو کیا خوشی ہوتی۔ چناں چہ انھوں نے جواباً تحریر کیا کہ ہم نے معمولی سے نفع پر قناعت کے حصول کا ارادہ کیا تھا تاکہ دین کی سلامتی برقرار رہے مگر تو نے ہمارے دین کو دنیا کے بدلے فروخت کرڈالا یعنی دنیوی منافع کو دینی منافع پر فوقیت دی تم نے یہ کیا غضب کیا، یہ تو بہت بڑا گناہ تم نے خرید لیا ہے اب ایک ہی صورت ہے کہ جس قدر رقم اس مال سے حاصل ہوئی وہ مع نفع صدقہ کردی جائے تاکہ اس غلطی کا کفارہ ادا ہوسکے مگر پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس کی نحوست سے بچ

نہیں سکتے۔(ص:۲۸۷)

نتیجہ: یہ اللہ والوں کی شان ہوتی ہے کہ تجارت میں بھی بہ قدر ضرورت ہی نفع کو ترجیح دیتے ہیں ،آج کل کے تاجروں اور ذخیرہ اندوزوں کو اس سے سبق لینا چاہیے جو زیادہ نفع کے چکر میں ذخیرہ اندوزی کر کے غریبوں کو پریشان کرتے ہیں۔

تاجر اور زخمی اونٹ

ایک شخص نے اپنا اونٹ تین سو درہم میں فروخت کر دیا جس کا ایک پاؤں خراب تھا،حضرت واثلہ بن اشقع رضی اللہ عنہ جو نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں وہاں موجود تھے لیکن عین موقع پر اونٹ کے عیب کا پتہ نہ چل سکا،لیکن جلد ہی انہیں معلوم ہو گیا کہ اونٹ زخمی ہے تو خریدار کے پیچھے گئے اور اسے آگاہ کیا کہ اونٹ کا پاؤں خراب ہے وہ خریدار فوراً واپس آیا اور اونٹ کو واپس کر کے اپنے تین سو درہم لے لیے۔فروخت کنندہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا آپ نے میرے معاملہ میں مداخلت کیوں کی؟انہوں نے کہا اس لیے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ فرمارہے تھے،یہ حلال نہیں ہے کہ انسان چیز فروخت کرتے وقت اس کے پوشیدہ عیب کو بیان نہ کرے تاکہ خریدار فریب کا شکار نہ ہو سکے،نیز فرمایا نبی کریم ﷺ نے ہم صحابہ کرام سے یہ عہد لے رکھا ہے کہ مسلمانوں کو نصیحت کرتے رہا کرو اور ان پر شفقت و رحم کیا کرو اور ظاہر ہے کسی عیب کا پوشیدہ رکھنا تو نصیحت نہیں ظلم ہی ہوگا۔(ص:۲۹۰)

نتیجہ: تجارت میں دھوکہ جائز نہیں،فروخت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اگر مبیع (سامان) میں کوئی نقص (کمی) ہے تو خریدار پر ظاہر کر دے تاکہ وہ کسی دھوکے کا شکار نہ ہو،اس طرح کرنے سے تجارت کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔

دودھ میں پانی

ایک دودھ فروش دودھ میں پانی ملا کر فروخت کیا کرتا تھا،ایک دن ایسا سیلاب آیا کہ اس کی

گائے سیلاب میں بہہ گئی،دودھ فروش کے بیٹے نے کہا؟ ابا جان!یہ وہی پانی ہے جو ہم دودھ میں ملایا کرتے تھے وہ تمام جمع ہوتا رہا اور پھر اچانک سیلاب بن کر ہماری گائے کو بہالے گیا۔(ص:۲۹۱)

نتیجہ: دودھ میں پانی ملا کر بیچنا خریدار کو دھوکہ دینا ہے اور دھوکہ دینے کا وقتی فائدہ تو ضرور حاصل ہو گا لیکن اس کے نقصانات سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو کسی نہ کسی شکل میں ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔

تیس ہزار روپئے قدموں میں ڈال دیے

بصرہ شریف کے ایک تاجر نے اپنے غلام جو"سوس" شہر میں رہتا تھا کی طرف سے آمدہ خط سے یہ خبر پائی کہ اس سال یہاں چینی کی بہت قلت ہو گی،چناں چہ اس نے سوچا قبل ازیں کہ اس بات کی کسی اور تاجر کو خبر ہو بہت سی چینی لے کر اسٹاک کر لی جائے تاکہ وقت پر اچھا خاصا منافع ہاتھ لگے، چناں چہ اس نے تمام چینی خرید کر اسٹور کر لی،جب فروختگی کا وقت آیا تو اسے تیس ہزار روپئے نفع حاصل ہوئے،لیکن بعد میں اس کے ضمیر کی خلش نے اسے سکون نہ لینے دیا کہ میں نے ایک مسلمان جو شہر"سوس" کا تاجر تھا اس کے ساتھ فریب کاری سے کام لیا اگر میں قبل از وقت اس قلت سے اسے آگاہ کر دیتا تو یہ نفع جو میں نے کمایا ہے اس کے ہاتھ لگتا یہ بات اس سے پوشیدہ نہیں رکھنی چاہیے تھی۔

اس لیے اس نے تیس ہزار روپے لیے اور شہر"سوس" کے اس تاجر کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا اور تمام رقم اس کے آگے رکھ دی،سوداگر نے تمام کہانی سننے کے بعد کہا بہت اچھا، آپ کے لیے میں رقم حلال کرتا ہوں وہ رقم لے کر واپس گھر آیا مگر اسے نیند نہ آئی،دل میں یہ خیال ابھرا ممکن ہے سوداگر نے شرم و حیا کے باعث حلال کر دی ہو اور میں نے عذر تک نہ کیا اور رقم لے کر گھر آ گیا،بصرہ کا وہ تاجر دوبارہ اس کے پاس آیا اور بے حد اصرار کیا،اور سوداگر نے جب تک وہ رقم اپنے قبضہ میں نہ لے لی بصرہ کے تاجر کو سکون نہ آیا۔(ص:۲۹۳-۹۴)

نتیجہ: سبحان اللہ! کتنے پاکیزہ قلب اور دردمند یہ مسلمان تاجر تھے کہ اطمینان قلب کے لیے ایک نہیں دومرتبہ سفر کر کے رقم واپس کرنے پر ہی سکون حاصل ہوا۔آج کل کے تاجروں کو اس سے سبق لینا چاہیے۔

حضرت سری سقطی اور ترسٹھ دینار

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ دکانداری کرتے تھے اورانہوں نے اپنے اوپرلازم کررکھا تھا کہ پانچ فی صد سے زیادہ نفع نہیں لیا کریں گے مگرایک بارانہوں نے ساٹھ روپے کے بادام خریدے بعد میں باداموں کا بھاؤ بڑھ گیا، ان کے ایجنٹ نے فروخت کے لیے بادام طلب کیے آپ نے فرمایا ترسٹھ روپے سے زائد میں فروخت نہ کرنا۔

ایجنٹ نے کہا حضرت اب تو بازار کا بھاؤ نوے روپے فی کلو ہے، فرمایا بھائی ہوگا مگر ہمیں اس سے سروکار نہیں میں نے تو اپنے دل کو راست کر رکھا ہے کہ پانچ فی صد سے زائد نفع میں کبھی بھی کوئی چیز فروخت نہیں کروں گا تو میں پھر اپنی نیت کو خرابی سے کیوں ملوث کروں، ایجنٹ نے کہا میں تو آپ کا مال نوے روپے فی کلو سے کم قیمت پر فروخت نہیں کروں گا، پھر واقعتاً اس نے بادام نہ بیچے مگر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ بھی زیادہ قیمت لینے پر راضی نہ ہوئے۔ (ص:۲۹۵)

نتیجہ: نیت ہو تو ایسی کہ جب پانچ فی صد منافع کی ٹھان لی تو نوے روپے کلو میں فروخت نہ کیا، آج کل تو سب اس کے برعکس ہو رہا ہے تاجروں کو زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کی کوشش رہتی ہے۔

جو اپنے لیے پسند کرو وہی دوسروں کے لیے بھی

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ جو اولیاے کرام میں شمار ہوتے ہیں کپڑے کی دوکان کیا کرتے تھے ان کے پاس کچھ ایسے پارچہ جات تھے جن میں کچھ دس روپے گز کی قیمت کے اور کچھ پانچ روپے گز کی قیمت کے تھے ایک دن آپ کی عدم موجودگی میں آپ کے شاگرد نے پانچ روپے گز والا کپڑا دس روپے میں فروخت کر دیا، جب آپ واپس تشریف لائے تو دریافت کرنے پر حقیقت حال ظاہر ہوئی، آپ نے خریدار کو تلاش کرنا شروع کیا، دن بھر تلاش کرتے رہے آخر کار وہ شخص مل گیا، آپ نے اس سے فرمایا بھائی! جو کپڑا تو نے دس روپے گز خریدا ہے وہ تو پانچ روپے گز کا تھا، اس لیے اپنی رقم واپس لے لو یا کپڑا واپس کر دو۔

خریدار بولا آپ درست فرماتے ہیں مگر میں نے تو کپڑا اپنی مرضی اور رضا ورغبت سے خریدا ہے آپ نے فرمایا بے شک تو نے اپنی رضامندی سے خریدا ہوگا لیکن جو چیز میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا کسی اور مسلمان کے لیے کیسے پسند کر سکتا ہوں؟ لہٰذا تم بیع فسخ کر دو یا بقایا رقم مجھ سے واپس لے لو یا میرے ساتھ دوکان پر چلو تاکہ اس سے عمدہ کپڑا تم کو دے دوں، مگر اس خریدار نے بقایہ رقم واپس لے لی اور لوگوں سے دریافت کیا یہ مرد خدا کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت محمد بن مکندر ہیں خریدار بولا سبحان اللہ! یہ تو ایسا مرد ہے کہ اگر خشک سالی میں لوگ اس کا نام لے کر اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کریں تو رب کریم بارش عطا فرما دے گا۔ (ص:۹۶-۲۹۵)

نتیجہ: یقیناً ایسے دوکاندار کم ملیں گے جو زیادہ منافع کو خریدار کو تلاش کر کے واپس کر دیں، یہ شان اللہ کے مقدس بندوں کی ہوا کرتی ہے اور بلاشبہ ایسے بندوں کے کردار سے دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔

ایک ہزار اونٹ دو ہزار روپے منافع

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا آپ کو امیری کیسے حاصل ہوئی فرمایا میں معمولی سے نفع پر اکتفا کر لیتا ہوں اور اگر مجھ سے کسی نے ایک بھی جانور بکری اونٹ وغیرہ خریدنا چاہا تو میں نے ایک ہی اس کے ہاتھوں فروخت کر ڈالا، ایک دن ایسا بھی آیا کہ میں نے ایک ہزار اونٹ فروخت کیے مگر قیمت خرید سے ایک روپیہ بھی زیادہ نہ لیا، البتہ میں ایک ہزار رسیاں ضرور حاصل ہوئیں جنھیں ایک روپیہ فی رسی کے حساب سے میں نے فروخت کر دیا مجھے ایک ہزار روپے پھر بھی نفع حاصل ہو گئے نیز ایک دن کے لیے اونٹوں کو چارہ بھی نہ ڈالنا پڑا اس طرح گویا دو ہزار روپے بطور منافع حاصل ہوئے۔ (ص:۲۹۶)

نتیجہ: بہ ظاہر کم نفع سے تاجر کو نقصان ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کبھی کبھی زیادہ نفع کے چکر میں کم نفع بھی چلا جاتا ہے اور کم نفع پر فروخت کرنے والا زیادہ بیچتا ہے جس سے اس کے نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے۔

بغیر کسی نیکی کے بخشش

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے دینی معاملات میں اپنے اوپر بے حد ظلم کیا ہوگا، اس کے نامۂ اعمال میں کوئی نیکی نہ ہوگی، مگر اس سے پوچھا جائے گا کیا تیرے پاس کسی بھی قسم کی کوئی نیکی ہے؟ وہ عرض گزار ہوگا میں نے تو نیکی کی ہی نہیں، البتہ ایک ایسا عمل ہے جسے نیکی سمجھ لیا جائے تو وہی ایک نیکی ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے کارندوں سے کہہ رکھا تھا کہ میرے قرض داروں میں سے جو غریب اور تنگ دست ہو چکے ہیں انھیں قرض کے سلسلے میں مہلت دے دیا کریں، ان کے ساتھ نرمی اور مروت سے پیش آئیں ان خستہ حال لوگوں پر رحم کریں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر حکم ہوگا! پس آج تو خستہ حال اور محتاج ہے لہٰذا ہم بھی یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ تیرے لیے سہولت اختیار کی جائے چناں چہ فرمایا جائے گا! ہم نے اس شخص کو بخشش سے نواز دیا۔ (ص:۲۹۷)

نتیجہ: قرض داروں کو مہلت دینا نیک عمل ہے دوسری حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو شخص کسی کو قرض حسنہ دیتا ہے تو جب تک مقروض وہ قرضہ واپس نہیں کر دیتا اس وقت تک قرض دینے والے کے نامۂ اعمال میں اس قرضہ کے برابر ثواب ملتا رہتا ہے، مہلت گذر جانے پر اگر مزید دیتا ہے تو اسی مقدار اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

ایک درہم کی موجودگی پر بھی مٹی گارے میں پھنسنے جا رہے ہو

حضرت ابراہیم بن بشار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا آج میں مٹی کے کام پر جا رہا ہوں تو انہوں نے کہا ابن بشار! تو خاک کی تلاش میں ہے؟ جب کہ خاک تیری تلاش میں ہے ظاہر ہے جو تیری تلاش میں ہے تم اس سے بچ نہیں سکتے۔ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ جس چیز کے تم متلاشی ہو وہ بھی تم سے نہ چھوٹے، ہو سکتا ہے تم اس بات کا مشاہدہ نہ کر سکو کہ حریص اور لالچی کو محرومی سے دوچار ہونا ہی پڑتا ہے اور نکموں کو بھی صاحب مال و دولت بنا دیا جاتا ہے

، وہ بولے اس وقت میرے پاس صرف ایک روپیہ ہے اور وہ بھی ابھی فلاں صاحب سے وصول کرنا ہے، حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ فرمانے لگے افسوس تمھاری مسلمانی پر ایک درہم کی موجودگی میں بھی مٹی گارے میں پھنسنے جا رہے ہو۔ (ص:۳۰۳)

نتیجہ: دنیا کی حرص میں جو پھنستا ہے وہ پھنستا ہی چلا جاتا ہے اور جو قناعت سے کام لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا سے بے رغبت کر دیتا ہے۔

تاجر کے کھاتے

کسی بزرگ نے خواب میں ایک تاجر کو دیکھا اور پوچھا یہ تو بتاؤ مرنے کے بعد تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ تاجر نے جواباً کہا میرے سامنے پچاس ہزار کھاتے ڈھیر کر دیے گئے میں نے عرض کیا! الٰہی! یہ اتنے سارے کھاتے کن لوگوں کے ہیں؟ تو ارشاد ہوا! یہ ان پچاس ہزار لوگوں کے کھاتے ہیں جن کے ساتھ تو نے زندگی بھر معاملات کیے تھے اور ان میں ہر ایک کا بہی کھاتا موجود ہے۔ چناں چہ میں نے جب اول تا آخر ہر ایک کے بہی کھاتے کو دیکھا تو اس میں ہر ایک تفصیل درج تھی۔ (ص:۳۰۴)

نتیجہ: جس شخص سے بھی معاملہ طے کریں اس کے ساتھ حساب کتاب بالکل صاف شفاف اور درست رکھیں اور بہتر یہ ہے کہ معاملات کو معرض تحریر میں لائیں کیوں کہ قیامت کے دن جس سے معاملہ طے کریں گے اس کے روبرو ہونا پڑے گا۔

چارے کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے دودھ نہ پیا

حضرت وہب بن ورد رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان کرتے ہیں جن کی عادت یہ تھی کہ جب تک اچھی طرح اطمینان نہ کر لیتے کوئی بھی چیز نہ کھاتے چناں چہ ایک روز ان کی ماں نے انھیں دودھ کا ایک پیالہ دیا آپ نے پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ اس کی قیمت ادا کی ہے یا نہیں؟ کس آدمی سے خریدا گیا ہے؟ سب کچھ دریافت کرنے کے باوجود مطمئن نہ ہوئے پھر کہنے لگے جس بکری کا یہ دودھ ہے اس نے چارہ کہاں سے کھایا تھا؟۔

جب واضح ہوگیا کہ اس بکری نے ایسی چراگاہ سے چارہ کھایا ہے جس پر غیر مسلم قابض ہیں، پھر آپ نے اس بنا پر دودھ پینے سے انکار کردیا، ماں نے بہت کہا بیٹا پی لو اللہ تم پر رحمت کرے گا، حضرت وہب عرض کرنے لگے اماں جی! بے شک میرا رب رحیم وکریم ہے رحمت فرمانے والا ہے تاہم میں اس دودھ کو نہیں پی سکتا، اس لیے کہ گناہ کے ارتکاب کے بعد جو مجھے رحمت حاصل ہوگی اس میں گناہ کی آلائش شامل ہوگی لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ اس کی رحمت کو گناہوں سے آلودہ کروں۔ (ص:۸-۳۰۷)

نتیجہ: سبحان اللہ! اللہ والے ایسے محتاط ہوتے ہیں کہ چارے کے مشتبہ ہونے پر دودھ بھی پینے سے احتیاط کرتے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ حلال وحرام کی تمیز کیے بغیر کھاتے پیتے چلے جاتے ہیں۔

اور پھر خوش بو کو ختم کردیا

حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مال غنیمت سے خوش بو کی کچھ مقدار گھر پر رکھ لی تا کہ ان کی اہلیہ محترمہ مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کر دیں ایک دن جب گھر پہونچے تو آپ کی زوجہ محترمہ کی چادر سے خوش بو آرہی تھی، دریافت کرنے پر انہوں نے کہا مشک کو تولتے وقت جو مقدار میرے ہاتھ کو لگ گئی تھی اسے میں نے اپنی چادر سے صاف کرلیا تھا یہ وہی خوش بو ہے۔

آپ نے وہ چادر لی اور پانی سے دھونا شروع کردیا کبھی مٹی پر رگڑتے کبھی پانی میں ڈالتے اور بار بار سونگھتے یہاں تک کہ اس خوش بو کا نام ونشان تک باقی نہ رہا تب وہ چادر زوجہ محترمہ کو دی۔ (ص:۱۱-۳۱۰)

نتیجہ: یہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عظیم تقویٰ کی مثال ہے آپ نے اس سوراخ کو ہی بند کردیا جو کسی اور جانب لے جاسکتا تھا، اس لیے کہ حرمت کے خدشے کے پیش نظر مباح اور حلال چیز کو چھوڑنا ہی تقویٰ اور پرہیزگاری کا تقاضا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری کا کمال تقویٰ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بار جیل میں بند کردیا گیا، جتنے دن قید رہے نہ کچھ

کھایا نہ پیا، آخر ایک خاتون جو آپ سے ارادت رکھتی تھی اس نے سوت کات کر حلال کی روزی سے کھانا تیار کیا اور آپ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے اسے بھی نہ کھایا وہ ناراض ہوگئی اور کہنے لگی حضرت! آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ جو کچھ میں نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے وہ حلال ہے اور پھر آپ کو بھوک بھی تھی اس کے کھالینے میں تو کوئی حرج نہیں تھا، آپ نے فرمایا میں نے اس لیے نہیں کھایا کہ ایک ظالم کی پلیٹ میں تم نے وہ کھانا بھیجا تھا، اس لیے میں نے کھانے کی رغبت نہ کی اور وہ قید خانے کے محافظ کا ہاتھ تھا۔ میں نے اس لیے تناول نہ کیا کہ اس ظالم کے ہاتھ سے مجھ تک پہنچا تھا اور اس ہاتھ میں اٹھانے کی قوت حرام کھانے سے پیدا ہوئی تھی۔ (ص:۱۳-۳۱۲)

نتیجہ: یہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا کمال تقویٰ تھا، ہمیں بھی اپنے کھانے اور کسب معاش پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے آج زبانوں کی تاثیر ختم ہونے کا بنیادی سبب رزق حلال کی طرف سے عدم التفات ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ اور چہل قدمی

ایک مرتبہ یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو انہوں نے دوا استعمال کی، آپ کی زوجہ نے کہا کچھ دیر چہل قدمی کرلیں تا کہ قدرے سکون میسر آجائے، آپ نے فرمایا مجھے چہل قدمی کا کوئی سبب نظر نہیں آتا اور سنو! تیس سال گزر گئے ہیں میری کوئی حرکت دینی امور کے سرانجام دینے کے علاوہ نہیں گذری لہٰذا دوا استعمال کرکے ٹہلنا تو محض حظ نفس ہے نہ کہ کوئی دینی امر ہے۔ (ص:۱۴-۳۱۳)

نتیجہ: اللہ والوں کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اطاعت الٰہی اور عبادت وریاضت سے مستعار ہوتا تھا، ان کا کھانا پینا اور اس سے قوت حاصل کرنے کا مقصد بھی دینی امور کی انجام دہی ہوتا تھا ایک ہم ہیں کہ کھانے پینے کی فراخی عیش اور عشرت کے اسباب مہیا ہونے کے باوجود خواب غفلت کے شکار ہیں۔

یہ وہ عالم ہے جس سے لوگ ڈرتے ہیں

حضرت مقاتل بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت حمّاد بن مَسلَمہ رضی

اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ان کے پاس کل اثاثہ ایک چٹائی، چمڑے کا ایک گدا، قرآن کریم کا ایک نسخہ اور ایک ہی لوٹا تھا۔

اسی اثنا ایک شخص نے آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے فرمایا کون؟ جواب آیا خلیفۂ وقت محمد بن سلمان! آپ نے اندر آنے کی اجازت دے دی وہ چلا آیا اور خدمت میں بیٹھ کر عرض گزار ہوا حضرت یہ فرمایئے! جیسے ہی میں آپ کو دیکھتا ہوں میرے دل پر ایک ہیبت سی طاری ہو جاتی ہے، خوف سے جسم لرزنے لگتا ہے، آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ایسا عالم جس کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا حصول ہو اس سے سبھی لوگ ڈرتے ہیں ”رعایا ہو یا حکمراں“ مگر جب علم سے مقصود دنیا ہو تو پھر وہ عالم ڈرتا ہے۔

خلیفہ محمد بن سلمان نے آپ کی خدمت میں چار ہزار روپئے نذرانہ پیش کرتے ہوئے کہا! انھیں کسی طرح صرف فرمالیں حضرت حماد بن مسلمہ نے فرمایا جن کے ہیں انھیں واپس لوٹا دیجئے۔

خلیفہ بولا میں خلیفہ ہوں اور کہتا ہوں کہ یہ رقم حلال کی ہے مجھے وراثتاً حاصل ہوئی ہے آپ نے فرمایا پھر بھی مجھے اس کی چنداں ضرورت نہیں، خلیفہ پھر عرض گزار ہوا آپ اسے مستحقین کو عطا فرمادیں، آپ نے فرمایا ممکن ہے میں تقسیم کرنے میں انصاف سے کام نہ لے سکوں، اگر صحیح انصاف سے کام لوں پھر بھی ممکن ہے کوئی خلاف عدل وانصاف گمان کرے گو مجھے یقین ہے کہ اس کی بدگمانی سے مجھے نقصان نہیں پہونچے گا کیوں کہ میں نے بذات خود انصاف سے ہی کام لیا ہے تاہم اس بدگمانی کے باعث وہ تو خطاوار ہوگا اس لیے یہ بات مجھے پسند نہیں ہے کہ بلاوجہ کوئی شخص گنہ گار بن جائے لہٰذا یہ رقم اپنے پاس ہی رکھیں۔ (ص: ۳۲۳)

نتیجہ: ہمارے اسلاف کا کردار ایسا شاندار تھا کہ خلیفۂ وقت کے سامنے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق بات کہنے سے گریز نہیں کرتے اور ان کا دل حرص دنیا سے اس طرح پاک تھا کہ بڑا سے بڑا نذرانہ بھی قبول کرنے سے دریغ فرماتے تھے اخلاف کو بھی ان کے نقوش حیات پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ کی جسارت

ہشام بن عبد الملک ملک شام کا سربراہ تھا، جب وہ مدینہ منورہ حاضر ہوا تو لوگوں سے دریافت

کیا اور کہا کہ میرے پاس کسی صحابی کو لایا جائے تو لوگوں نے کہا کہ تمام صحابۂ کرام وصال فرما گئے ہیں، پھر کہنے لگا کسی تابعی سے ہی ملاقات کراؤ! چناں چہ حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔

جب وہ خلیفہ کے دربار میں پہونچے تو اس کے سامنے جوتا اتارا اور جاتے ہی کہا السلام علیکم! ہشام! بتایئے کیا حال ہے؟ ہشام کو یہ انداز سلام پسند نہ آیا اور اس قدر غیظ وغضب میں آپے سے باہر ہو گیا کہ اس نے حضرت طاؤس کے قتل کا حکم دے دیا۔

لوگوں نے کہا حرم نبوی میں یہ مناسب نہیں ہے یوں بھی حضرت طاؤس اکابر علمائے کرام میں شمار ہوتے ہیں لہٰذا تم اپنا حکم واپس لے لو! چناں چہ خلیفہ پھر آپ سے مخاطب ہوا کہ آپ نے اس قدر دلیری کیوں دکھائی؟ آپ نے فرمایا میں نے کیا کیا ہے؟ خلیفہ کا پارا مزید چڑھ گیا اور غصے سے بولا تم نے چار آداب کو پس پشت ڈال دیا ہے اور پھر بھی کہتے ہو میں نے کیا کیا ہے؟ ان میں ایک تو یہ کہ تم نے میرے سامنے جوتا اتارا جب کہ میرے پاس آنے کے لیے جوتا اتارنے کی ضرورت نہیں تھی اس لیے کہ ہمارے دربار کے قواعد وضوابط ہیں کہ ہمارے پاس آنے والا فرش پر جوتے سمیت آئے، دوسری بات جو خلاف ادب تھی وہ عمومی سلام تھا امیر المومنین کہہ کر سلام کیوں نہ کیا؟ تیسری بات یہ کہ میرا نام لیا کنیت وغیرہ سے نہ پکارا؟ اور چوتھی بات یہ کہ بلا اجازت اندر چلے آئے ہو پھر میرے ہاتھ کیوں نہیں چومے؟

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے سنو! میں نے تمہارے سامنے جوتا اتارا تم ناراض ہو گئے جب کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یومیہ پانچ مرتبہ جوتا اتار کر حاضر ہوتا ہوں مگر وہ کبھی بھی ناراض نہیں ہوتا۔ نیز تجھ سے امیر المومنین کہتے ہوئے مخاطب نہ ہوا تو کیا ہوا جب کہ بہت سے لوگ تو تیری خلافت کو ہی تسلیم نہیں کرتے اس لیے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا کہ اس سلسلے میں کہیں خلاف واقعہ بات نہ سرزد ہو جائے، پھر میں نے تجھے نام سے پکارا ہے اس پر تو تجھے خوش ہونا چاہیے تھا نہ کہ ناراض، کیوں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ترین بندوں کو نام لے لے کر پکارا ہے جیسے یا موسیٰ، یا عیسیٰ، یا داؤد علیہم السلام جب کہ دشمنوں کو کنیت سے جیسے ابولہب کو جیسے تبت یدا ابی لہب، ابولہب تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ اور میں نے تیرے ہاتھوں کو اس لیے نہیں چوما کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان

ہے کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کے ہاتھ چومے سوائے عالم شہوت میں اپنی بیوی کے یا پھر باپ از روئے شفقت اپنے فرزند کے نیز اس بات پر کہ میں تیرے سامنے بیٹھ گیا ہوں کھڑا نہیں ہوا تو اس سلسلے میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایک اور ارشاد ہے انہوں نے فرمایا وہ شخص دوزخی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ خود بیٹھا ہو اور اس کے سامنے لوگ کھڑے ہوں۔

ہشام کو یہ باتیں بھلی معلوم ہوئیں تو کہنے لگا اے طاؤس! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے! حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں نے سنا ہے کہ دوزخ میں بڑے بڑے اژدہے ہیں پہاڑ اور اونٹوں کی مانند بچھو ہیں جو ایسے بادشاہ یا امیر کا انتظار کر رہے ہیں جو اپنی رعایا کے ساتھ ظلم کرتا ہے ، انصاف سے گریزاں رہتا ہے، اتنا کہا اور اس محفل سے چلے گئے۔ (ص:۳۲۴-۲۵)

نتیجہ: علما کو چاہیے کہ بادشاہوں اور امیروں کے رعب و دبدبے سے مرعوب ہو کر کتمان حق سے کام نہ لیں بلکہ برملا حق بات کہہ دیں تا کہ علما کا رعب اور علمی سطوت اور ان کے دلوں میں بیٹھ جائے۔

ہم موت سے خوف زدہ کیوں رہتے ہیں؟

خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کا مدینہ طیبہ آنا ہوا تو اس نے حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے یہاں بلایا جو اس وقت مدینہ کے بڑے علما میں ممتاز مقام رکھتے تھے جب وہ آئے تو خلیفہ نے پوچھا! آخر کیا بات ہے ہم موت سے انتہائی خوف زدہ رہتے ہیں؟ ابو حازم نے کہا! اس لیے کہ تمہیں دنیا سے بے حد رغبت اور محبت ہے جب کہ عافیت کے لیے تمہارے پاس کوئی زاد راہ نہیں ہے اس لیے تم نے دنیا کو آباد اور آخرت کو برباد کر رکھا ہے تو جو شخص آبادی سے ویرانے کی طرف جائے گا تو وہ خوف زدہ ہوگا ہی۔

خلیفہ نے پوچھا جب نیک لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور جائیں گے تو ان کی کیا کیفیت ہوگی؟ حضرت ابو حازم علیہ الرحمہ نے فرمایا ان کا وہاں جانا ایسا ہوگا جیسے مسافر کا سفر میں کسی عزیز کے یہاں جانا ہوتا ہے اور بدکار لوگ وہاں ایسے جائیں گے جیسے بھاگا ہوا غلام پکڑا جائے اور اسے زبردستی لے جایا رہا ہو۔

خلیفہ بولا کیا ہی اچھا ہوتا کہ مجھے اپنے وہاں جانے کا حال معلوم ہو جائے، آپ نے فرمایا قرآن

کریم سے معلوم کرلو کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہا ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾ (سورۂ انفطار) بے شک نیک جنت میں اور بدکار جہنم میں جائیں گے۔

خلیفہ نے کہا یہ تو بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کہاں ہوں گی؟ فرمایا: اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ (سورہ اعراف) بے شک رحمت عمدہ کام کرنے والوں کے قریب ہے۔ (ص:۳۲۵)

نتیجہ: سربراہان وقت سے علمائے حق کا گفتگو کا طریقہ ایسا ہی ہونا چاہیے کہ موقع ملنے پر بے باکی کے ساتھ انہیں دینا سے بے رغبتی اور خوف خدا کا درس دیں نہ یہ کہ موقع ملنے پر خوش آمدانہ لہجہ اختیار کر کے تعریف کے پل باندھ دیں اور خوش کرنے کے لیے مقفع اور مسجع دعاؤں سے نوازنا شروع کر دیں۔

چادر نیچے گرادی

حضرت وہب بن منبّہ اور حضرت طاؤس رضی اللہ عنہما حجاج بن یوسف کے پاس گئے تو حضرت طاؤس نے اسے نصیحت کرنا شروع کر دی، صبح کا وقت اور موسم خوب سرد تھا اس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ حضرت طاؤس پر چادر ڈال دو، انہوں نے آپ کے کندھے پر چادر ڈال دی مگر آپ بدستور نصیحت کرتے رہے نیز کندھوں کو اس انداز سے حرکت دی کہ چادر نیچے جا پڑی۔

حجاج بن یوسف کا بھائی یہ دیکھتے ہی سخت ناراض ہوا جب دونوں واپس ہوئے تو باتوں ہی باتوں میں حضرت وہب نے کہا بہتر تو یہی تھا کہ آپ چادر لے لیتے اور کسی طالب علم کو دے دیتے تا کہ بلاوجہ اسے ناراض ہونے کا موقع نہ ملتا۔

حضرت طاؤس نے فرمایا میں از خود اس بات سے غافل نہیں تھا مگر مجھے رہ رہ کر یہی خیال آتا کہ ان لوگوں کو یہ یاد رہتا ہے کہ کسی امیر سے میں نے مال لیا مگر یہ انہیں کبھی خیال نہیں آتا کہ ان سے لے کر غربا اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ (ص:۳۲۶)

نتیجہ: علما کو مالی طور پر مضبوط ہونا چاہیے تا کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ یہ اصحاب ثروت سے مال کے متمنی رہتے ہیں اور ان سے مال لے کر خود رکھ لیتے ہیں غریبوں میں تقسیم نہیں کرتے۔

حسن و جمال جیسے چودھویں کا چاند

حضرت ابوادریس خولانی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا میں تیرے ساتھ محض خوشنودی اور رضائے خداوندی کے حصول کے لیے محبت رکھتا ہوں تو انہوں نے جواباً فرمایا، پھر میں تجھے بشارت سناتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روز قیامت عرش اعظم کے چاروں طرف نورانی تخت سجائے جائیں گے اور لوگوں کی ایک خاص جماعت ان پر جلوہ افروز ہوگی جن کے چہرے حسن و جمال سے ایسے منور ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند منور ہوتا ہے جب کہ ان کے برعکس، دیگر لوگ دہشت اور پریشانی میں مبتلا ہوں گے اور وہ لوگ نہایت پر سکون امن و عافیت کی دولت سے سرفراز ہوں گے یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اولیا اللہ کہا گیا ہے جن کے بارے میں ارشاد ہے اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ (سورۂ یونس) آگاہ: بے شک یہ اللہ کے اولیا ہیں جنھیں نہ کسی قسم کا خوف ہے اور نہ ہی غم۔ (ص:۳۲۸)

نتیجہ: اولیائے کرام اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں ان سے محبت و عقیدت رکھنا رضائے الٰہی کا باعث ہوتا ہے یقیناً ان کی محبت کے طفیل اللہ تبارک و تعالیٰ اپنا فضل فرماتا ہے حدیث پاک کی رو سے دو مسلمان بھائیوں کا آپس میں مل بیٹھنا بھی بہت مفید ہوتا ہے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو اپنا بھائی بنالیتا ہے تو اسے جنت میں ایسا بلند تر مقام عطا ہوگا جو کسی اور عبادت کرنے سے بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔

خدا کا دوست

روایت ہے کہ کوئی شخص اپنے دوست کی زیارت و ملاقات کے لیے گھر سے نکلا سر راہ ایک فرشتے نے اس سے دریافت کیا تم کہاں جارہے ہو؟ وہ آدمی بولا اپنے دوست کی زیارت و ملاقات کے لیے فرشتے نے کہا اس سے تجھے کیا غرض ہے آدمی نے کہا اس کے علاوہ کوئی اور غرض نہیں۔ فرشتے نے پھر کہا وہ تمہارا رشتے دار ہے؟ آدمی نے جواب دیا اس سے میرا کوئی قریبی رشتہ نہیں ہے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے محبت و الفت ہے میں تو اس کے یہاں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے

جاتا ہوں اور اس کے لیے دوستی رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا سنو! اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری طرف صرف اس لیے بھیجا ہے کہ میں تجھے بشارت سنادوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب سے تو نے اس شخص کو اپنا دوست بنالیا ہے میں نے تجھے اپنا دوست بنالیا ہے اور ہم نے اپنے اوپر واجب کرلیا ہے کہ تجھے جنت میں بھیج دیا جائے۔ (ص:۳۲۹)

نتیجہ: دوستی ایک پسندیدہ اور محمود عمل ہے لیکن دوستی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کی جائے نہ کہ دنیاوی غرض اور فائدہ حاصل کرنے کے لیے۔

اکیلے کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا یہ بتاؤ! کہ لوگوں کو چھوڑ کر اکیلے یہاں کیوں بیٹھ رہے ہو؟ عرض کیا! الٰہی! تیری محبت نے دنیا و مافیہا سے بے نیاز کردیا ہے اور مجھے سبھی دنیاداروں سے نفرت پیدا ہوچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد علیہ السلام ذرا غور کرو اور اپنے بھائی کو تلاش کرو، ہاں اگر کوئی دین سے برگشتہ ہو تو بے شک اس سے علیٰحدگی اختیار کرلو! اس لیے کہ وہ بدبخت دل کی سیاہی و تباہی کا باعث ہوتا ہے اور وہ میرے قریب سے دور لے جاتا ہے۔ (ص:۳۳۰)

نتیجہ: دوستی کا معیار ایمان ہونا چاہیے اگر کسی نے اللہ کی رضا اور خوش نودی کے لیے کسی مومن کو دوست بنایا تو مضبوط ترین دستاویز کی طرح ہے، بے ایمانوں سے احتراز ضروری ہے۔

دینی اخوت کی برکت

بیان کرتے ہیں کہ بعض فسادیوں نے چند بزرگوں کے خلاف خلیفہ وقت کے کان بھرے یہاں تک کہ خلیفہ نے ان کے قتل کا حکم صادر کردیا جن میں حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جب کہ ان کے قتل کی باری سب سے آخر تھی مگر ان سے رہا نہ گیا اور جلاد کے سامنے سب سے پہلے اپنے آپ کو پیش کردیا، خلیفہ نے آپ سے دریافت کیا تم اتنے بے تاب کیوں ہو؟ جب کہ ابھی تمہارے قتل کا وقت نہیں آیا ہے۔

آپ نے فرمایا یہ میرے دینی بھائی ہیں، جنھیں تم نے قتل کرنے کا حکم کیا ہے، میں نے سوچا زندگی کے چند لمحات ہی تو باقی ہیں کیوں نہ ان پر نثار کردوں، خلیفہ نے جب آپ کے اس عجیب ترین ایثار کو دیکھا تو کہا ایسے ایثار پیشہ اور بامروت بزرگوں کو قتل نہیں کیا جاسکتا یہ کہتے ہوئے تمام کو رہا کر دیا۔ (ص:۳۳۹)

نتیجہ: یہ ایثار اور دینی اخوت کی اعلیٰ مثال ہے آج بھی ہمارے معاشرے کو اس طرح کے ایثار کی سخت ضرورت ہے یقیناً ایثار اور قربانی کا یہ جذبہ مضبوط ایمان کی دلیل ہے۔

ابھی بھائی چارے کا نام نہ لیں

بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور کہنے لگے میرا دل چاہتا ہے کہ ہم آپس میں برادرانہ رویہ اپنالیں، آپ نے فرمایا کیا تجھے برادرانہ حقوق وشرائط معلوم ہیں اس نے کہا مجھے تو ان حقوق کی خبر نہیں، آپ نے فرمایا ان میں سے ایک یہ ہے کہ تو اپنے سونے چاندی اور مال ومتاع پر مجھے مقدم سمجھے جو تیرا مال ہے ان میں میرا اس طرح حق ہوگا جیسے تمہارا، وہ بولا ابھی تو میں اس معاملہ کو اپنانے کی استطاعت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا بس پھر تشریف لے جایئے بھائی چارہ اختیار کرنا آپ کے بس کی بات نہیں۔ (ص:۳۴۰)

نتیجہ: باہمی اخوت ومحبت اور برادرانہ رشتہ قائم کرنا اور اس کے شرائط کو پورا کرنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں ہے اس کے لیے بڑے جگر اور دل کی ضرورت ہوتی ہے۔

بکری کی سری جہاں سے چلی وہیں پہونچ گئی

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے اپنے رفیق مکرم کے گھر بکری کی بھنی ہوئی سری بھیجی کہ وہ اس کا زیادہ مشتاق اور حاجت مند ہے، لہٰذا وہ مجھ سے زیادہ حق دار ہے چناں چہ اس کے یہاں سری بھیج دی، مگر اس نے کسی دوسرے دوست کو اپنے سے زیادہ مستحق سمجھا اور اس کے یہاں بھیج دی، لیکن اس شخص نے اپنے سے زیادہ ایک اور صاحب کو حق دار جانا اور سری اس کے پاس بھیج دی اور یہ وہی شخص تھا جس نے سب

سے پہلے ایثار کرتے ہوئے بھیجی تھی۔ (ص:۳۴۰)

نتیجہ: یہ ہے ایثار کی برکت کہ سری بھی اسے مل گئی اور ساتھ ہی ساتھ ایثار کی نیت کی وجہ سے ثواب کا بھی مستحق ہوا۔ اسے کہتے ہیں آم کے آم گٹھلیوں کے دام!

سیدھی اور ٹیڑھی مسواک

سید الانبیا ﷺ نے ایک بار جنگل سے دو مسواکیں کاٹیں، ایک سیدھی اور ایک ٹیڑھی تھی ان میں سے جو مسواک سیدھی تھی اپنے رفیق سفر ایک صحابی کو عطا فرمائی، حضور ﷺ کی خدمت میں اس صحابی نے عرض کیا سرکار! یہ سیدھی مسواک ہے آپ اسے استعمال میں لائیں، ٹیڑھی مجھے عطا فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا صحبت اگرچہ ایک لمحہ کے لیے ہو حقوق صحبت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، کیوں کہ دو شخصوں کی محبت وصحبت اگرچہ ایک ساعت بھر کی ہو سوال کیا جائے گا کہ کیا تم نے حق صحبت ادا کیا؟۔ (ص:۳۴۰)

نتیجہ: سرکار دوعالم ﷺ چند ساعتوں کی صحبت کا اتنا احترام کرتے ہیں کہ خود ٹیڑھی مسواک لی اور اپنے چند ساعت کے رفیق کو سیدھی مسواک دی، دوستوں کے حقوق کے تعلق سے سرکار کا یہ عمل ہم سب کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

اپنے پاؤں میرے منہ پر رکھ دو

حضرت ابوبکر کتّانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میری صحبت میں ایک شخص رہا کرتا تھا اور وہ میرے لیے باعث مشقت بنا ہوا تھا، میں نے اسے ایک چیز اس نیت سے دی کہ کسی طرح اس سے میری جان چھوٹے اور اس مشقت سے مجھے نجات حاصل ہو، لیکن میری تمام تدابیر فیل ہوگئیں آخر کار میں اسے پکڑا اور اپنے گھر لے آیا اور اس سے کہا خدا کے واسطے میرے منہ پر پاؤں رکھو وہ بولا! ایسا تو ممکن نہیں میں ایسی گستاخی ہرگز نہیں کرسکتا۔ منت وسماجت سے اسے راضی کرلیا، حتی کہ اس نے میرے منہ پر اپنے پاؤں رکھ دیے جیسے ہی اس کے تلوے میرے چہرے پر لگے تو وہ گرانی اور مشقت جس میں مَیں ایک عرصہ سے مبتلا تھا فوراً ختم ہوگئی۔ (ص:۳۴۵)

نتیجہ: تکبر کے علاج کا یہ انوکھا طریقہ ہے، نفس کی انانیت کو ختم کرنے کے لیے بزرگان دین ایسے طریقوں کو استعمال میں لایا کرتے تھے۔

تمہیں امیر پر حکم چلانے کا اختیار نہیں

حضرت ابوعلی رباطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک بار حضرت عبداللہ رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنگل میں میرے رفیق سفر تھے ابتداءً انہوں نے کہا ہم دونوں ایک کو اپنا امیر بنالیں، اور پھر اطاعت امیر میں اپنا سفر کریں میں نے کہا اچھی بات ہے تو فرمانے لگے اب بتاؤ تم امیر بنتے ہو؟ میں نے کہا نہیں آپ کو میں اپنا امیر تسلیم کرتا ہوں تو کہنے لگے سنو! جو کچھ میں کہوں تمہیں ویسا ہی کرنا ہوگا، میں نے کہا میں آپ کا ہر حکم مانوں گا۔

فرمانے لگے اچھا اپنا تمام ساز وسامان لاؤ، میں نے تمام کپڑے وغیرہ حاضر کر دیے اور آپ نے تمام سامان سر پر اٹھایا اور فرمایا آیئے چلیں! میں نے بہت کہا میرا سامان تو مجھے اٹھانے دو مگر آپ ہر بار یہی کہتے رہے دیکھو میں امیر ہوں اور امیر کی اطاعت فرض ہے، اب تمہیں امیر پر حکم چلانے کا کوئی اختیار نہیں بس تمہارا کام یہی ہے کہ امیر کا حکم مانو۔

اسی اثنا میں ایک رات سخت ترین بارش نے آگھیرا حضرت عبداللہ رازی رحمۃ اللہ علیہ ساری رات ایک کمبل مجھ پر تانے کھڑے رہے اور ایک قطرہ تک مجھ پر نہ پڑنے دیا حالاں کہ خود بھیگ چکے تھے، میں نے جب بھی کچھ خدمت کرنے کی ہمت کی وہ وہی بات دہرا دیتے کہ میں امیر ہوں تم پر فرماں برداری لازم ہے میں دل ہی دل میں کہتا کاش میں نے انہیں امیر بننے کا مشورہ نہ دیا ہوتا۔ (ص:۳۴۶)

نتیجہ: یہ ایک رفیق کی اپنے دوسرے رفیق کی خدمت اور حق رفاقت ادا کرنے کی اعلیٰ مثال ہے کہ خود تو بھیگتے رہے لیکن اپنے رفیق پر پانی کا قطرہ تک آنا گوارہ نہ کیا۔

بلائے عشق سے نجات

بیان کرتے ہیں کہ دو بزرگوں کی آپس میں محبت تھی، ایک کسی حسینہ جمیلہ خاتون پر فریفتہ ہوگیا اور اس نے اپنے دوست سے کہا میں تو ایک عورت کے جال میں پھنس گیا ہوں اب تمہارا دل چاہے تو

مجھ سے دوستی رکھو یا مجھ سے قطع تعلق کرلو؟ دوسرے دوست نے کہا معاف کرو بھائی یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک غلطی کے باعث میں تعلق منقطع کرنے پر تیار ہوجاؤں، پھر اس نیک شخص نے پختہ عزم کرلیا جب تک میں اپنے دوست کو بلائے عشق سے نجات نہیں دلاؤں گا کھانا پینا ترک رکھوں گا، چناں چہ وہ چالیس روز تک بھوکا پیاسا رہا اور پھر اس نے اپنے دوست کی کیفیت معلوم کی تو اس نے کہا: ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ابھی کوئی فرق نہیں پڑا مگر وہ حسب معمول صبر سے کام لیتا رہا، بھوک کا مارا سوکھ کر کانٹا بن گیا آخر ایک دن اچانک اس کا دوست آیا اور بولا اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت اور مہربانی سے میرے دل کو اس حسینہ سے نجات دلا دی ہے تو یہ سنتے ہی اس نے بہ خوشی کھانا پینا شروع کر دیا۔ (ص:۳۴۷)

نتیجہ: دوست کی غلطی پر اس سے فوراً قطع تعلق کرنا مناسب نہیں بلکہ ایسے وقت میں اسے دوست کی رہنمائی کی سخت ضرورت ہوتی ہے، تعلقات منقطع کرنے پر اس کے مزید بگڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے حتی الامکان اسے سمجھانے بجھانے کی کوشش کرے۔

پھر اسے تو دوست کی اور زیادہ ضرورت ہے

بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے ایک نیک بخت سے کہا تمہارا بھائی تو دین سے برگشتہ ہوکر گمراہی پر چل پڑا ہے لہٰذا اس سے تعلق ختم کردو! وہ بولا پھر اسے کسی مخلص دوست اور بھائی کی زیادہ ضرورت ہے اس لیے کہ اس کا کام خراب ہو رہا ہے ایسی مصیبت کے وقت میں کیسے چھوڑ دوں مجھ پر تو مزید لازم ہے کہ میں اسے راہ راست پر لانے کی پوری کوشش کروں تاکہ وہ نار جہنم سے بچ سکے۔ (ص:۳۴۷)

نتیجہ: یقیناً مصیبت کے وقت ہی مخلص اور غیر مخلص دوست میں امتیاز کیا جاسکتا ہے عموماً لوگ خوش حالی کے زمانے میں دوستی کا حق زیادہ نبھاتے ہیں جب کہ برے وقت میں ساتھ دینا ہی اصل دوستی ہے۔

مبتلائے شراب عشق ومحبت

بنی اسرائیل کے دو دوست پہاڑ میں رہا کرتے تھے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے ایک دن

ایک ساتھی کسی ضرورت کے لیے شہر آیا اور اس کی نظر ایک حسینہ جمیلہ خاتون پر جا پڑی جو شراب خانے میں رہا کرتی تھی وہ اسرائیلی اس کے عشق میں مبتلا ہو کر وہیں رہنے لگا۔

کئی دن گزر گئے تو دوسرے اسرائیلی دوست نے تلاش شروع کی یہاں تک کہ اسے شراب خانے میں پایا جیسے ہی اس کے دوست نے دیکھا تو اپنی جان پہچان سے منکر ہو گیا، اس کے آنے والے دوست نے کہا شرم ساری کی کوئی بات نہیں ہے مت ڈرو! جو محبت میرے دل میں آج پیدا ہوئی ہے وہ پہلے نہیں تھی اور یہ کہتے ہوئے اس سے معانقہ کرنے لگا، بڑی الفت و محبت اور احترام سے ملا، جب اس نے یہ دل داری اور پیار دیکھا تو مطمئن ہو گیا کہ اس کی نگاہ میں میری قدر و منزلت کم نہیں ہوئی ہے توبہ کی، اور ساتھ چل دیا۔ (ص:۳۴۸)

نتیجہ: الفت و محبت اور احترام کے ساتھ ملنا غیروں پر بھی اثر ڈالتا ہے اگر اپنوں سے اپنائیت اور محبت کا اظہار کیا جائے تو یہ مزید وابستگی میں نکھار پیدا کر دیتا ہے اور اگر مصیبت میں کسی اپنے سے یگانگت کا مظاہرہ تو سونے پر سہاگہ۔

خارش کا عذاب

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض دوزخیوں کو خارش (کھجلی) کے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا کہ وہ خارش کرتے کرتے اپنی ہڈیوں کو بھی ننگا کر دیں گے اور پھر ان سے اعلانیہ پوچھا جائے گا بتاؤ اب کیسے ہو؟ وہ بولیں گے انتہائی مصیبت اور ناقابل برداشت سزا میں مبتلا ہیں، تو انہیں کہا جائے گا کہ یہ سزا اس بات کی ہے کہ تم دنیا میں بلاوجہ مسلمانوں کو سزا دیتے رہتے تھے۔ (ص:۳۵۱)

نتیجہ: اپنے کردار و عمل سے کسی مومن کو تکلیف پہنچانا اسلام میں منع ہے بلکہ ایک حدیث پاک کی رو سے مسلمان کہتے ہی اسے ہیں کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ"۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کا دسترخوان

ایک مرتبہ دوران سفر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دسترخوان بچھایا ہی تھا کہ

اسی اثنا میں وہاں ایک فقیر آ پہنچا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک روٹی اسے دے دو! ابھی اس فقیر کو روٹی دی ہی تھی کہ ایک مسافر سوار بھی آ گیا، فرمایا اسے دسترخوان پر بلا لو!

رفیقان سفر نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فقیر کو جانے دیا اور اس امیر کو دسترخوان پر ساتھ بیٹھا لیا؟ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ نے عزت و مرتبت سے نوازا ہے تو ہم پر لازم ہے کہ اس کے عطا کردہ مرتبے کا احترام کریں فقیر تو ایک روٹی پر ہی خوش ہو جائے گا لیکن یہ تو امیر ہے اس کے ساتھ فقیروں جیسا سلوک روا رکھنا مناسب نہیں ہے، ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جانا چاہیے جو ان کی خوشی و مسرت کا باعث ہو۔ (ص:۳۵۴-۳۵۳)

نتیجہ: مہمان اگر معزز ہو تو اس کے ساتھ معززین جیسا ہی برتاؤ کرنا چاہیے چناں چہ ایک حدیث پاک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے یہاں کوئی معزز شخصیت آئے تو اس کے ساتھ معززین سا برتاؤ کرو، ایک معزز آدمی کے آنے پر حضور نے اپنی چادر بچھا دی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ صلح کرائے گا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یہاں تشریف رکھتے تھے کہ اچانک مسکرائے، حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر میرے والدین نثار ہوں، آپ کے مسکرانے کا سبب کیا ہے؟

آپ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ روز جزا حشر کے میدان میں میری امت کے دو آدمی ایسے لائے گئے جو دونوں گھٹنوں کے بل کھڑے ہیں اور ایک عرض گزار ہے خدایا! مجھے اس کے ظلم کا بدلہ عطا فرما! اللہ تعالیٰ نے دوسرے شخص سے فرمایا اس کا حق ادا کرو، وہ عرض کر رہا ہے کہ مولیٰ میرے پاس تو اب کوئی نیکی رہی ہی نہیں۔

دوسرا شخص عرض کر رہا ہے خدایا! پھر میرے جو گناہ ہیں اس کے کھاتے میں ظلم کے بدلے ڈال دے چناں چہ اس کے گناہ دوسرے شخص کے نامۂ اعمال میں رکھ دیے گئے لیکن پھر بھی رہائی نہ پا سکا، یہ کلمات ادا فرماتے ہوئے سرکار دو عالم کی آنکھیں بھیگ گئیں اور فرمایا وہ کتنا خوف ناک دن ہے کہ

ہر شخص اپنے گناہوں کے بھاری بوجھ تلے دبا جا رہا ہے۔

رحمت عالم ﷺ نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے انصاف طلب کرنے والے سے فرمایا کہ فلاں مقام پر ذرا جھانک کر تو دیکھ! وہ وہیں سے نہایت حسین وجمیل شہر اور سونے چاندی کے خوب صورت محلات دیکھنے لگتا ہے جو ہیرے جواہرات سے مزین اور آراستہ وپیراستہ ہیں اور عرض کرتا ہے:

الٰہی! یہ دل کش، دیدہ زیب محلات کس نبی اور رسول کے ہیں؟ یا صدیقین وشہداء اور اولیاء کرام کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے یہ اس شخص کے ہیں جو ان کی قیمت ادا کردے وہ عرض کرتا ہے الٰہی! ان کی قیمت کون ادا کرسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان کی قیمت تو تم بھی ادا کر سکتے ہو۔ عرض کیا یا اللہ وہ کیسے؟ فرمایا اس کی قیمت کوئی زیادہ نہیں ہے، بس اتنی سی ہے کہ تو اپنے مسلمان بھائی کو معاف کردے، چناں چہ یہ سنتے ہی خوشی سے اچھلا اور کہتا ہے خدایا! میں نے معاف کیا، پھر اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر اس نے اپنے مسلمان بھائی کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ دونوں جنت کی طرف رواں دواں ہیں، پھر فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرتے رہو اور آپس میں صلح وصفائی سے زندگی بسر کرو کیوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ناراض ایمان داروں کے درمیان از خود صلح کرائے گا۔ (ص:۵۵-۳۵۴)

نتیجہ: دو ایمان دار بھائیوں میں اگر کسی بات پر ناراضگی ہو اور وہ آپس میں تعلقات منقطع کرلیں تو ان کے درمیان صلح کرانا بعض دفعہ نماز، روزہ اور صدقہ وخیرات سے بھی افضل ہوتا ہے اس لیے ہمیں آپس میں دو بھائیوں کو لڑانے کے بہ جائے صلح کرانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سیدنا فاروق اعظم اور ایک شرابی

بیان کرتے ہیں کہ ایک رات سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گشت پر تھے کہ ایک گھر سے سارنگی کی آواز سنائی دی، آپ اس کے مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور دیکھا کہ ایک مرد اور ایک عورت شراب نوشی میں مشغول ہیں آپ نے فرمایا اے خدا کے دشمن! تو نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ اس رنگ میں تیرے گناہ کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

وہ کہنے لگا! اے امیر المومنین جلدی نہ کریں؟ بات صحیح ہے کہ میں ایک گناہ کا مرتکب ہوا، لیکن مقابلۃً آپ سے تین غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لَا تَجَسَّسُوْا ﴿۱۲﴾ (الحجرات) ''لوگوں کی جاسوسی نہ کرو'' جب کہ آپ نے یہ عمل کیا ہے، نیز فرمایا: وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ﴿۱۸۹﴾ (البقرہ) ''گھروں میں دروازوں سے آؤ'' جب کہ آپ دیوار پھاند کر آئے ہیں، اللہ تعالیٰ اور ارشاد فرماتا ہے: لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ﴿۲۷﴾ (النور) ''بلا اجازت اور بغیر سلام کے دوسروں کے گھروں میں مت جاؤ۔''

لیکن آپ بغیر اجازت اور سلام کے اندر آ گئے، آپ نے فرمایا اچھا پھر یہ عہد دو کہ اگر میں اب تجھے معاف کردوں تو تم توبہ کرلو گے وہ بولا ضرور میں توبہ کرلوں گا بلکہ آئندہ کبھی ایسے فعل کا تصور بھی نہیں کروں گا چناں چہ آپ نے اسے معاف فرمادیا اور اس نے سچی توبہ کرلی۔ (ص:۳۵۶)

نتیجہ: اجازت کے بغیر دوسرے کے گھر میں داخل ہونا، جاسوسی کرنا اور کسی کے گھر دروازے کے بہ جائے دیوار پھاند کر جانا جب امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم کے لیے جائز نہیں تو ہمارے لیے کب جائز ہوسکتا ہے؟

نعمت اور گناہ

ایک دفعہ لوگوں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیان کیا، یہاں ایک آدمی ایسا ہے جو ہر وقت اس ستون کے پیچھے موجود رہتا ہے، اس پر آپ نے فرمایا جب وہ موجود ہو تو مجھے خبر کردینا، لوگوں کے بتانے پر آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے شخص! تو ہمہ وقت یہاں تنہا بیٹھا رہتا ہے، لوگوں سے تعلق، رابطہ اور ملاقات کیوں نہیں رکھتا، اس نے جواب دیا میں ایک ایسے عظیم کام میں مصروف ہوں جس نے مجھے لوگوں سے جدا کردیا ہے پھر آپ نے اس سے فرمایا تو ''حسن'' کے پاس کیوں نہیں جایا کرتا، اور اس کی باتوں سے مستفیض کیوں نہیں ہوتا، اس نے کہا اس کام نے مجھے تمام لوگوں کے ساتھ ساتھ حسن بصری سے بھی دور کردیا ہے اس پر آپ نے دریافت کیا وہ کون سا کام ہے؟ اس نے کہا کوئی وقت ایسا نہیں جس میں خدائے عزوجل مجھے اپنی نعمتوں سے نہ

نوازتا ہو، اور میں گناہ کرتا ہوں، لہٰذا میں اس کی نعمتوں کے شکر اور اپنے گناہ کے استغفار میں مصروف رہتا ہوں، اس کام کے سبب مجھے نہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کی فراغت ہے اور نہ حسن بصری کے ساتھ یہ سب سن کر حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے فرمایا تو اپنی جگہ پہ قائم رہ کیوں کہ تو حسن سے زیادہ فقیہ اور عالم ہے۔ (ص:۳۶۰-۳۶۱)

نتیجہ: گوشہ نشینی کے فائدوں میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ بندے کا اللہ تبارک وتعالیٰ سے اُنس اور محبت کا رشتہ مضبوط ہوجاتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ سے بندے کا رشتہ مضبوط ہوگیا تو پھر اسے دنیا کے علائق اور رشتوں کی ضرورت نہیں۔

نصف قرض اور نصف اخراجات میں

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے دریافت کیا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا، اس آدمی کا کیا حال ہوگا جس کے ذمہ پانچ سو روپے قرض ہوں اور اس کے کافی بال بچے ہوں اور پھر اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ سن کر اپنے گھر پلٹے اور ایک ہزار روپے اٹھا لائے اور لاکر اسے دے دیے نیز اس سے فرمایا پانچ سو روپے سے تو اپنا قرض چکادے اور باقی پانچ سو روپے اپنے بال بچوں کے اخراجات کے لیے استعمال کرلے، اس کے بعد حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنے دل میں عہد کیا کہ آیندہ کسی سے حال نہ پوچھوں گا۔ (ص:۳۶۴)

نتیجہ: یہ حکایت ان لوگوں کے لیے تازیانۂ عبرت ہے جو لوگ رسماً احوال پُرسی پر خوش ہوتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ میں نے احوال دریافت کرکے دل جیت لیا حالاں کہ احوال پُرسی اس وقت درست اور خوشی کا باعث ہوتی ہے جب کہ عملی طور پر اس کے لیے کچھ کر گزرے۔

میں نے تیری کوئی بات قبول نہیں کی

بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عظیم دانا آدمی تھا جس نے حکمت و دانائی میں تین سو ساٹھ کتابیں تصنیف کی تھیں، آخر کار اس کے دل میں یہ گمان پایا گیا کہ میرا اللہ عزوجل کے دربار میں بہت

بڑا درجہ ہے، اس زمانے کے پیغمبر کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ اس سے کہہ دیں کہ تو نے روئے زمین پر اپنی شہرت کرالی ہے، میں تیری کسی بھی بات کو قبول نہیں کرتا، تو اس کے دل میں اللہ عزوجل کا خوف پیدا ہوا اور اس گمان سے توبہ و رجوع کرلیا اور ایک علاحدہ کونے میں گیا اور کہا اب اللہ عزوجل مجھ سے خوش ہوگیا، پھر وحی آئی میں اس سے خوش نہیں ہوں، تو وہ خلوت خانہ سے باہر آیا اور بازاروں میں جانا اور لوگوں سے ملنا جلنا اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، شروع کردیا اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی اب میں تم سے خوش ہوں اور تو نے مجھے پالیا۔ (ص:۳۷۵)

نتیجہ: خلوت نشینی میں اگر غرور اور تکبر کا شائبہ پایا جائے تو اس سے بہتر لوگوں سے ملاقات، اور ان کے حقوق کی ادائیگی ہے کیوں کہ لوگوں سے میل جول میں ایک طرح کی عاجزی اور انکساری پائی جاتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو عجز وانکساری بہت پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہمسائیگی

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے کہا ایک طبقہ آپ کی محفل میں آتا ہے اور آپ کی باتیں یاد کرتا ہے تاکہ وہ آپ پر اعتراض کرے اور آپ کی عیب جوئی کرے، آپ نے فرمایا جب سے میرے نفس میں فردوس اعلیٰ کا اور اللہ تعالیٰ کی ہمسائیگی میں رہنے کا شوق پیدا ہوچکا ہے لوگوں کی طرف سے امن کا خیال ختم ہوچکا ہے کیوں کہ لوگوں کی زبان سے تو ان کا رب تعالیٰ بھی سلامت نہیں۔ (ص:۳۷۶)

نتیجہ: بندے کو چاہیے کہ لوگوں کی عیب جوئی پر کان نہ دھرے کیوں کچھ لوگ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی برا بھلا کہتے رہتے ہیں حالاں کہ وہ ایسا کرکے خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔

تکبر بڑی بلا ہے

حضرت شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے معلوم کیا گیا کہ جو آدمی بادشاہ کا احتساب کرے اس کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا مجھے خدشہ ہے اسے کوڑے لگائے جائیں گے، عرض کی گئی اگر وہ ان کوڑوں کو برداشت کرے تو؟ فرمایا مجھے خدشہ ہے اسے قتل کردیا جائے گا، لوگوں نے کہا اگر وہ اسے بھی خوشی

سے قبول کرلے تو؟ فرمایا وہ ایک ایسی مصیبت میں مبتلا ہوگا جو ان دونوں باتوں سے بھی بڑی ہے اور وہ تکبر ہے۔(ص:۴۲۰)

نتیجہ: کبھی کبھی احتساب تکبر کو جنم دیتا ہے کیوں کہ محتسب کو بادشاہ پر بھی اپنی برتری کا احساس ہونے لگتا ہے اور یہی احساس برتری ''تکبر'' ہے۔

محتسب اور قصاب

منقول ہے ایک آدمی ایک قصاب سے بلّی کے واسطے چھیچھڑے لیا کرتا تھا، اس نے ایک دن قصاب کی بے جا حرکت دیکھی تو سب سے پہلے وہ آدمی گھر آیا اور اس بلّی کو باہر نکال دیا، پھر قصاب کے پاس آیا اور اس پر احتساب کیا، قصاب نے کہا اچھا اب آیندہ تو مجھ سے چھیچھڑے نہ مانگنا اس آدمی نے جواب دیا میں نے اس سے قبل ہی بلّی کو گھر سے نکال دیا ہے، پھر تم پر احتساب کرنے آیا ہوں۔ (ص:۴۲۳)

نتیجہ: احتساب پر ردعمل ہوتا ہے اس لیے احتساب سے پہلے اس کی پیش بندی ضروری ہے ورنہ صحیح طور پر احتساب نہیں کیا جاسکتا۔

تہبند اونچا کرلو!

حضرت شیخ صلت بن اشیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی ان کے سامنے سے گذرا اس کا تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا جیسے مغروروں کا طریقہ ہے، شاگردوں نے چاہا اس پر سختی کریں، لیکن انہوں نے اپنے تلامذہ کو جھڑکنے سے روک دیا اور کہا میں اس کی تدبیر کرتا ہوں، تب آپ نے اسے آواز دی اور فرمایا بھائی مجھے تم سے کچھ کام ہے، اس نے کہا کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا تہبند (ازار) اونچا اٹھالو، اس نے کہا بہت اچھا یہ کہہ کر اس نے تہبند اونچا اٹھالیا، تب انہوں نے اپنے تلامذہ سے کہا اگر میں اسے سختی سے کہتا یا اسے گالی دیتا تو یہ کبھی قبول نہ کرتا۔(ص:۴۲۴)

نتیجہ: شریعت میں ازار (تہبند) کو ٹخنوں سے نیچے پہننے کو منع قرار دیا گیا ہے نیز یہ طریقہ مغروروں کا ہے، کسی کی برائی کو دور کرنے کے لیے حکمت سے کام لینا چاہیے نہ کہ اس پر بے جا سختی کی جائے۔

اللہ عزوجل دیکھ رہا ہے

منقول ہے کہ ایک آدمی ایک عورت کو اس کی مرضی کے خلاف پکڑے ہوئے تھا اور اس کے ہاتھ میں چُھری تھی، عورت واویلا کررہی تھی، لیکن کسی کو یہ قدرت نہ تھی جو اس آدمی کے پاس جائے اور اسے منع کرے، حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے پاس گئے اور اس کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوگئے، وہ آدمی بے ہوش ہوکر گرپڑا اور اس کا بدن پسینہ پسینہ ہوگیا اور عورت اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی، جب کچھ دیر کے بعد اسے ہوش آیا تو لوگوں نے معلوم کیا تم پر کیا بیتی؟ اس نے کہا میں صرف اتنا علم رکھتا ہوں کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور اپنا جسم میرے جسم سے ملا کر آہستگی سے کہا، اللہ عزوجل دیکھ رہا ہے تو کہاں ہے اور کیا کررہا ہے؟ اس بات کی ہیبت سے میں بے ہوش ہوکر گرپڑا، لوگوں نے کہا وہ شخص حضرت بشر حافی تھے، اس نے کہا میں اتنا شرمندہ ہوں کہ اب ان کا دیدار بھی نہیں کرسکتا، پھر اسی وقت اسے بخار ہوگیا اور ایک ہی ہفتہ کے اندر انتقال ہوگیا۔(ص:۴۲۴)

نتیجہ: اگر بندے کے دل میں خوف الٰہی بس جائے اور اس کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے ہر دم دیکھتا ہے تو یقیناً وہ بہت سارے گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

کامیاب طریقۂ حکومت

ہشام بن عبد الملک کا دور خلافت تھا، اس نے حضرت شیخ ابو حازم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو ایک عظیم عالم تھے، معلوم کیا حکومت و ریاست میں کامیابی و نجابت کی کیا تدبیر ہے؟ انہوں نے فرمایا ایک تو یہ ہے کہ جو روپیہ تم لیتے ہو وہ حلال طریقے سے لو اور ایسے آدمی کو دو جو اس کا مستحق ہے، ہشام نے معلوم کیا یہ کام کون سا آدمی کرسکتا ہے تو انہوں نے جواب میں کہا یہ کام وہ کرسکے گا جو دوزخ کے عذاب سے ڈرے اور جنت کو دوست رکھتا ہو۔(ص:۴۳۲)

نتیجہ: بادشاہوں یا حاکموں کو اپنے ماتحتوں سے ناجائز طریقے پر مال لینا درست نہیں بلکہ ظلم ہے اور حکومتیں ظلم سے نہیں بلکہ رعایا کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرکے ان کے دل جیتنے سے چلتی ہیں۔

پل صراط جھٹکا دے گا

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں کسی کی تعریف نہیں کرتا لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا میں نے آقا علیہ السلام سے سنا ہے قیامت کے دن تمام بادشاہوں کو طلب کیا جائے گا چاہے وہ عالم ہوں یا ظالم تمام کو صراط پر کھڑا کیا جائے گا اور صراط کو حکم دیا جائے گا انہیں ایک جھٹکا لگا، پس جس نے حکم دینے میں زیادتی کی ہوگی فیصلے میں رشوت لی ہوگی، یا ایک گروہ کی بات غور سے سنی ہوگی اور دوسرے گروہ کی سرسری طور سے، ایسے تمام لوگ وہاں جھٹکے سے نیچے آ جائیں گے اور ستر برس تک دوزخ کے غار میں جلیں گے تب کہیں جا کر اپنے ٹھکانے پر پہنچیں گے۔

(ص:۴۳۵)

نتیجہ: کسی کی بے جا تعریف کرنا گویا اس کو مغرور بنانا ہے، ارباب اقتدار و اختیار کے لیے ضروری ہے کہ وہ معاملات میں حتی الامکان انصاف کرنے کی کوشش کریں، فریقین کی باتوں کو غور سے اور برابر سنیں تا کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا پیشہ زرہ بنانا کیسے ہوا؟

حدیث مبارک میں آیا ہے حضرت داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر باہر نکلا کرتے تھے اور جو کوئی نظر آتا اس سے معلوم کرتے داؤد کی سیرت اور طرز زندگی اور معاش کیسی ہے؟ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام ایک آدمی کی شکل میں سامنے آئے، حسب سابق ان سے بھی حضرت داؤد علیہ السلام نے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا، داؤد نیک ہوتا اگر وہ بیت المال سے اپنی روزی نہ لیتا، داؤد علیہ السلام اپنے محراب میں گئے اور روتے ہوئے عرض گزاری اللہ عزوجل مجھے کوئی فن سکھا دے تا کہ میں اپنے ہاتھ سے کما کر کھا سکوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں زرہ بنانا سکھا دیا۔ (ص:۴۳۵)

نتیجہ: حضرت داؤد علیہ السلام جیسا نبی جب اپنی زندگی گزارنے کے ذریعہ کی دعا اللہ تبارک وتعالیٰ سے کر کے زرہ بنانا سیکھ سکتا ہے تو ہم تمام کو بدرجہ اولیٰ دوسرے کے سہارے پر بھروسہ کرنے کے بجائے خود محنت ومشقت سے روزی حاصل کرنی چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حساب

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے دعا مانگی، اللہ عزوجل! مجھے خواب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھا دے چناں چہ بارہ سال کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا آپ چلے آرہے ہیں ایسے جیسے کوئی غسل کر کے آیا ہو اور تہبند باندھے ہو (یعنی جسم پسینہ سے شرابور تھا) آپ کو دیکھتے ہی میں نے پوچھا اے امیر المومنین! اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ آپ نے فرمایا اے عبداللہ! تمہارے پاس سے گئے مجھے کتنا عرصہ ہوا میں نے عرض کی بارہ سال، آپ نے فرمایا میں اب تک حساب چکا رہا تھا مجھے اس کا خدشہ تھا میرا معاملہ تباہ ہو جائے گا آخر کار مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کے احترام کی وجہ سے رہائی نصیب ہوگی۔ (ص:۴۳۵)

نتیجہ: امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے پاس کوئی شاہی کرّ وفرّ نہیں تھا اور نہ ہی لوازم سے اپنے آپ کو آراستہ کیا تھا لیکن پھر بھی ان کے حساب وکتاب کے تعلق سے بارہ سال کا عرصہ لگ گیا تو آج کل کے دنیادار امیروں اور رئیسوں کے حساب کا کیا حال ہوگا؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک جنازہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن ایک جنازہ کی نماز پڑھنی چاہی، ایک آدمی نے بڑھ کر نماز پڑھا دی جب اس میت کو دفنا چکے تو آپ نے اس کی قبر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے اللہ عزوجل! اگر تو اسے عذاب دے تو یہ اس کے لائق ہے کیوں کہ اس نے تیری کوتاہی کی ہوگی اور اگر تو اس پر رحم کرے اور رحمت فرمائے تو یہ تیری رحمت کا محتاج ہے، اے مردے تجھے مبارک ہو اگر تو کبھی سردار اور بادشاہ نہ تھا اور نہ نقیب تھا نہ مددگار نہ قاتل اور نہ خراج وصول کرنے والا، آپ کے یہ دعا فرمانے کے بعد وہ آدمی جس نے نماز جنازہ پڑھائی نظروں سے اوجھل ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس آدمی کو ڈھونڈو، لیکن اس کے باوجود وہ آدمی نہ ملا اس پر آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر علیٰ نبینا علیہ السلام تھے۔ (ص:۴۳۴)

نتیجہ :اس کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ بالا لوگوں کا حساب وکتاب بہت سخت ہوگا، اور جواب دہی مشکل ہوگی۔

بزرچمہر کا ایلچی اور حضرت عمر

منقول ہے بزرچمہر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک ایلچی بھیجا تا کہ وہ دیکھے کہ آپ کیسے آدمی ہیں اور آپ کا سردار کیسا ہے؟ جب یہ آدمی مدینہ منورہ پہونچا تو اس نے معلوم کیا، تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا ہمارا بادشاہ نہیں ہے ہمارا امیر ہے اور ابھی کسی کام سے باہر گیا ہے، یہ خبر سن کر سفیر باہر نکلا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ کوڑا تکیہ کی جگہ کر کے نیچے رکھے دھوپ میں (زمین پر) سوئے پڑے ہیں اور آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہے اور اس سے زمین گیلی ہو رہی ہے، جب اس نے یہ حال دیکھا تو اس کے دل میں عجیب ہی تاثر ظاہر ہوا اور بولا کہ عجیب بات ہے وہ آدمی جس کی ہیبت سے تمام بادشاہ کانپتے اور خوف زدہ ہیں اس کا اپنا یہ حال ہے، پھر وہ کہنے لگا اے امیر المومنین! آپ نے انصاف فرمایا ہے اس لیے بے فکر سو رہے ہیں اور ہمارا بادشاہ چوں کہ ظالم ہے اس لیے وہ ہمیشہ خوف زدہ اور ہراساں رہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ حق صرف آپ کا دین ہے، اگر میں سفیر و ایلچی بن کر نہ آیا ہوتا تو اسی وقت مسلمان ہو جاتا اب میں پھر واپس آؤں گا اور اسلام قبول کرلوں گا۔ (ص:۳۴۵-۴۶)

نتیجہ :اسے کہتے ہیں کمال انکساری کہ امیر المومنین ہونے کے باوجود فرش زمین پر کوڑے کو تکیہ بنائے ہوئے ہیں اور بے جائے گھر اور ٹھنڈی جگہ کے دھوپ میں سوئے ہیں تبھی تو آپ کی اداؤں کو دیکھ کر ایک سفیر آپ کو اور آپ کے دین کو حق کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے آج کل کے ارباب اقتدار اور صاحبان مسند وارشاد کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض کی نصیحتیں

منقول ہے ہارون رشید اپنے مصاحب عباس کے ساتھ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ کے پاس گئے جب ان کے دروازے پر پہونچے تو سنا کہ وہ قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمارہے ہیں: اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴿۲۱﴾ (الجاثیہ) ''کیا جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، کیا یہ سمجھے ہی کہ ہم انھیں ان جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اچھے کام کے لیے ان کی زندگی اور موت برابر ہو جائے، کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں''

یہ آیت سن کر ہارون نے کہا اگر ہم نصیحت حاصل کریں تو ہمیں یہی کافی ہے۔ ہارون نے کہا اچھا دروازے پر دستک دو، عباس نے دروازہ پر دستک دی اور آواز دی اے شیخ! امیر المومنین تشریف لائے ہیں، شیخ نے جواب دیا مجھ سے ان کا کیا کام، عباس نے جواب دیا امیر المومنین کی اطاعت کیجیے، یہ سن کر حضرت فضیل نے دروازہ کھول دیا، رات کا وقت تھا شیخ نے چراغ بجھا دیا، تاریکی میں حضرت فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ سے ہارون کا ہاتھ مس ہوا تو شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ایسا نازک ہاتھ عذاب الٰہی سے محفوظ نہ رہے تو افسوس ہے پھر کہا اے امیر المومنین قیامت کے روز خداوند عزوجل کے سامنے جواب دینے کو تیار رہیے کہ آپ کو ہر ایک مسلمان کے ساتھ بٹھایا جائے گا اور آپ سے اس کا عدل مانگا جائے گا، اس سے ہارون رونا شروع ہوگیا، عباس نے کہا اے شیخ! آپ نے تو امیر المومنین کو مار ڈالا، حضرت شیخ فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اے ہامان! تو اور تیری طرح کے لوگوں نے امیر المومنین کو تباہ کیا ہے اور تو کہتا ہے کہ میں نے مار ڈالا، ہارون نے آپ سے کہا حضرت شیخ نے مجھے فرعون جانا اسی وجہ سے تجھے ہامان کہا، اس کے بعد ہارون نے ہزاروں دینار ان کو پیش کیے اور کہا یہ حلال مال ہے، میری والدہ کے مہر کی رقم ہے اسے قبول فرمالیں حضرت شیخ فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا میں تمہیں کہتا ہوں جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے چھوڑ دو اور مال والوں کو مال دے دو اور تم مجھے مال دے رہو، آخر کار یہ دونوں واپس لوٹ آئے۔ (ص:۳۴۷)

نتیجہ :حقیقت میں جو بزرگ اور عالم دین دار ہوتا ہے اسے بادشاہوں اور امیروں کے مال کی لالچ نہیں ہوتی، کیوں کہ بادشاہوں اور امیروں کا مال حق بات کہنے میں آڑے آتا ہے اور وہ اسے برداشت نہیں کرتے۔

شیخ ابو حازم کی بھوسی کی برکت

سلیمان بن عبدالملک کا زمانہ تھا ایک دن اس نے غور کیا کہ میں نے دنیا میں اتنا عیش و آرام کیا ہے قیامت میں میری حالت کیا ہوگی؟ اس فکر میں اس نے خادم کو حضرت شیخ ابو حازم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بھیجا، وہ عالم وزاہد زمانہ تھے اور کہلا بھیجا، آپ جس شئے سے اپنا روزہ افطار کرتے ہیں اس میں سے کچھ مجھے بھیج دیں، شیخ نے تھوڑی سی بھوسی بھُن کر سلیمان بن عبدالملک کے پاس بھیج دی اور کہہ دیا میں رات کو یہی کھاتا ہوں، سلیمان بھوسی کو دیکھ کر رو پڑا اور اس کے دل پر بہت اثر ہوا، اس نے مسلسل تین دن روزے رکھے اور کچھ نہ کھایا اور تیسرے دن اس بھوسی سے روزہ افطار کیا، کہتے ہیں اسی رات اس نے اپنی بیوی سے مجامعت کی اور اس کے نتیجے میں حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پیدا ہوئے، انہیں حضرت عبدالعزیز کے فرزند حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ ہیں جو عدل وانصاف میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پرتو تھے۔ (ص:۴۳۸)

نتیجہ: یہ تھی ایک اللہ والے کی بھوسی کی برکت کہ اس سے افطار کے نتیجے میں جو خون بنا وہ اپنے وقت کے ایک انصاف ور بادشاہ کی شکل میں معرض وجود میں آیا، آج بھی شیخ ابو حازم کی بھوسی کی ضرورت ہے تاکہ پھر سے کوئی عمر بن عبدالعزیز پیدا ہو۔

حدیث کی برکت سے سزا معاف ہوگئی

منقول ہے کہ ابوجعفر منصور کا عہد حکومت تھا ایک دن اس نے ایک خائن/ بددیانت کے قتل کا فرمان جاری کیا، اس وقت حضرت شیخ مبارک بن نصار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاضر تھے انہوں نے فرمایا اے امیر المومنین! اس قتل سے پہلے مجھ سے آقا علیہ السلام کی ایک حدیث سنو۔ ابوجعفر نے کہا سنائیں انہوں نے کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آقا علیہ السلام نے فرمایا بروز قیامت تمام مخلوق کو ایک صحرا میں اکٹھا کیا جائے گا اور منادی آواز دے گا جس کا اللہ عزوجل پر حق ہو وہ کھڑا ہو جائے، اس وقت کوئی کھڑا نہ ہوگا سوائے اس آدمی کے جس نے کسی کو معاف کیا ہوگا۔ یہ

حدیث سنتے ہی ابوجعفر بولا اسے چھوڑ دو، میں نے اسے معاف کر دیا۔ (ص:۴۴۰-۴۱)

نتیجہ: یہ حدیث نبوی ﷺ سننے کی برکت تھی کہ اس کی جان بچ گئی یقیناً بہت سے مواقع پر احادیث طیبہ نے زندگیوں میں انقلاب برپا کیا ہے۔

انار کھانے کا شوق

حضرت شیخ ابراہیم خوّاص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا میں پہاڑ پر جاتا تھا وہاں انار بہ کثرت تھے، مجھے انار کھانے کا شوق ہوا میں نے ایک انار توڑا اور وہ کڑوا نکلا میں نے اسے ایسے ہی چھوڑ دیا اور وہاں سے آگے چلا گیا، میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو زمین پر لیٹا ہے اور اسے بھڑیں کاٹے جارہی ہیں، میں نے اسے سلام کیا اس نے جواب میں وعلیک السلام یا ابراہیم کہا، میں نے اس آدمی سے پوچھا آپ کو میرا نام کیسے معلوم پڑ گیا، انھوں نے جواب دیا جو اللہ عزوجل کو پہچان لے تو پھر اس پر کوئی شئے چھپی نہیں رہتی، میں نے کہا آپ کو اللہ عزوجل کے حضور ایک نسبت حاصل ہے تو آپ دعا کیوں نہیں فرماتے وہ ان بھڑوں کو آپ سے دور فرما دے، انہوں نے کہا تم بھی اس سے نسبت رکھتے ہو تو یہ دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ تم سے انار کھانے کا شوق دور فرما دے کیوں کہ اس سے آخرت میں نقصان ہوگا ان بھیڑوں کی تکلیف تو صرف دنیا تک محدود ہے۔ (ص:۴۵۴)

نتیجہ: اللہ عزوجل کی معرفت اشیا سے حجاب کو اٹھا دیتی ہے، اور اس حکایت سے یہ چیز بھی معلوم ہوئی کہ دنیا کی تکلیف آخرت کے مقابلے ہلکی ہوتی ہے۔

حضرت شیخ ابراہیم بن ادہم اور سپاہی

حضرت شیخ ابن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دفعہ جنگل میں گئے، تھوڑی دیر بعد ایک سپاہی ان کے پاس آیا اور ان سے کہا تم غلام ہو، انہوں نے فرمایا ہاں اس نے کہا مجھے آبادی کا راستہ بتاؤ، آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ فرمادیا اور فرمایا کہ وہاں آبادی ہے، سپاہی نے آپ کے سر پر ڈنڈا مارا، آپ کے سر سے خون نکلنے لگا، سپاہی آپ کو پکڑ کر شہر لے آیا، جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو سپاہی سے بولے اے احمق! یہ حضرت ابراہیم بن ادہم ہیں یہ سنتے ہی سپاہی گھوڑے سے اتر گیا اور آپ

کے قدموں کو بوسہ دیا اور بولا میں آپ کا غلام ہوں، لیکن یہ فرمائیے آپ نے مجھ سے کیوں فرمایا تھا میں غلام ہوں، آپ نے فرمایا میں نے اس سبب سے کہا تھا کہ میں اللہ عزوجل کا بندہ ہوں، سپاہی نے کہا جب میں نے آبادی سے متعلق معلوم کیا تھا تو آپ نے قبرستان کی طرف کیوں اشارہ کیا تھا ،فرمایا اس لیے کہ شہروں کی آبادی تو ایک دن ویران ہوجائے گی، لشکری نے عرض کی اچھا یہ بتائیے کہ جب میں نے ڈنڈے سے آپ کا سر پھوڑ دیا تھا تو آپ نے مجھے دعا کیوں دی تھی؟ آپ نے فرمایا دعا دینے میں دو ثواب ہیں، میں نے یہ پسند نہ کیا تم سے مجھے نیکی اور ثواب حاصل ہو اور اس کے عوض مجھ سے تمھیں بددعا۔ (ص:۴۵۷)

نتیجہ: اذیتوں پر صبر کرنا اور بہ جاے بددعا کے دعاے خیر کرنا سرکار دوعالم ﷺ اور بزرگوں کی سنت ہے اس کا جیتا جاگتا ثبوت یہ ہے کہ طائف کے لوگوں نے جب سرکار کا جسم مبارک پتھروں سے لہولہان کردیا تھا تو اس وقت بھی آپ نے ان کے لیے خیر ہی کی دعا کی تھی اور کہا تھا کہ یہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔

یہ تو کتے کی عادت ہے

حضرت شیخ ابوعثمان خیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک دعوت میں مدعو کیا گیا تاکہ ان کی قوت برداشت کو آزمایا جائے چناں چہ وہ صاحب خانہ کے یہاں پہونچے تو اس نے انھیں اندر نہ جانے دیا اور کہا کھانا ختم ہوگیا ہے، یہ سن کر آپ واپس تشریف لے آئے، آپ نے ابھی کچھ ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ صاحب خانہ آپ کے پیچھے پہونچا اور آپ کو واپس لے آیا، لیکن پھر لوٹا دیا، ایسے ہی کئی دفعہ آپ کو بلایا اور واپس کردیا، آخر کار اس صاحب خانہ نے کہا فی الواقع ہی آپ ایک بہت بڑے جواں مرد ہیں، آپ نے اس آدمی سے کہا یہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے یہ تو کتے کی عادت ہے، جب اسے بلاتے ہیں وہ بلانے پر آجاتا ہے، جب اسے دھتکارتے ہیں تو واپس پلٹ جاتا ہے، تو یہ کوئی قابل ستائش بات تو نہ ہوئی۔ (ص:۴۵۸)

نتیجہ: یہ حضرت ابوعثمان خیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تحمل، بردباری اور اعلیٰ درجے کی انکساری تھی ورنہ ایک دفعہ جانے سے روکنے پر بڑا سے بڑا غیرت مند بھی دوبارہ نہیں جاتا۔

خاک ڈالنے پر اللہ کا شکر بجالائے

ایک دفعہ حضرت شیخ ابوعثمان خیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سر پر کسی نے خاک ڈال دی، آپ نے اپنے لباس سے اسے جھاڑ دیا اور اللہ عزوجل کا شکر بجالائے، لوگوں نے پوچھا آپ شکر کس بات کا بجالائے ہیں، آپ نے فرمایا جو آگ میں ڈالے جانے کے لائق ہو اگر اس کے سر پر خاک ڈالی جانے پر ہی اکتفا کیا جائے تو کیا یہ شکر بجالانے کا مقام نہیں ہے۔ (ص:۴۵۹)

نتیجہ: سبحان اللہ! خاک ڈالنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر بجالانا اللہ والوں کا ہی شیوہ ہوسکتا ہے ورنہ آج کل تو ایسا کرنے پر لاٹھی ڈنڈا اور لات گھونسہ چلنے کی نوبت آجائے گی۔

حمامی

بزرگوں میں سے ایک بزرگ کا رنگ سیاہ تھا ان کے گھر کے سامنے ایک حمام تھا، جب آپ حمام میں جاتے تو اسے خالی کرایا جاتا ایک دن حسب معمول جب آپ حمام میں گئے تو حمامی کی بے خبری سے ایک کسان وہاں رہ گیا تھا، اس نے جب ان بزرگ کو دیکھا تو سمجھا یہ آدمی حمام کے خدمت گاروں سے ہے، اس لیے اس نے کہا اٹھو اور پانی لاؤ! آپ نے پانی لاکر رکھ دیا، اس نے کہا مٹی لاؤ! ایسے ہی آپ اس کے کام سرانجام دیتے رہے جب حمامی آیا اور اس نے کسان کی آواز سنی تو وہ آپ کے ڈر سے حمام سے بھاگ کھڑا ہوا، جب آپ حمام سے باہر آئے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا، حمامی سے کہو، بھاگے نہیں کیوں کہ غلطی تو اس آدمی کی ہے جس نے فرزند کے نطفہ کو ایک سیاہ فام کنیز کے رحم میں ڈالا (اس میں حمامی کا کیا قصور ہے) (ص:۴۵۸)

نتیجہ: غلطیوں کو معاف کردینا بڑے لوگوں کی عادت ہوتی ہے نیز چھوٹے چھوٹے کام کرنے سے آدمی چھوٹا نہیں ہوجاتا بلکہ یہ نفس کشی کا باعث ہوتا ہے جس سے تکبر نہیں پیدا ہوتا۔

تاکہ یہ کھوٹے روپے کسی مسلمان کو نہ دے

حضرت شیخ عبداللہ خیاط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عظیم بزرگ تھے، ایک آتش پرست ان سے

کپڑے سلواتا اور ہر دفعہ انہیں اجرت میں کھوٹے دو روپے دے جاتا اور وہ اس سے لے لیتے، ایک دفعہ یہ کہیں گئے ہوئے تھے آپ کے شاگرد نے آتش پرست سے کھوٹے روپے نہ لیے، جب حضرت عبداللہ خیّاط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واپس آئے اور انہیں معلوم ہوا تو آپ نے شاگرد سے فرمایا، تو نے کھوٹے روپے کیوں نہ لیے کئی سالوں سے وہ مجھے کھوٹے روپے دیتا ہے اور میں خاموشی سے لے لیتا ہوں تا کہ وہ یہ کھوٹے روپے کسی مسلمان کو نہ دے۔ (ص:۴۵۸)

نتیجہ: اسے کہتے ہیں ایثار کہ خود کھوٹے روپے اس لیے لیتے تھے تا کہ دوسرے مسلمان بھائی اس سے محفوظ رہیں آج کل معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو زک پہونچانے میں کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا چہ جائے کہ کھوٹا روپیہ لے۔

بچپن سے جوانی تک

حضرت شیخ سہیل تُستَری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، جب میری عمر تین سال کی تھی تو میں اپنے ماموں حضرت محمد بن سَوَّار رحمۃ اللہ کو جب وہ نماز پڑھتے، دیکھتا رہتا، ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے کہا اے لڑکے! تو خدا کو جس نے تجھے پیدا کیا ہے یاد نہیں کرتا؟ میں نے کہا کیسے یاد کروں! انہوں نے فرمایا رات سوتے وقت تین مرتبہ اس طرح کہا کرو اللہ میرے ساتھ ہے، اللہ مجھے دیکھتا ہے، چناں چہ کئی راتوں تک میں نے ایسے ہی عمل کیا، پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا، ہر رات میں گیارہ مرتبہ کہا کرو آخر کار اس ذکر کی مٹھاس میرے دل میں ظاہر ہوگئی، جب ایسے ہی ایک سال بیت گیا تو مجھ سے فرمایا جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے اسے تمام عمر یاد رکھنا، میں نے کچھ سالوں تک اس ذکر کو یاد رکھا، یہاں تک کہ میرے دل و دماغ میں اس کی مٹھاس پیدا ہوگئی، پھر ایک دن ماموں نے فرمایا جب اللہ عزوجل اسے دیکھتا ہے تو لازم ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کرے، خبردار لڑکے گناہ نہ کرنا۔ کیوں کہ اللہ عزوجل تجھے ہمیشہ دیکھتا ہے اس کے بعد مجھے ایک استاذ کے حوالے کر دیا لیکن میرا دل وہاں پریشان رہتا تھا اس لیے میں نے کہا مجھے مدرسہ میں ایک لمحہ سے زیادہ کے لیے نہ بھیجا جائے، چناں چہ اسی طرح ہوا، میں نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کر لیا، جب میں دس سال کا ہوا تو میرا یہ

معمول ہو گیا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھتا اور جو کی روٹی کھاتا تھا، بارہ سال کی عمر تک میری یہی حالت رہی، جب میری عمر کا تیرہواں برس شروع ہوا تو میرے دل میں ایک مشکل مسئلہ ظاہر ہوا جس کے حل کے لیے میں بصرہ گیا، وہاں کے تمام علما سے وہ مشکل آسان نہ ہو سکی، مجھے علم ہوا کہ آبادان میں ایک متبحر عالم ہیں وہ مسئلہ ان سے حل ہو جائے گا لہٰذا میں وہاں پہنچا انہوں نے اس مسئلے کو حل کر دیا، میں کچھ دن ان کے پاس ٹھہرا رہا، پھر تُستَر واپس لوٹ آیا، یہاں میں نے ایک روپے کے جو خرید ے، افطار کے وقت بغیر سالن کے جو کی روٹی کھایا کرتا تھا، پورے ایک سال کے لیے ایک روپے (درہم) کے جو کافی ہوتے تھے پھر میں نے قصد کیا کہ تین روز کے بعد کچھ کھایا کروں، جب میں اس کا عادی ہو گیا اور اس کی قدرت ظاہر ہوگئی تو پانچ دن رات، پھر سات دن رات بھوکا رہنے لگا آخر مجھ میں پچیس دن تک بھوکا رہنے کی طاقت پیدا ہوگئی بیس سال تک میرا یہی حال رہا، بیس دن رات تک بھوکا رہتا اور رات بیداری میں گزارتا۔ (ص:۴۶۲)

نتیجہ: بچپن میں دل کورے کاغذ کی مثل ہوتا ہے اس پر جو چیز لکھی جائے گی ہمیشہ کے لیے نقش ہو جائے گی، اس لیے اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت کا اہتمام بچپن سے ہی کیا جائے تا کہ اس کے اثرات آخری عمر تک باقی رہیں۔

جالینوس کی دانائی

بیان کیا گیا ہے کہ حکیم جالینوس کے دور میں ایک آدمی کی سیدھی انگلی درد کرنے لگی، ناقص ڈاکٹر اس انگلی پر دوائیاں لگاتے رہے مگر بے سود۔ جب جالینوس سے رجوع کیا تو اس نے اس کے بائیں کاندھے پر دوا لگائی، لوگوں نے کہا یہ بے وقوفی ہے انگلی کے درد کو کاندھے کے علاج سے کیا واسطہ، مگر بالآخر انگلی کا درد ختم ہو گیا۔

جالینوس نے جان لیا تھا کہ درحقیقت عصب (پٹھے) کی خرابی ہے، تمام اعصاب دماغ اور پشت سے نکلے ہیں جو بائیں سمت سے نکلتے ہیں وہ دائیں جانب آتے ہیں اور جو اس کے برعکس نکلتے ہیں وہ بائیں طرف آتے ہیں۔ (ص:۶۴-۴۶۳)

نتیجہ: جس طرح ایک ماہر حکیم بیماری کی تشخیص کر کے اس کا صحیح علاج کرتا ہے اگرچہ وہ طریقۂ علاج بہ ظاہر غلط معلوم ہو اسی طرح شیخ کامل کے بعض احکام جو بہ ظاہر مرید کے حق میں ناروا معلوم ہوتے ہیں، مرید کو ان کی بجا آوری میں توقف نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ وہی اس کے حق میں مفید ہیں۔

خواہش کے باوجود مچھلی نہ کھائی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے ان کا دل چاہا کہ بھنی ہوئی مچھلی کھائیں، حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، مدینہ شریف میں بڑی تلاش کے بعد میں نے مچھلی خریدی، اسے تل کر آپ کے پاس لے گیا اتنے میں ایک سائل آیا، آپ نے فرمایا اے نافع! یہ مچھلی اسے دیدو میں نے کہا یہ تو آپ کی خواہش تھی اور میں نے بڑی تلاش کے بعد یہ مچھلی فراہم کی ہے۔ آپ اسے رہنے دیں میں اس کی قیمت اس سائل کو دے دیتا ہوں، آپ نے فرمایا نہیں تم یہ مچھلی ہی اسے دے دو، چناں چہ پھر خریدی اور آپ کے پاس لے کر آیا آپ نے فرمایا یہ اس سائل کو دے دو، اور وہ جو اس کی قیمت سائل کو دی ہے وہ بھی واپس مت لینا کہ میں نے آقا علیہ السلام سے سنا ہے جب کسی کو ایک شئی کھانے کی تمنا ہو اور وہ اسے اللہ عزوجل کے لیے نہ کھائے تو اللہ عزوجل اسے بخش دیتا ہے۔

(ص:۴۷۷)

نتیجہ: اسے کہتے ہیں ترک خواہش اور نفس کُشی، مومن ترک خواہش سے ہی قرب الٰہی حاصل کرتا ہے خواہشات کی پیروی کرنے والا نیکوں میں شامل نہیں ہوتا۔

روٹی ملنے پر رونے لگے

حضرت شیخ احمد ابو حوّار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت شیخ ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے، کہتے ہیں میرے مرید نے ایک دن گرم روٹی کی آرزو کی، تاکہ اسے نمک سے کھائے، میں نے گرم روٹی لا کر پیش کی۔ آپ نے اس کا ایک ٹکڑا توڑا اور پھر رکھ دیا اور رو رو کر فرمانے لگے اے اللہ عزوجل! تو نے مجھے میری خواہش کی چیز عطا فرما دی شاید مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے میں اس

گناہ سے توبہ کرتا ہوں تو میری کوتاہی معاف فرما دے۔ (ص:۴۷۷)

نتیجہ: لوگ خواہش اور پسند کی چیز ملنے پر خوش ہوتے ہیں اور اللہ والے خواہشات کا پوری ہونا اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضگی کا سبب مانتے ہیں۔

مجھے شیر سے اتنا ڈر نہیں لگتا جتنا امرد سے

ایک شیخ کا فرمان ہے کہ مرید کے سلسلے میں مجھے کسی شیر سے اتنا ڈر نہیں لگتا جو امرد سے ظاہر ہوتا ہے، ایک مرید نے بیان کیا ایک بار شہوت کی زیادتی سے میں بے تاب ہوا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی ایک رات میں نے ایک آدمی کو خواب میں دیکھا انہوں نے مجھ سے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے اپنا حال کہہ سنایا، انہوں نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیا، جب میں نیند سے اٹھا تو میری طبیعت میں سکون تھا ایسے ہی ایک سال بیت گیا اس کے بعد شہوت نے پھر غلبہ پکڑا، میں نے اسی طرح آہ وزاری کی، وہی صاحب پھر خواب میں آئے اور مجھ سے فرمایا کیا تو اس شہوت سے دوری چاہتا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! انہوں نے فرمایا گردن جھکا میں نے گردن جھکا دی انہوں نے تلوار سے میری گردن اڑا دی، جب میں جاگا تو مجھ کو سکون تھا۔ ایک سال ایسے ہی مزید گذرا ایک سال بعد پھر وہ حالت ظاہر ہوئی، میں رونے لگا، میں نے خواب میں پھر انہیں صاحب کو دیکھا، انہوں نے مجھے فرمایا تو خود سے ایسی شئے کو دور کرنا چاہتا ہے جو اللہ عزوجل کی مرضی نہیں ہے، جب میں بیدار ہوا تو متنبہ ہو کر میں نے نکاح کر لیا اور اس شہوت کے غلبے سے خلاصی پائی۔ (ص:۴۷۸)

نتیجہ: شہوت ایسی آفت ہے جس سے چھٹکارا پانا بڑا مشکل ہوتا ہے اور اسی شہوت ہی کی بنا پر انسان کبھی کبھی غلط قدم بھی اٹھا لیتا ہے اس لیے اس کے زائل کرنے کا سب سے موثر طریقہ شادی ہے۔

حضرت سلیمان بن بشّار کا تقویٰ

حضرت سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں میں حج کو جا رہا تھا، جب مدینہ سے نکل کر ''ابوا'' میں قیام کیا تو میرا ساتھی غلّہ لادنے چلا گیا، اس دوران ایک عورت آئی جو حسن میں عرب کی ماہ جبیں تھی، اس نے مجھ سے کہا اٹھو! میں نے سمجھا مجھ سے کھانا طلب کر رہی ہے دسترخوان لانے لگا تو اس

نے کہا اس کی ضرورت نہیں، میں تو وہ چاہتی ہوں جو عورتیں مردوں سے چاہتی ہیں، میں سر جھکا کر رونے لگا اور اتنا رویا کہ وہ عورت ناامید ہو کر چلی گئی۔

جب میرا دوست ساتھی آیا اور میرے چہرے پر رونے کے آثار دیکھے تو پوچھا یہ رونا کیسا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ بچوں کی یاد آ گئی تھی ان کی یاد میں رو رہا تھا، میرے ساتھی نے کہا بات یہ نہیں ہے تم پر جو افتاد پڑی ہے وہ مجھ سے بیان کرو، جب اس نے ضد کی تو میں نے جو واقعہ گذرا تھا اسے بیان کر دیا یہ قصہ سنتے ہی وہ بھی رونے لگا، میں نے کہا تم کیوں روتے ہو؟ اس نے کہا اگر تمہاری بہ جائے میں ہوتا تو مجھ سے انکار نہ ہو سکتا، پھر جب ہم مکہ معظّمہ پہونچے تو طواف وسعی سے فارغ ہونے کے بعد، میں ایک حجرے میں جا کر سو گیا، میں نے خواب میں ایک بہت صاحب حسن وجمال آدمی کو دیکھا، میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہوں میں نے کہا اچھا آپ ہی حضرت یوسف صدیق علیہ السلام ہیں، فرمایا ہاں! میں نے کہا عزیز مصر کی بیوی کے ساتھ آپ کا عجیب وغریب معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا معاملہ اعرابی عورت کے ساتھ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ (ص:۴۷۹)

نتیجہ: اگر کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے خوف سے ''شہوت'' پر قدرت کے باوجود اسے ترک کر دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے اور اسے حضرت یوسف علیہ السلام جیسا رتبہ عطا کیا جاتا ہے۔

خلوص کے ساتھ دعا کی برکت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، سابقہ زمانے میں تین آدمی سفر پر گئے، جب رات ہوئی تو ایک غار میں سونے کے لیے چلے گئے تاکہ بے فکری سے رات بسر کریں، رات کو ایک بڑا پتھر پہاڑ سے گرا اور اس سے اس غار کا دروازہ ایسا بند ہو گیا کہ باہر نکلنے کا راستہ نہ رہا، اس پتھر کو ہلانا بھی ناممکن تھا ان تینوں نے آپس میں کہا اس پتھر کو ہٹانے کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ عزوجل کے حضور دعا کریں ہو سکتا ہے اللہ عزوجل اس نیکی کے طفیل ہماری مشکل آسان فرمادے۔

چناں چہ ان میں سے ایک نے کہا یا اللہ عزوجل تو جانتا ہے کہ میں اپنے ماں باپ سے قبل اپنی بیوی اور بچوں کو کھانا نہیں دیتا تھا، ایک روز میں کسی کام سے کہیں گیا تھا رات بہت دیر سے واپس آیا، میرے ماں باپ سو چکے تھے، میں ان کے لیے ایک دودھ کا پیالہ لایا تھا، میں ان کے جاگنے کا منتظر رہا اور دودھ کا وہ پیالہ ویسے ہی میرے ہاتھ میں تھا، میرے بچے بھوک سے رو رہے تھے لیکن میں نے انہیں نہیں دیا اور کہا کہ جب تک میرے ماں باپ دودھ نہ پئیں گے میں تمہیں کھانا نہ دوں گا، اور میرے ماں باپ صبح تک نہ جاگے اور دودھ کا پیالہ اسی طرح لیے کھڑا رہا حالاں کہ میں اور میرے بچے بھوکے تھے اگر میرے اس عمل میں خلوص تھا تو ہماری مشکل آسان فرمادے اس دعا سے پتھر اپنی جگہ سے حرکت میں آیا اور ایک سوراخ سا پیدا ہو گیا لیکن ہم لوگ اس سوراخ سے باہر نہ نکل سکتے تھے۔

دوسرے آدمی نے اس طرح دعا کی اے اللہ عزوجل! تجھ پر واضح ہے کہ میری ایک چچازاد بہن تھی اور میں اس پر عاشق تھا لیکن وہ کسی طرح میری طرف مائل نہ ہوتی تھی اور میرے کہنے پر عمل نہ کرتی تھی، ایک سال سخت قحط سے عاجز آ گئی وہ میرے پاس آئی میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیے کہ وہ میری بات مان لے جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا تمہیں اللہ عزوجل سے کوئی خوف نہیں جو تم اس کے حکم کے بغیر میری بکارت زائل کرنا چاہتے ہو، میں نے اسے اللہ عزوجل کے خوف سے چھوڑ دیا اور پھر اس کا ارادہ نہیں کیا۔ حالاں کہ دنیا میں مجھے اس سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہ تھی، اے اللہ عزوجل! اگر میرا یہ عمل تیری رضا کی خاطر تھا تو ہماری اس سختی کو دور فرمادے، اس دعا سے پتھر نے پھر کچھ جنبش کی، راستہ کچھ اور کھل گیا مگر ابھی اس سے باہر نکلنا محال تھا

پھر تیسرے آدمی کی باری آئی تو اس نے کہا ایک مرتبہ میرے پاس کچھ مزدور کام کر رہے تھے، تمام نے اپنی اجرت مجھ سے لے لی، صرف ایک آدمی رہ گیا، وہ پاس میں کام پر چلا گیا تھا میں نے اس کی مزدوری کی اجرت سے بکریاں خرید لیں اور ان سے تجارت شروع کر دی اور مال بڑھتا گیا، ایک لمبے عرصے کے بعد وہ آدمی اپنی مزدوری لینے کے لیے میرے پاس واپس آیا، اس وقت اس کے مال سے بہت سے خچر، بکریاں، اونٹ اور چند غلام بھی ہو گئے تھے میں نے اس سے کہا یہ سب مال تمہارا ہے یہ لے لو، اس نے مجھ سے کہا کیوں مذاق کر رہے ہو، میں نے اس سے کہا میں مذاق نہیں کر رہا

ہوں یہ تمام مال تمہاری اسی رقم سے بڑھا ہے،مختصر یہ کہ میں نے وہ تمام مال اسے سونپ دیا اور اس میں سے کچھ اپنے پاس نہ رکھا، اے اللہ عزوجل! اگر میرا یہ عمل خاص تیری رضا کے لیے تھا تو ہماری مشکل آسان کردے، اس دعا سے وہ پتھر وہاں سے حرکت میں آیا اور راستہ کشادہ ہوگیا اور تینوں ساتھی آسانی سے غار سے باہر آگئے۔ (ص:۴۸۰)

نتیجہ: خلوص کے ساتھ کیا گیا عمل اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت عزیز ہے اور اگر اس عمل کے واسطے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں حضور قلب کے ساتھ دعا کی جائے تو یقیناً وہ دعا بابِ اجابت سے ٹکراتی ہے اور اسے قبولیت کا شرف عطا کیا جاتا ہے۔

توبہ کی برکت سے بادل کا ٹکڑا سایہ فگن رہا

حضرت شیخ ابوبکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، ایک قصاب ایک لونڈی پر فریفتہ تھا، ایک دن وہ لونڈی کسی دوسرے گاؤں جارہی تھی قصاب اس کے پیچھے لگ گیا اور کچھ دور جاکر اسے پکڑ لیا، تب اس لونڈی نے کہا اے نوجوان! میرا دل بھی تم پر عاشق ہے لیکن میں اللہ عزوجل سے ڈرتی ہوں، یہ سن کر قصاب نے کہا جب تو اس سے ڈرتی ہے تو کیا میں نہ ڈروں؟ توبہ کرکے وہاں سے واپس لوٹ آیا، لیکن راستے میں پیاس کی شدت سے جان لب پر آگئی، اتفاقاً ایک آدمی سے ملاقات ہوگئی وہ کسی پیغمبر کا قاصد تھا، اس قاصد آدمی نے پوچھا اے جوان! کیا حال ہے؟ قصاب نے جواب دیا پیاس سے بے حال ہوں، اس آدمی نے کہا ہم دونوں ایک ساتھ اللہ عزوجل سے دعا کرتے ہیں تاکہ وہ بادل کے فرشتے کو بھیج دے جو شہر پہونچنے تک ہم پر سایہ کیے رہے اس قصاب جوان نے کہا میں تو اللہ عزوجل کی کوئی عبادت بھی نہیں کرتا میں کیسے دعا کروں گا تم دعا کرو میں آمین کہوں گا اس آدمی نے دعا کی تو بادل کا ایک ٹکڑا ان کے سروں پر سایہ ڈالنے لگا، یہ راستہ طے کرتے ہوئے جب جدا ہوئے تو بادل کا ٹکڑا قصاب کے سر پر سایہ فگن رہا، تب اس قاصد نے کہا اے جوان! تونے تو بتایا تھا میں نے کوئی بندگی نہیں کی ہے لیکن بادل کا ٹکڑا تیرے سر پر سایہ فگن ہے تو مجھے اپنا حال بیان کر، اس نے کہا مجھے تو اور کوئی بات معلوم نہیں لیکن ایک لونڈی سے میں نے خوف خدا کی بات سن کر گناہ سے توبہ کی قاصد نے کہا سچ ہے اللہ عزوجل کے یہاں تائب کا جو مرتبہ ہے وہ کسی اور کا نہیں۔ (ص:۴۸۱)

نتیجہ: توبہ کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتے ہیں چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ (البقرہ) ’’یقیناً اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے‘‘ اور حدیث پاک میں ہے: **التائب من الذّنب کمن لا ذنب لهٗ** ’’گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

تمہارا منہ اس کے خون سے بھرا ہے

حدیث مبارک میں ہے کہ ایک اعرابی اونٹ پر سوار تھا، آقا علیہ السلام کو دیکھ کر اس نے سلام عرض کیا اور چاہا کہ آپ کے قریب جاکر آپ سے کچھ معلوم کرے، ہر چند اس نے آگے بڑھنے کی کوشش کی، لیکن اونٹ پیچھے ہٹ جاتا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں، بالآخر اونٹ نے اس اعرابی کو گرادیا اور بے چارہ اس صدمے سے مرگیا، اصحاب رسول اللہ ﷺ نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ وہ آدمی گرکر ہلاک ہوگیا ہے، آپ نے فرمایا تمہارا منہ اس کے خون سے بھرا ہے، یعنی تم اس پر ہنس رہے تھے۔ (ص:۴۹۱)

نتیجہ: ہنسی مذموم عمل ہے زیادہ ہنسنے والے کا دل سیاہ ہوجاتا ہے نیز لوگوں میں ایسے شخص کی قدر و منزلت گھٹ جاتی ہے ہاں قلیل ظرافت کبھی کبھی مباح ہے اور یہ حسن اخلاق میں شامل ہے۔

چغل خوری سے توبہ کرنے پر بارش ہوئی

بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل قحط سے دوچار ہوئے اور بارش کی دعا کرانے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن دعا کے باوجود بارش نہ ہوئی، تب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی اتری، اے موسیٰ! علیہ السلام میں اس وقت تک تمہاری دعا قبول نہ کروں گا جب تک تمہاری جماعت میں ایک غماز (چغل خور) موجود ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ! مجھے اس کا نام بتادے تاکہ میں اسے جماعت سے خارج کردوں۔

اللہ عزوجل نے فرمایا جب میں غماز سے ناخوش ہوں تو خود آپ غمازی کیسے کروں؟ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر ہر ایک آدمی نے غمازی سے توبہ کی، اس کے بعد بارش ہوئی۔ (ص:۵۰۷)

نتیجہ: حدیث پاک میں ہے کہ چغل خور جنت میں نہیں جائے گا اور سرکار دو عالم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ برے چغل خور ہیں۔

کون سی چیز آسمان سے زیادہ وسیع ہے؟

نقل کیا گیا ہے کہ کسی آدمی نے ایک عالم کے پاس جانے کی خاطر سات سو فرسخ کا سفر طے کیا اور اس عالم کے پاس جا کر اس سے سوال کیا وہ کون سی چیز ہے جو آسمانوں سے زیادہ وسیع ہے، زمین سے زیادہ بھری اور پتھر سے بڑھ کر سخت ہے اور وہ کون سی چیز ہے جو آگ سے گرم تر ہے اور وہ کون سی چیز ہے جو زمہریر سے بڑھ کر سرد دریا سے زیادہ غنی ہے، اور وہ کون ہے جو یتیم سے بڑھ کر ذلیل وزبوں ہے۔

عالم نے جواب دیا حق بات یہ ہے کہ وہ ایسی چیز جو آسمانوں سے زیادہ کھلی اور وسیع ہے، زمین سے زیادہ بھاری ہے، گناہ گار پر بہتان باندھنا ہے، قناعت کرنے والا دل دریا سے بڑھ کر غنی ہے اور حسد آگ سے زیادہ گرم اور سوزاں ہے اور کافر کا دل پتھر سے بڑھ کر سخت ہے، اور جو کوئی قرابت دار کی ضرورت پوری نہ کرے وہ زمہریر سے بڑھ کر سرد، دل ہے اور ایسا چغل خور جسے لوگ جانتے ہوں وہ یتیم سے بڑھ کر ذلیل ورسوا اور زبوں حال ہے۔ (ص:۵۰۷)

غلام کی چغل خوری نے بہتوں کی جان لے لی

بیان کیا گیا ہے ایک آدمی اپنے غلام کو بیچ رہا تھا اس نے خریدار سے کہا اس میں کوئی عیب نقص اور کمی نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ چغل خور ہے اور فتنہ انگیز ہے، اس پر خریدار نے کہا اس عیب کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور اس غلام کو خرید لیا، کچھ دنوں کے بعد غلام نے مالک کی بیوی سے کہا، میرے آقا آپ سے محبت نہیں کرتے وہ ایک لونڈی خرید رہے ہیں، میں ایک منتر کردوں گا، آپ جب آقا سو جائیں تو ان کی ٹھوڑی کے نیچے کے کچھ بال تراش کر مجھے دے دینا، اس منتر سے وہ آپ سے زیادہ پیار کریں گے۔ عورت سے تو غلام نے اس طرح کہا جب کہ اپنے آقا سے کہا، آپ کی بیوی تو ایک اور آدمی پر عاشق ہے اور وہ آپ کو جان سے مار دینا چاہتی ہے، آپ میری بات آزما کر دیکھ لیں، آپ

نیند کا بہانا کر کے لیٹ جائیں آپ پر حقیقت واضح ہو جائے گی۔

مالک نے ایسا ہی کیا ادھر وہ عورت اُسترا لے کر آئی اور اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھا، مالک کو یقین ہو گیا کہ یہ مجھے قتل کرنا چاہتی ہے، اس نے فوراً اٹھ کر اپنی بیوی کو قتل کر دیا، جب عورت کے ورثا کو خبر ملی وہ سب اس پر چڑھ دوڑے اور انہوں نے اس مالک کو مار ڈالا اور طرفین میں اس لڑائی سے بہت سے لوگ مارے گئے۔ (ص:۵۰۹)

نتیجہ: حضرت شیخ سعدی نے سچ کہا ہے:

میان دو کس جنگ چوں آتش است
سخن چین بد بخت ہیزم کش است

دو آدمیوں کے درمیان جنگ آگ کی مانند ہے، بدقسمت چغلی کھانے والا لکڑی اکٹھا کرتا ہے۔ یعنی چغل خور اپنی عادت بد سے بہت سی زندگیوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

حضرت عمر نے تکبّر کو دُرّے سے توڑ دیا

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دُرّہ پکڑے بیٹھے تھے آپ کے پاس ایک جارو نامی آدمی آیا کسی نے کہا وہ قبیلہ ربیعہ کا سردار ہے، جب وہ آ کر آپ کے پاس بیٹھ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دُرّہ مارا، جارو نے عرض کی اے امیر المومنین! آپ مجھے کیوں مار رہے ہیں؟، آپ نے فرمایا تو نے اس آدمی کی بات نہیں سنی اس نے عرض کی میں نے نہیں سنی، آپ نے فرمایا مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اس آدمی کی بات سن کر تیرے دل میں غرور اور تکبّر پیدا ہو گیا ہوگا (کہ یہ قبیلہ ربیعہ کا سردار ہے) تو میں نے پسند کیا کہ تیرے تکبر کو توڑ دوں۔ (ص:۵۱۱)

نتیجہ: تعریف کرنے والے کی تعریف سے ممدوح خوش تو ہوتا ہی ہے ساتھ ہی اس کے دل میں اس تعریف سے تکبر بھی پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے، کسی کو قبیلہ کا سردار کہنے سے اس کے دل میں سرداری کا تکبر پیدا ہو سکتا ہے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درہ مار کر اس احتمال تکبر کو زائل کر دیا۔

حسد نہ کرنے کا صلہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک دن ہم آقا علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے، آپ نے فرمایا جنتیوں میں سے ایک آدمی یہاں آئے گا تو اس وقت انصار کی جماعت کے ایک صاحب تشریف لائے، ان کے بائیں ہاتھ میں لوٹا لٹک رہا تھا اور ان کی ڈاڑھی سے وضو کا پانی ٹپک رہا تھا، دوسرے اور تیسرے روز بھی آقا علیہ السلام نے ایسے ہی فرمایا اور وہی صاحب تشریف لاتے رہے، حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پسند کیا کہ ان کا رنگ ڈھنگ معلوم کریں، چناں چہ وہ ان کے پاس گئے اور کہا میں اپنے باپ سے جھگڑا کیے ہوئے ہوں اور میں پسند کرتا ہوں کہ تین راتیں آپ کے پاس ٹھہروں، انہوں نے قبول کرلیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ان تین راتوں میں، میں نے ان کے عمل پر نگاہ رکھی اور میں نے مشاہدہ کیا کہ وہ جب سو کر اٹھتے تو اللہ عزوجل کا ذکر کرتے، اس کے بعد میں نے ان سے کہا میرا اپنے والد سے کوئی جھگڑا نہیں تھا، بہر حال حضور علیہ السلام نے آپ کے بارے میں یوں فرمایا ہے تو میں نے چاہا کہ آپ کے عمل کو معلوم کروں، انہوں نے کہا تو بس میرا عمل یہی ہے جو تم نے دیکھ لیا، جب میں ان کے گھر سے نکلا تو انہوں نے مجھے پکارا اور کہا ایک بات اور ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے کبھی کسی کی خوبی پر حسد نہیں کیا میں نے انہیں جواب دیا آپ کو یہ رتبہ و مرتبہ اسی وجہ سے ملا ہوگا۔ (ص: ۵۲۴)

نتیجہ: کسی کی خوبی پر حسد کرنا گویا اس سے اس خوبی کے زوال کا آرزو مند ہونا ہے یہ ایسی باطنی خباثت ہے، جو حدیث پاک کی رو سے حرام ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو حسد کی بلا سے محفوظ رکھے۔

انسان کی خرابی کے لیے اس کا برا ہونا ہی کافی ہے

جناب بکر بن عبداللہ نے بیان فرمایا ایک آدمی کسی بادشاہ کا بہت مقرب تھا وہ ہر روز بادشاہ کے سامنے ہو کر نصیحت کے طور پر کہا کرتا کہ احسان کرنے والے کے احسان کا بدلہ دو، برے آدمی کے ساتھ برائی سے پیش نہ آؤ، بدمزاج آدمی کے لیے اس کی بدمزاجی ہی کافی ہے۔ بادشاہ اس مقرب کی

ان نصیحتوں کی وجہ سے اسے بہت پسند کرتا تھا۔

ایک آدمی نے اس پر حسد کیا اور بادشاہ سے کہا کہ آپ کا یہ مقرب آپ کے بارے میں کہتا ہے بادشاہ گندے منہ والا ہے، بادشاہ نے پوچھا اس بات کا ثبوت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ جب آپ اسے اپنے قریب بلائیں گے تو وہ اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لے گا تا کہ بو سے بچ سکے، ادھر یہ حاسد اس مقرب کو اپنے گھر لے گیا اور اس کو خوب لہسن ڈالا ہوا کھانا کھلایا، اس کے بعد جب وہ بادشاہ کے یہاں آیا تو بادشاہ نے اسے اپنے قریب بلایا تو اس نے اس خیال سے کہ بادشاہ کو لہسن کی بو نہ جائے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا، بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ وہ آدمی صحیح اور سچ کہہ رہا تھا، بادشاہ کا معمول تھا کہ وہ اپنے قلم سے خلعت یا انعام کا ہی حکم لکھا کرتا تھا۔ اس کے سوا کوئی حکم خود نہ لکھتا تھا، چناں چہ اس نے عامل کو لکھا کہ اس خط کو لانے والے کی گردن فوراً اڑا دو اور اس کی کھال میں بھُس بھر کر ہمارے پاس بھیج دو، مقرب جب یہ خط لے کر باہر نکلا تو اس حاسد نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا یہ خلعت کا حکم نامہ ہے تو اس نے کہا یہ مجھے دے دو، چناں چہ اس مقرب نے وہ خط اسے دے دیا اور وہ اس خط کو لے کر عامل کے پاس گیا اور خلعت مانگی، عامل نے کہا خط میں تو لکھا ہے کہ تجھے قتل کر کے تیری کھال میں بھُس بھروا دوں، حاسد نے کہا یہ خط تو دوسرے آدمی کے لیے لکھا گیا تھا تم بادشاہ سے دریافت کرلو۔ عامل نے کہا بادشاہ کے حکم میں چون و چرا کی جگہ نہیں ہوتی اور یہ کہ کر اس حاسد کو قتل کروا دیا۔

دوسرے روز حسب معمول مقرب بادشاہ کے یہاں گیا اور پہلے کی طرح نصیحتیں بیان کیں، بادشاہ بہت زیادہ حیران ہوا اور اس سے پوچھا کہ میرے فرمان کا تو نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا، وہ مجھ سے افسر نے لے لیا تھا، بادشاہ نے کہا وہ تو کہتا تھا تم مجھے گندے منہ والا کہتے ہو، مقرب نے کہا میں نے کبھی ایسی بات نہیں کی، بادشاہ نے پوچھا پھر تو نے میرے پاس آ کر منہ پر ہاتھ کس لیے رکھا تھا، اس نے کہا امیر نے مجھے کھانے میں بہت لہسن کھلا ڈالا تھا، میں نے چاہا کہ اس کی بو آپ تک نہ پہونچے، بادشاہ نے کہا اب تم روزانہ نصیحت میں یہ بات بھی بیان کیا کرو کہ انسان کی خرابی کے لیے اس کا برا ہونا ہی کافی ہے جس طرح کہ اس حاسد کا حال ہوا۔ (ص: ۵۲۴)

نتیجہ: حسد دل کی ایسی بیماری ہے جس کی مضرتوں سے بچنے کا علاج سوائے موت کے کچھ نہیں ہے حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

بمیر تا برہی اے حسود! کیں رنجیست
کہ از مشقت او جز بمرگ نتواں رست

اے حسد کرنے والے مرجا تا کہ تو چھٹکارا پا جائے، کہ حسد کی تکلیف سے سوائے موت کے چھٹکارا نہیں۔

شہد ملا ہوا پانی پیش کرنے پر رونے لگے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک روز میں حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا، آپ کے پاس ایسا پانی پیش کیا گیا جس میں شہد ڈالا ہوا تھا، آپ اسے پینے کے لیے اپنے منہ کے نزدیک لے گئے لیکن اسے نوش نہ فرمایا اور رونا شروع کر دیا اور حاضرین بھی رونے لگے، کچھ دیر بعد آپ دوبارہ رونے لگے اور کسی کو یہ ہمت نہ ہو سکی کہ رونے کی وجہ پوچھے، جب آپ نے آنکھوں کے آنسوں پونچھے۔ تب حاضرین میں سے کچھ نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! آپ کے رونے کا باعث کیا تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا ایک مرتبہ میں آقا علیہ السلام کے حضور بیٹھا تھا، میں نے دیکھا آپ اپنے مبارک ہاتھوں کی شیٔ کو دور فرمارہے ہیں اور کوئی شیٔ نظر بھی نہیں آرہی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا شیٔ ہے؟ جسے آپ اپنے مبارک ہاتھوں سے دور فرمارہے ہیں، آپ نے فرمایا یہ دنیا ہے جو میرے پاس آنا چاہتی ہے اور میں نے اسے دفع کر دیا تھا اور وہ دوبارہ آئی اور کہا اگر آپ نے مجھے ترک کر دیا تو کیا ہوا، آپ کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو مجھے ترک نہیں کریں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے مجھے اس وقت خطرہ محسوس ہوا، کہیں میں اس کے ہاتھ نہ لگ جاؤں۔ (ص:۵۳۰)

نتیجہ: دنیا کی محبت گناہوں کی اصل ہے، دنیا سے محبت کرنے والے کی آخرت برباد ہو جاتی ہے اور آخرت سے محبت کرنے والے کی دنیا بگڑ جاتی ہے لیکن فنا ہونے والی چیز کا بگڑنا ہمیشہ باقی رہنے کے مقابلے میں بہتر ہے۔

دل کو دنیا سے نہ لگاؤ

ایک دن حضور اکرم ﷺ جب مسجد نبوی میں تشریف لائے تو حضرت ابوعبیدہ بن جرّاح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحرین سے جو مال روانہ کیا تھا انصار کو اس کے بارے میں معلوم ہو گیا، صبح کی نماز کے وقت ان حضرات کی بھیڑ لگ گئی جب حضور اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو تمام حضرات آپ کے سامنے کھڑے رہے، حضور علیہ السلام مسکرائے اور پوچھا ممکن ہے تم جان گئے ہو کہ کچھ رقم آئی ہے، لوگوں نے عرض کی جی ہاں معاملہ ایسا ہی ہے، آپ نے فرمایا تمہیں خوش خبری ہو، آیندہ تمہیں ایسے معاملات پیش آئیں گے جن سے تمہیں خوشی ہو گی اور میں تمہارے معاملے میں فقر اور تنگ دستی سے خوف نہیں کرتا مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ تمہیں بھی مال دنیا بہ کثرت دیا جائے جیسے تم لوگوں سے قبل والوں کو دیا گیا اور تم اس پر ایسے فخر کرنے لگ جاؤ جیسے تم سے قبل لوگوں نے کیا تھا اور تم ایسے ہی ہلاک ہو جاؤ جیسے پہلے لوگ ہوئے تھے، حضور علیہ السلام نے فرمایا دل کو کسی طرح بھی دنیا کی یاد سے نہ لگاؤ۔ (ص:۵۳۱)

نتیجہ: ؎ نہیں دل لگانے کے لائق ہے دنیا
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

یہ سب اللہ کے غیظ و غضب سے ہلاک ہوئے ہیں

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ ایک شہر میں پہونچے، حواریوں نے وہاں کے سب لوگوں کو مردہ پایا، آپ نے حواریوں سے فرمایا اے دوستو! یہ تمام کے تمام اللہ عزوجل کے غیظ و غضب کے شکار ہو کر ہلاک ہوئے ہیں ورنہ یہ تمام زمین کی تہہ میں ہوتے۔

حواریوں نے عرض کی ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان پر اللہ عزوجل کا غضب نازل کیوں ہوا؟ جب یہ تمام لوگ رات کو شہر میں مقیم ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بلند جگہ تشریف فرما ہوئے اور پکار کر فرمایا اے شہر والو! مُردوں میں سے ایک نے جواب دیا لبّیک یا روح اللہ، آپ نے فرمایا تمہارا قصہ کیا ہے؟ (یہ عذاب کیوں اترا) اس نے جواب دیا ہم رات آرام سے محوِ خواب تھے لیکن صبح

کے وقت اپنے آپ کو دوزخ میں پایا (آپ نے فرمایا ایسا کیوں ہوا؟) اس نے کہا اس وجہ سے کہ ہم دنیا کو محبوب رکھتے تھے اور اصل معصیت (گناہ) کی تابعداری کرتے تھے، آپ نے فرمایا تم دنیا کو کیسے محبوب رکھتے تھے؟ اس نے جواب دیا جیسے بچہ ماں کو محبوب و دوست رکھتا ہے بالکل اسی طرح کہ جب وہ آتی ہے تو وہ شاد ہوتا ہے اور جب چلی جاتی ہے تو غم زدہ ہوتا ہے، آپ نے فرمایا یہ دیگر حضرات جواب کیوں نہیں دیتے؟ اس نے کہا ان میں سے ہر ایک کے منہ پر آگ کی لگام چڑھائی گئی ہے، آپ نے فرمایا پھر تم کیسے کلام کر رہے ہو؟ اس نے جواب میں کہا میں ان لوگوں میں موجود تو تھا لیکن ان کی معصیت میں شامل نہ تھا، جب عذاب اترا تو میں بھی اس زد میں آ گیا اور اب دوزخ کے کنارے پر کھڑا ہوں اور میں یہ علم نہیں رکھتا کہ نجات مل پائے گی یا دوزخ میں ڈال دیا جاؤں گا، اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے حواریو! جو کی روٹی نمک تناول کرنا، کپڑے موٹے پہننا اور مزبلہ (گھورے) پر چڑھ کر سو رہنا، دین دنیا کی بھلائی کے ساتھ اس سے کہیں بہتر ہے، اے لوگو! تھوڑی دنیا پر قناعت کرو دنیا کی سلامتی کے ساتھ جیسے ان لوگوں نے دنیا کی سلامتی کے ساتھ تھوڑے دین پر قناعت کی تم اس کے برخلاف کرو اور فرمایا کمینے لوگ جو ثواب کے لیے دنیا کی چاہت کرتے ہیں اگر یہ دنیا کو چھوڑ دیں تو زیادہ ثواب حاصل کریں۔ (ص: ۵۴۲-۴۳)

نتیجہ: دنیا کی زیادہ طلب بندے کو گناہوں سے قریب کر دیتی ہے اور گناہ کی کثرت دوزخ میں جانے کا راستہ ہموار کرتی ہے اس لیے دنیا سے کم اور آخرت سے زیادہ محبت کی جائے۔

پانی پر چلنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے معلوم کیا آپ پانی پر چل سکتے ہیں لیکن ہم نہیں چل سکتے اس کا باعث کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا تمہاری نظر میں مال و زر کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا بہت اچھا لگتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میری نظر میں مال و زر اور خاک دونوں یکساں ہیں اس وجہ سے اللہ عزوجل نے مجھے پانی پر چلنے کی طاقت وقدرت عطا فرمائی ہے۔

(ص: ۵۴۳)

نتیجہ: مال و زر دل میں دنیا کی محبت پیدا کرتے ہیں اور انسان جب دنیا کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے تو آخرت کی فکر کرنا چھوڑ دیتا ہے جب کہ مال و زر سے بے رغبتی اور اسے ہیچ سمجھنا یہ بندے کو زہد کی طرف لے جاتا ہے اور زاہد بندہ اللہ کو محبوب ہوتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے پانی پر بھی چلنے کی قدرت عطا فرما دیتا ہے۔

ایک چڑیا کی باتیں

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کسی آدمی نے ایک چڑیا کو پکڑ لیا اس چڑیا نے اس آدمی سے پوچھا تو نے مجھے کیوں پکڑا؟ اس نے جواب دیا میں تجھے ذبح کر کے کھاؤں گا، چڑیا بولی مجھ سے تو تیرا پیٹ نہ بھرے گا بہر حال میں تجھے تین باتیں بتا دیتی ہوں وہ تجھے میرے کھانے سے زیادہ فائدہ دیں گی، سن! ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے جو میں تیرے ہاتھ میں رہتے ہوئے بتا دوں گی اور دوسری تب بتاؤں گی جب تم مجھے چھوڑ دو گے اور میں درخت پر جا بیٹھوں گی، اور تیسری اس وقت کہوں گی جب درخت سے اڑ کر اس پہاڑ پر بیٹھ جاؤں گی۔

اس آدمی نے کہا پہلی بات کون سی ہے؟ چڑیا نے کہا وہ یہ ہے کہ ''جو چیز ہاتھ سے جائے اس کا غم نہ کرنا'' یہ سن کر اس نے چڑیا کو آزاد کر دیا اور وہ درخت پر جا بیٹھی اس وقت آدمی نے کہا اب دوسری بات بتاؤ چڑیا نے کہا ''ناممکن بات کو باور نہ کرنا'' یہ کہہ کر وہ درخت سے اڑ کر پہاڑ پر جا بیٹھی اور وہاں سے بولی ''تو بہت بد بخت ہے اگر تو مجھے ذبح کر لیتا تو مالا مال ہو جاتا کیوں کہ میرے پیٹ میں دو ہیرے ہیں جن میں سے ہر ایک کا وزن بیس مثقال ہے'' یہ سن کر وہ آدمی بہت افسوس کرنے لگا اور کہا خیر اب تیسری بات بتا دے چڑیا بولی میں تیسری بات کیا بتاؤں تو نے پہلی دونوں باتوں کو یاد نہیں رکھا میں نے تجھ سے کہا تھا نہ، کہ گذری بات کا رنج نہ کرنا اور ناممکن بات کو کرنے کی کوشش نہ کرنا سن جب میں تیرے ہاتھ میں تھی تو سب گوشت پوست اور پروں سمیت میرا وزن دس مثقال بھی نہ تھا میرے پیٹ میں ایسے دو ہیرے کیسے ہو سکتے ہیں جن میں سے ہر ایک کا وزن بیس مثقال ہو یہ کہہ کر چڑیا پہاڑ سے اڑ گئی۔ (ص: ۵۵۱)

نتیجہ: حرص اور طمع انسان کو خجالت اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں دیتے، انسان حرص کی بنیاد پر طلب مزید کے چکر میں پڑ کر اپنی جمع پونجی بھی گنوا دیتا ہے جب کہ اگر وہ قناعت اختیار کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اپنے فضل وکرم سے اس کے گمان سے سوا نوازتا ہے۔

سخی قتل ہونے سے بچ گیا

ایک مرتبہ ایک غزوہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک قیدی کے علاوہ تمام کو قتل کرادیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معلوم کیا اسے کیوں نہیں قتل کرایا گیا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا جبریل امین علیہ السلام نے نازل ہو کر مجھے کہا اسے قتل نہ کریں کیوں کہ یہ سخی ہے۔ (ص:۵۵۴)

نتیجہ: سخاوت اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہے، سخی اللہ تعالیٰ سے بہت ہی قریب ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ سخی کی کوتاہی کو معاف کردیا کرو جب وہ تنگ دست ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے۔

بے مثال سخی

حضرت شیخ ابوالحسن مدائن نے بیان فرمایا حضرت حسین وحضرت حسن اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم اجمعین تینوں حج کو جارہے تھے، کھانے پینے اور سفری سامان والا اونٹ بہت پیچھے رہ گیا، بھوک اور پیاس سے بے چین ہو کر یہ حضرات راستے میں ایک بڑھیا کے خیمے میں گئے اور اس سے کہا ہمیں بہت پیاس لگی ہے کچھ پینے کو دو، اس نے انہیں بکری کا دودھ نکال کر پیش کیا، انہوں نے دودھ پی کر کہا کچھ کھانے کو لاؤ، اس بڑھیا نے کہا کھانے کو تو کچھ موجود نہیں ہے تم اسی بکری کو ذبح کرکے کھالو، انہوں نے اسی طرح کیا، کھانے پینے سے فارغ ہو کر انہوں نے کہا ہم قریشی ہیں جب سفر سے ہم لوٹیں گے تو تم ہمارے پاس آنا ہم تمہاری اس شفقت کا بدلہ دیں گے یہ کہہ کر یہ لوگ آگے چل پڑے، جب اس بڑھیا کا خاوند آیا تو ناراض ہوا کہ تو نے ایسے لوگوں کے لیے بکری ذبح کرادی جن سے نہ تو ہماری واقفیت تھی اور نہ دوستی۔

اس واقعہ کو کچھ عرصہ گذر گیا، اس عورت اور اس کے شوہر کو غربت نے پریشان کیا، یہ تباہ حال

و پریشاں حال خاندان مدینہ طیبہ پہونچا، یہ لوگ اونٹ کی لید چن چن کر بیچنے لگے، ایک دن یہ عورت کہیں جارہی تھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے مکان کی دیوڑھی پر کھڑے تھے، آپ نے اس بڑھیا کو پہچان لیا اور اسے روک کر فرمایا اے بڑھیا تو مجھے پہچانتی ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا میں وہی ہوں جو فلاں دن تیرا مہمان تھا، اس نے کہا اچھا تو آپ وہی ہیں، اس کے بعد آپ نے بڑھیا کو ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار عطا کیے اور اسے اپنے غلام کے ہمراہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، آپ نے اس عورت سے پوچھا اے بڑھیا! میرے بھائی نے تمہیں کیا دیا؟ اس نے بتایا ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اسے اتنا ہی انعام عطا فرمایا اور اپنے غلام کے ہمراہ اپنے بھائی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا انہوں نے اس عورت سے پوچھا کہ حسین رضی اللہ عنہ نے تمہیں کتنا مال دیا اس نے کہا دونوں نے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار بخشے ہیں، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عطا کیے اور فرمایا اگر تو پہلے میرے پاس آتی تو میں تجھے اتنا دیتا کہ یہ دونوں تجھے اتنا نہ دے سکتے المختصر وہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار لے کر خاوند کے پاس چلی گئی۔ (ص:۵۵۵)

نتیجہ: یہ ہوتا ہے غریب اور پریشاں حال مسافروں کی اعانت وضیافت کا فائدہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا اجر دنیا میں ہی اتنا عطا فرماتا ہے کہ بندہ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

مرنے کے بعد سخاوت

عرب شریف میں ایک آدمی سخاوت میں مشہور تھا وہ فوت ہو گیا کہیں سے ایک قافلہ سفر سے آرہا تھا اور اس قافلہ کے تمام لوگ بھوکے تھے وہ اس سخی کی قبر کے پاس اترے (اور پڑاؤ ڈالا) ایسے بھوکے ہی سو گئے، ان قافلہ والوں میں سے ایک آدمی کے پاس اونٹ تھا اس نے فوت ہونے والے کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس اونٹ سے کہہ رہا ہے اپنا یہ اونٹ میرے اعلیٰ اونٹ کے بدلے بیچ دو اس نے کہا بہتر ہے اور خواب میں ہی اس نے اپنا اونٹ اس سخی فوت شدہ کے ہاتھوں بیچ دیا اور جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو اس نے اپنا اونٹ ذبح کردیا، دوسرے حضرات بھی جاگ گئے تو دیکھتے ہیں

اونٹ ذبح پڑا ہے انہوں نے اسے پکا کر کھایا، جب کھانا کھا کر یہ قافلہ چل نکلا تو راستے میں ایک آدمی ان قافلہ والوں کو ملا اور اس قافلہ کے ایک آدمی کو اس آدمی کا نام لے کر آواز دی جس نے خواب میں اونٹ بیچ ڈالا تھا، قافلے والے نے اس سے کہا تم نے فلاں آدمی سے اپنے اونٹ کے بدلے ایک اعلیٰ اونٹ خریدا ہے، اس نے کہا ہاں خریدا تو ہے لیکن یہ سب بحالت خواب ہوا اور پھر اس نے قافلے والوں کو اپنا خواب سنایا اس نے قافلے والے سے کہا تم نے خواب میں جو اونٹ خریدا ہے وہ یہی ہے تم اسے لے لو کیوں کہ خواب میں مَیں نے دیکھا کہ مجھ سے میرے باپ نے کہا اگر تو میرا بیٹا ہے تو میرے اس اونٹ کو فلاں آدمی کے سپرد کر دے۔ (ص:۵۵۶)

نتیجہ: سخی آدمی کا فیض اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے اور اس کی سخاوت کے لگائے ہوئے شجر سے لوگ شکم شیر ہوتے رہتے ہیں۔

مرنے کے بعد پانچ سو دینار کی سخاوت

حضرت شیخ ابوسعید خرکوشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ مصر میں ایک آدمی فقرا پر صرف کرنے کو کچھ اکٹھا کرتا رہتا تھا ایک آدمی کے یہاں بیٹا پیدا ہوا، وہ آدمی بالکل غریب تھا، وہ آدمی اس فقیر دوست کے پاس آیا تا کہ اسے کچھ مل جائے، وہ اس باپ کے ساتھ ہو گیا اور ہر کسی سے سوال کیا لیکن کچھ بھی نہ مل سکا، پھر وہ اسے ایک قبر پر لے گیا اور کہا اللہ عزوجل تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے تم فقرا کے لیے تکلیفیں برداشت کرتے اور جو نہیں حاجت ہوتی تم وہ پوری کرتے تھے آج کے دن میں نے اس آدمی کے بچے کی خاطر بہت سعی کی تا کہ کہیں سے کچھ مل جائے لیکن کچھ نہیں ملا یہ کہ کر وہ آدمی اٹھا اور اس نے ایک دینار نکالا اور اس کے دو حصے کیے آدھا اسے دیا اور کہا میں یہ آدھا دینار تجھے قرض دیتا ہوں تا کہ تیرا کچھ کام ہو سکے، جس آدمی نے یہ نصف دینار دیا تھا اسے محتسب کہتے ہیں، اس غریب آدمی کا کہنا ہے کہ میں نے وہ آدھا دینار لے لیا اور بچے کا کچھ کام نکالا، محتسب نے اس فوت شدہ کو جس کی قبر پر گیا تھا خواب میں دیکھا اور اس آدمی نے محتسب سے کہا تم نے میری قبر پر آ کر جو کچھ کہا میں نے سن لیا، لیکن ہمیں جواب دینے کا اذن نہیں ہے، اب تم میرے گھر جاؤ اور میرے بچوں سے کہو گھر میں چولہے کے قریب کھدائی کریں وہاں پانچ سو دینار رکھے ہیں وہ نکال کر اس آدمی کو دے دو جس کے

یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، محتسب نے بیدار ہو کر گھر کی راہ لی اور انہیں خواب بیان کیا، چولہے کے قریب کھدائی کی گئی تو وہاں سے پانچ سو دینار نکلے اس محتسب نے کہا میرے خواب کا کچھ اعتبار نہیں یہ روپے تمہاری ملکیت ہے اسے رکھو، انہوں نے جواب دیا وہ آدمی جو فوت ہو گیا وہ تو سخاوت کر رہا ہے تو کیا ہم زندہ ہو کر بھی کنجوسی سے کام لیں، تم اس مال کو لے جا کر اس آدمی کو دے دو جس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، محتسب وہ نقدی لے کر اس کے پاس گیا اس نے ان پانچ سو دیناروں سے صرف ایک دینار لے لیا اور اس کے دو حصے کیے اور نصف دینار قرض کے بدلے محتسب کو دے کر کہنے لگا یہ تم لے لو اور باقی آدھا دینار غربا میں بانٹ دو مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں یہ فیصلہ نہیں کر پایا ان سب لوگوں میں سب سے عظیم سخی کون تھا؟ وہ کہتے ہیں جب میں مصر گیا تو اس فوت ہونے والے شخص کا مکان ڈھونڈا اور اس کی اولاد کو دیکھا تو ان کے چہروں سے نیکی اور بھلائی جھلک رہی تھی اس وقت مجھے یہ آیت ''وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحاً'' اور ان کا باپ نیک آدمی تھا، یاد آئی۔ (ص:۵۵۷-۵۵۶)

نتیجہ: مذکورہ بالا دونو حکایتیں بیان کرنے کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں اے پیارے! اگر سخاوت کی برکات موت کے بعد ظاہر ہوں اور انہیں بطور خواب بیان کیا جائے تو کچھ حیرانی کی بات نہیں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے آج تک ان کے مزار مبارک کے اردگرد یہ برکات جاری وساری ہیں۔

دوست کا قرض ادا کر دیا

ایک آدمی کسی دوست کے پاس گیا اور کہا مجھ پر ایک سو روپے قرض ہے اس دوست نے اس کا قرض چکا دیا، وہ دوست رخصت ہو گیا تو یہ آدمی رونے لگا اس کی بیوی نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ یہ روپے دے کر اگر رونا تھا تو نہ دیتے، اس نے کہا روپے دینے کی وجہ سے نہیں روتا بلکہ اس سبب سے رو رہا ہوں کہ میں اپنے دوست کے حال سے اتنا غافل و بے خبر رہا کہ اسے مجھ سے سوال کرنے کی حاجت پیش آ گئی۔ (ص:۵۵۷)

نتیجہ: سچا اور مخلص دوست اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نعمت سے کم نہیں ہوتا اس لیے ایسے دوست کی قدر کرنے کے ساتھ اس کی ضروریات سے بھی باخبر رہنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خجالت کی وجہ سے اپنا مدعاے دل تم سے نہ کہہ سکے اور تم اس کی خستہ حالی سے بے خبر رہو۔

بخالت کی حد ہوگئی

بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام طواف فرما رہے تھے کہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو کعبہ شریف کے حلقے کو پکڑے ہوئے کہہ رہا تھا، اے اللہ! اس گھر کی برکت کے وسیلے سے میرے گناہ معاف فرما دے، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تیرا گناہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی میرا گناہ اتنا بڑا ہے جسے میں بیان کرنے کی سکت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا زمین؟ اس نے عرض کی میرا گناہ پھر دریافت کیا تیرا گناہ بڑا ہے یا عرش؟ اس نے عرض کیا میرا گناہ، حضور ﷺ نے پھر دریافت کیا تیرا گناہ بڑا ہے یا اللہ عزوجل؟ اس نے عرض کیا اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے تب آقا علیہ السلام نے فرمایا واضح کرو تمہارا ایسا کون سا گناہ ہے؟ اس نے کہا میں بہت دولت مند ہوں لیکن جب مجھے دور سے کوئی فقیر دکھائی پڑتا ہے جو میری جانب آرہا ہو تو یوں سمجھتا ہوں جیسے آگ آرہی ہو جو مجھے بھسم کردے گی (یعنی کنجوس وبخیل ہوں) تب آقا علیہ السلام نے فرمایا جا مجھ سے دور ہو، کہیں تیری آگ مجھے نہ جلا دے، قسم ہے اس اللہ عزوجل کی جس نے مجھے ہدایت کی خاطر مبعوث فرمایا اگر تو رکن اور مقام (رکن یمنی اور مقام ابراہیم) کے مابین ایک ہزار سال بھی نمازیں ادا کرے گا اور اتنا روئے گا کہ تیرے آنسوؤں سے ندیاں جاری ہو جائیں اور ان سے درخت اُگ آئیں اور تو کنجوسی وبخالت کی حالت میں چل بسے تو تیرا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ (ص:۵۵۸)

نتیجہ: بخیلوں اور کنجوسوں کو اس حکایت سے عبرت حاصل کرنا چاہیے اور فقیروں کے تئیں ان کے دل میں جو حقارت ہوتی ہے اس سے توبہ کرنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا یہ عمل ان کی متاع دنیا کے ساتھ متاع ایمان واعمال کو بھی برباد کردے۔

کنجوس زاہد شیطان کو دوست ہے

بیان کیا گیا ہے حضرت یحییٰ بن زکریا علیٰ نبیّنا وعلیہما السلام نے شیطان کو دیکھا اور اس سے معلوم فرمایا تیرا بڑا دشمن کون ہے؟ اور اس طرح سب سے بڑھ کر دوست کون ہے؟ اس نے جواب دیا زاہد کنجوس وبخیل میرا سب سے بڑھ کر دوست ہے کیوں کہ وہ مشقت ومحنت اٹھاتا ہے اور بندگی بجالاتا ہے لیکن اس کا بخل اس کی عبادت کو تباہ کردیتا ہے اور ناچیز بنادیتا ہے اور فاسق سخی میرا سب سے بڑا دشمن ہے کیوں کہ وہ اچھا کھاتا ہے اور اچھا پہنتا ہے اور اچھے طریقے سے زندگی گزارتا ہے مجھے خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس پر رحم فرمائے اور اسے توبہ کی توفیق عنایت فرمادے۔
(ص:۵۵۹)

نتیجہ: اللہ اکبر! بخل عبادت کو برباد کردیتا ہے اور سخاوت توبہ کی توفیق عطا کرتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایسی بخالت سے بچائے جو ہماری طاعت وعبادت کو برباد کردے۔

اندھیرے میں مہمان کے ساتھ منہ ہلاتے رہے

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے گھر مبارک میں ہم نے کبھی تین دن مسلسل سیر ہوکر نہیں کھایا، حالاں کہ ہم کھا سکتے تھے لیکن ہم ایثار کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا اس وقت آپ کے گھر میں کچھ بھی موجود نہ تھا (جو اس مہمان ہو کھلایا جاتا) ایک انصاری صحابی اس مہمان کو اپنے گھر لے گئے وہاں بھی تھوڑا سا کھانا موجود تھا، انہوں نے چراغ بجھا کر کھانا مہمان کے آگے رکھ دیا اور خود ہاتھ منہ ہلاتے رہے تاکہ مہمان خود اچھی طرح سے کھانا کھالے مگر خود کچھ بھی نہ کھایا، دوسرے دن آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اخلاص اور سخاوت جو اس انصاری سے اس مہمان کی خاطر ظہور میں آئی اللہ عزوجل کو بہت پسند آئی ہے اور یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے "وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ" (پ:۲۸ سورۂ حشر) اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں۔ (ص:۵۶۰)

نتیجہ: سبحان اللہ! یہ ایثار کی اعلیٰ مثال ہے کہ خود بھوکے رہ کر مہمان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے اسے شکم سیر کرایا، یہ سب نگاہ نبوت کے جلوے تھے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں عام طور سے پائے جاتے تھے۔

یہ غلام تو مجھ سے زیادہ سخی ہے

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سفر کے دوران ایک کھجوروں کے باغ میں پہونچے اس باغ کا محافظ ایک حبشی غلام تھا، اسے اس کے کھانے میں تین روٹیاں دی گئیں، اتفاق سے وہاں ایک کتا آ گیا، غلام نے ایک روٹی اسے ڈال دی اور وہ کھا گیا، اس نے پھر دوسری روٹی ڈالی اس کتے نے وہ بھی کھالی اور پھر انتظار کرنے لگا، اس غلام نے پھر تیسری روٹی بھی ڈال دی، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اس غلام سے پوچھا، تجھے روزآنہ کھانے میں کیا ملتا ہے؟ اس نے عرض کی یہی تین روٹیاں جو آپ نے دیکھیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر تو نے اپنی ساری خوراک کتے کو کیوں کھلا ڈالی، اس نے عرض کیا یہاں تو کوئی کتا ہوتا نہیں مگر اب جو یہ کتا آیا تو میں جان گیا کہ یہ کہیں دور سے آیا ہے مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ یہاں سے بھوکے پیٹ جائے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج تم کیا کھاؤ گے؟ اس نے کہا کچھ نہیں آج میں صبر کرلوں گا، اس پر آپ نے فرمایا سبحان اللہ! لوگ سخاوت کے وصف پر تو مجھے ملامت کرتے ہیں یعنی سخاوت پر میری تعریف کرتے ہیں یہ غلام تو مجھ سے بہتر سخی ہے پھر آپ نے اس غلام کو خرید کر آزاد کردیا اور وہ کھجوروں کا باغ بھی خرید کر اسے دے دیا۔ (ص: ۵۶۰)

نتیجہ: ایک غلام نے اپنی بھوک پر ایک کتے کی بھوک کو ترجیح دی جس کا فائدہ اسے یہ ملا کہ وہ آزاد ہو گیا اور ساتھ ہی باغ کا مالک بن گیا اگر ہم بھی بھوکوں اور محتاجوں کو اپنے آپ پر ترجیح دیں تو انشاء اللہ ہمیں جہنم سے آزادی مل جائے گی۔

کمال کا ایثار

حضرت شیخ حسن انطا کی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے بزرگ ہوئے ہیں ایک مرتبہ ان کے

مریدوں میں سے انتالیس افراد اکٹھا ہوئے اتنا کھانا موجود نہ تھا جو تمام کو کفایت کرتا، کچھ روٹیاں موجود تھیں، ان کے ٹکڑے دسترخوان پر چن دیے گئے اور چراغ بجھا دیا گیا سب لوگ دسترخوان پر کھانا کھانے بیٹھ گئے، کچھ دیر بعد جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو دوبارہ چراغ جلایا گیا تو روٹیوں کے ٹکڑے دسترخوان پر ویسے کے ویسے ہی موجود تھے، ہوا یہ کہ ان میں سے ہر آدمی نے ایثار کے پیش نظر خود کچھ نہ کھایا تاکہ دوسرا ساتھی کچھ کھالے۔ (ص: ۵۶۰)

نتیجہ: بلاشبہ یہ کمال کا ایثار تھا کہ ہر ایک نے دوسرے کا خیال کرتے ہوئے کچھ نہ کھایا اور روٹی کے ٹکڑے اتنے کے اتنے ہی رہ گئے کاش کہ اس طرح کا جذبۂ ایثار ہمارے یہاں بھی پیدا ہوجاتا تو سماج سے غربت وافلاس اور تنگ دستی کا خاتمہ ہوجاتا۔

غزوۂ تبوک میں ایثار کی مثال

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا جنگ تبوک میں بہت سے مسلمان جام شہادت نوش کر گئے، اس جنگ میں میرا چچازاد بھائی بھی شامل تھا، میں اسے ڈھونڈتا ہوا اس کے پاس جا پہونچا وہ دم توڑ رہا تھا، میں نے اس سے کہا پانی پیوگے اس نے کہا پیوں گا، پھر ایک اور زخمی مسلمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا پہلے اسے پلاؤ میں جب اس زخمی کے پاس گیا تو وہ ہشام بن عاصی رضی اللہ عنہ تھے، میں نے ان سے کہا پانی پی لیں، انہوں نے میرے چچازاد بھائی کی طرف اشارہ کیا اور کہا پہلے انہیں پلائیں، میں جب اپنے چچازاد بھائی کے پاس آیا تو وہ جان، جان آفریں کے سپرد کرچکا تھا، میں وہاں سے پلٹ کر ہشام کے پاس آیا تاکہ انہیں پانی پلاؤں تو وہ بھی وفات پاگئے تھے۔ (ص: ۵۶۱)

نتیجہ: جاں بہ لب ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ ایثار کا یہ جذبہ یقیناً اللہ والوں کو ہی ملتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ان نیکوں کے طفیل ہم سب کو بھی اس جذبۂ خیر کی توفیق سے نوازے۔

پرانا تسمہ ہی ڈال دو

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نعلین مبارک میں نئے تسمے ڈالے دوران نماز آپ کی نظر

خیال ان نئے تسموں کی طرف چلی گئی، نماز سے فارغ ہوتے ہی آپ نے ارشاد فرمایا، پرانے تسمے لاؤ اور نعلین سے یہ نئے تسمے نکال کر ان میں یہ پرانے تسمے ہی ڈال دو۔ (ص:۵۶۶)

نتیجہ: سرکار دو عالم ﷺ کے اس عمل سے یہ پتہ چلا کہ دل سے مال کی محبت ختم کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس مال کو جس سے دلی تعلق پیدا ہو گیا اپنے آپ سے دور کر دے، کیوں کہ ہاتھ جب تک خالی نہیں ہو گا دل فارغ اور تسلی والا نہیں ہو گا۔

فیروزے کا پیالہ

بیان کیا جاتا ہے کہ کسی امیر نے ایک بادشاہ کو ایک پیالہ ہدیہ کے طور پر بھیجا جو فیروزے کا تھا اور اس میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے، دنیا میں اس پیالے کی مثال ممکن نہ تھی، مجلس شاہی میں ایک عقل مند اور دانش ور حاضر تھا بادشاہ نے اسے پیالہ دکھا کر معلوم کیا یہ کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا یہ پیالہ آپ کے لیے یا تو غم کا باعث ہو گا یا غربت وافلاس کا یعنی اس پیالے کے آنے سے قبل آپ دونوں سے بے نیاز تھے، اگر ٹوٹ جائے تو بلائے عظیم ہو گی اور سخت فکر مند ہوں گے کیوں کہ اس کا ثانی اور مثل موجود نہیں اور اس جیسا ہاتھ آنا ممکن نہیں اور اگر یہ چوری ہو جائے تو جب اس جیسا دوسرا نہ ملے تب اس پیالہ کے لحاظ سے مفلس وقلاش ہوں گے، اتفاق سے وہ پیالہ ٹوٹ ہی گیا اور اس سے بادشاہ بہت زیادہ غمگین ہوا تب اس نے کہا فلاں دانش ور نے سچ ہی کہا تھا۔ (ص:۵۶۶)

نتیجہ: مال سے بہت زیادہ محبت غم اور پریشانی کا سبب بنتی ہے اگر مال برباد ہو جائے تو غم لاحق ہوتا ہے اور اگر چاہت سے کم مال ملے تو پریشانی لاحق ہوتی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا مال

جب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے اپنے پیچھے بہت سارا مال چھوڑا اس موقع پر کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا اس قدر مال کثیر چھوڑ کر جانے پر ہمیں ان کے خاتمہ بالخیر ہونے میں خدشہ ہے، یہ سن کر حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے کہا سبحان اللہ تم لوگ اس طرح کا خیال کیوں لاتے ہو جب کہ انہوں نے جتنا بھی مال کمایا وہ حلال طریقوں سے کمایا اور

نیک کاموں پر خرچ کیا اور اب انہوں نے جو بھی مال چھوڑا ہے وہ حلال کی کمائی ہے، ان کے حسن خاتمہ میں کیا شک ہو سکتا ہے، یہ گفتگو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے کانوں تک گئی کہ کعب احبار رضی اللہ عنہ اس طرح کہتے ہیں تو وہ اونٹ اور ایک چھڑی ہاتھ میں لیے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کو مارنے کے لیے نکلے اور انہیں ڈھونڈنے لگے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ ان سے محفوظ رہنے کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر ان کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایسی بات کہی کہ جو مال حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چھوڑا ہے اس سے کچھ نقصان نہیں، حالاں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ احد پہاڑ کی جانب تشریف لے جا رہے تھے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پیچھے وہاں پہونچے اور ان سے کہا تم نے ایسی بات کہی ہے؟ کہ جو مال عبدالرحمن بن عوف نے چھوڑا ہے اس سے کچھ نقصان نہیں ہے،، حالاں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ احد پہاڑ کی جانب تشریف لے جا رہے تھے اور میں آپ کی خدمت میں موجود تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (میں حاضر ہوں) آپ نے فرمایا مال دار لوگ قیامت کے دن سب سے آخر میں جنت میں جائیں گے سوائے اس شخص کے جو مال کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے پھینکے ہر وقت اور ہر موقع پر نیک کاموں میں خرچ کرے اور تمام مال صرف کر دے، اے ابوذر سن لو! اگر مجھ کو احد کے برابر سونا ملے تو سب کو خداوند کریم کی بارگاہ میں خرچ کر دوں گا اور یہ نہیں چاہوں گا کہ اپنے بعد دو قیراط سونا بھی چھوڑ جاؤں تو جب حضور اکرم ﷺ نے ایسا فرمایا ہے تو تم نے ایسا کہنے کی کس طرح جرأت کی تم جھوٹے ہو، کعب احبار رضی اللہ عنہ نے ان کو اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ (ص:۵۶۸)

نتیجہ: مال کی کثرت اکثر انسان کو تکبر میں مبتلا کر دیتی ہے اور اگر تکبر میں مبتلا نہ بھی کرے تو انسان کثرت مال کی وجہ سے حساب وکتاب درست نہیں رکھ پاتا اور ظاہر ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک چیز کا حساب دینا ہو گا پہلے انسان کو تو یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اگر اسے دولت سے سرفراز فرمائے تو اس کے صحیح استعمال کی توفیق بھی عطا فرمائے ورنہ یہ مال وبال جان بن جائے گا۔

مال دار سے زیادہ سوالات کیے جائیں گے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے حرام مال کمایا اور حرام کاموں میں اس کو صرف کیا، اس کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا، پھر ایسے دوسرے شخص کو لائیں گے جس نے مال کسب حلال سے کمایا لیکن حرام میں خرچ کیا اس کو بھی دوزخ میں بھیج دیا جائے گا، پھر تیسرے ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے مال حرام جمع کیا اور اس کو وجہ حلال میں صرف کیا اس کو بھی دوزخ میں بھیج دیا جائے گا، پھر ایسا چوتھا شخص لایا جائے گا جس نے مال کسب حلال سے کمایا اور نیک کام میں صرف کیا اس وقت حکم ہوگا کہ اس شخص کو روکو! کہ اس نے ممکن ہے کہ مال کی تلاش و طلب طہارت میں تقصیر کی ہو یا رکوع وسجود میں کوتاہی کی ہو یا شرائط کے مطابق وقت پر نماز ادا نہ کی ہو، تب وہ شخص کہے گا بار الٰہا! میں نے یہ مال حلال طریقے پر کمایا اور نیک کام میں اس کو صرف کیا، میں نے اس کی وجہ سے کسی فرض کی ادائیگی میں تقصیر نہیں کی ہے، نہ میں نے اس مال پر فکر کیا ہے تب اس سے کہا جائے گا تیرے پاس سواری کا گھوڑا تھا اور زرق برق پوشاک، پھر تو نے غرور اور نخوت سے کام لیا ہوگا؟ وہ جواب دے گا یا الٰہی میں نے اس مال پر کبھی فخر نہیں کیا، اس سے کہا جائے گا کہ شاید تو نے کبھی یتیم یا مسکین یا اپنے پڑوسی یا اپنے کسی رشتہ دار کا حق ادا نہ کیا ہوگا وہ کہے گا میں نے ان کے حق میں بھی کوتاہی نہیں کی ہے تب یہ تمام لوگ آکر اس کو گھیر لیں گے اور بارگاہ رب العزت میں عرض کریں گے! بار الٰہا! ہم میں سے تو نے اس شخص کو اس قدر مال ودولت عطا فرمایا، اس سے ہمارے حق کا سوال کیا جائے تب اس سے ہر ایک کے حق کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اگر اس سلسلہ میں بھی اس نے کوئی تقصیر نہیں کی ہے تب حکم ہوگا کہ اسی طرح کھڑا رہ بتلا! تو نے ہر اس لقمہ کا شکر ادا کیا جو تو نے کھایا اور ہر اس نعمت کو جو تجھ کو عطا کی گئی اس کا شکر تو نے کس طرح ادا کیا؟ (ص:۵۶۹)

نتیجہ: یہی وجہ ہے کہ اس طرح کے سوالات سے بچنے کے لیے بزرگان دین میں سے کسی کو مال دار بننے کا شوق نہ تھا (کیوں کہ اگر نہ بھی ہوگا تب بھی اس قسم کے سوالات کیے جائیں گے) خود سرور کائنات جو امت کے رہنما ہیں نے درویشی اختیار فرمائی تا کہ امت بھی درویشی اپنائے اور اسے بہتر سمجھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عالم غربت

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل تھا، ایک دن آقا علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا! چلو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیمار پرسی کر آئیں، جب ہم ان کے دروازے پر پہونچے تو آقا علیہ السلام نے دستک دی اور فرمایا کیا میں اندر آجاؤں؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی تشریف لایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی میرے ساتھ ایک اور آدمی ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی میرے بدن پر سوائے ایک پرانی چادر کے کپڑا نہیں ہے، آپ نے فرمایا اس سے ہی جسم کو اچھی طرح سے ڈھانپ لو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ابا جان! میں نے اس سے بدن چھپالیا ہے مگر میرا سر ننگا ہے، تب آپ نے انہیں ایک پرانی لنگی سر ڈھانپنے کے لیے دی، اس کے بعد گھر کے اندر جا کر فرمایا! اے میری پیاری بیٹی کیا حال ہے؟ انہوں نے فرمایا میں بہت بیمار اور دردمند ہوں اور میری بیماری کی شدت کی وجہ یہ ہے کہ بیماری کے دوران بھی میں بھوکی رہ رہی ہوں مجھے کھانے کو کچھ میسر نہیں آتا، مجھ میں بھوک کی برداشت نہیں، یہ سن کر آقا علیہ السلام بے اختیار اشک بار ہو گیے اور فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! بے صبری مت کرو اللہ کی قسم تین دن سے مجھے بھی کھانے کو کچھ نہیں ملا ہے اور میرا مرتبہ اللہ کے نزدیک تم سے بڑا ہے اگر میں آسودگی اور فراغت چاہتا تو میرا رب مجھے عطا فرما دیتا مگر میں نے آخرت کو چاہا۔ اس فرمان کے بعد آقا علیہ السلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے فاطمہ! تمہیں خوش خبری ہو! تم جنتی عورتوں کی سردار ہو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو فرعون کی بیوی تھیں اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا (جو حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی والدہ ماجدہ تھیں) کا رتبہ کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا ان میں سے ہر ایک تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں لیکن تم ان سب کی سردار ہو، یہ سب عورتیں جنت کے آراستہ مکانات میں رہیں گی جہاں شور وغوغا اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے اور نہ کسی قسم کا کام کاج ہے اے میری بیٹی! میرے چچازاد بھائی یعنی اپنے شوہر کے مال پر قناعت اختیار کرو کیوں کہ میں نے تمہیں ایسے آدمی کی زوجیت میں دیا ہے جسے اللہ نے دین ودنیا کی سرداری عطا فرمائی ہے۔ (ص:۵۷۰)

نتیجہ: شہزادی رسول ہونے کے باوجود غربت کا یہ عالم بھوک اور غربت کی شکایت کرنے پر اللہ کے رسول ﷺ نے صبر اختیار کرنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ میں خود تین دن سے بھوکا ہوں بلاشبہ سرور کائنات ہونے کے باوجود رسول دوعالم ﷺ کا اس طرح درویشی اور قناعت اختیار فرمانا غریب امتیوں کے لیے ایک اہم پیغام ہے۔

ریت سونے میں تبدیل ہوگئی

ایک آدمی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کی میں پسند کرتا ہوں کہ کچھ آپ کی قربت میں رہوں، آپ کے اجازت دینے پر وہ آپ کے ساتھ کسی سفر پر نکلا راستے میں ایک دریا کے کنارے جا پہونچے، زادراہ میں تین روٹیاں تھیں، دوروٹیاں دونوں نے کھالیں، باقی ایک بچ رہی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں سے کسی حاجت سے کچھ دیر کے لیے ہٹ گئے، جب واپس آئے تو وہ روٹی آپ کو نظر نہ آئی، آپ نے حواری سے پوچھا! وہ روٹی کس نے لی ہے؟ حواری نے عرض کی مجھے کچھ علم نہیں، آخر وہاں سے آگے چل پڑے، دوران سفر دو بچوں کو ساتھ لیے ایک ہرن آرہا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آہو کو ندادی وہ آپ کے پکارتے ہی آپ کے قریب آگیا آپ نے اسے پکڑ کر ذبح فرمایا اور بھون کر دونوں نے خوب سیر ہوکر کھایا اس کے بعد آپ نے فرمایا اے آہو اللہ کے حکم سے زندہ ہوجا وہ زندہ ہوگیا اور اپنے راستہ پر چل پڑا، تب پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اس حواری سے فرمایا! تجھے اس پروردگار کی قسم جس نے یہ معجزہ دکھلایا سچ سچ بتلاؤ اس روٹی کا کیا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا مجھے کوئی علم نہیں، دونوں وہاں سے آگے چل نکلے، راستے میں پھر دریا آگیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سفر کے ساتھی کا ہاتھ پکڑا اور دونوں پانی پر چلتے چلتے دریا سے پار گذر گئے تب پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تجھے اس اللہ عزوجل کی قسم جس نے ہمیں یہ معجزہ دکھلایا مجھے بتادے اس روٹی کا کیا معاملہ ہے؟ اس نے پھر وہی جواب دیا مجھے کوئی علم نہیں، وہاں سے بھی یہ دونوں حضرات پھر آگے چل پڑے اور ایک ریگستان میں جا نکلے، آپ نے بہت سی ریت جمع کی اور فرمایا اے ریت! اللہ عزوجل کے حکم سے سونا بن جا وہ تمام ریت سونا بن گئی، آپ نے اس سونے کے تین حصے کیے اور فرمایا ایک حصہ میرا ہے اور دوسرا تمہارا اور تیسرا اس آدمی کا جس نے وہ تیسری روٹی کھائی، اس

وقت اس آدمی نے محض سونا حاصل کرنے کے لالچ میں کہہ دیا کہ وہ روٹی میرے پاس ہے، تب آپ نے فرمایا یہ دونوں حصے بھی تم ہی لے لو اور پھر آپ وہاں سے تنہا آگے روانہ ہوگئے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سونے کا ڈھیر اس کے حوالے کرکے تنہا چلے گئے تو آپ کے جانے کے بعد اتفاق سے دو آدمی بھی ادھر آنکلے اور چاہا کہ اسے مار کر یہ سونا اپنے قبضے میں کرلیں اس نے کہا مجھے مارتے کیوں ہو؟ آؤ ہم تینوں اسے آپس میں تقسیم کرلیتے ہیں، پھر ان میں طے پایا کہ ایک آدمی ہم میں سے شہر جائے اور کھانا خرید لائے، پھر ان تینوں میں سے ایک شہر کھانا خریدنے چلا گیا اس نے اپنے دل میں سوچ کر فیصلہ کرلیا کہ افسوس ہے یہ دونوں اتنا اتنا سونا لے جائیں گے یہ سوچ کر اس نے کھانے میں زہر ملا دیا، ادھر اس کی عدم موجودگی میں ان دونوں نے یہ طے کرلیا کہ ناحق تیسرے حصے کا سونا اسے کیوں دیں اور فیصلہ کرلیا کہ جب وہ آئے تو اسے مار ڈالیں اور سونا اپنے قبضے میں کرلیں گے، جب وہ تیسرا آدمی کھانا لے کر آیا تو یہ دونوں اس پر پل پڑے اور اسے مار ڈالا اور پھر کھانا کھانے بیٹھ گئے، کھانا کھاتے ہی یہ دونوں بھی مرگئے اور سونا ویسا کا ویسا ہی وہیں پڑا رہ گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو دیکھا کہ سونے کا ڈھیر ویسا کا ویسا ہی پڑا ہے اور پاس میں تین آدمی مرے پڑے ہیں تب آپ نے اپنے حواریوں سے فرمایا دیکھو یہ انجام ہے دنیا کا تم اس سے اجتناب کرو۔

نتیجہ: لالچ کا انجام بہت برا ہوتا ہے آدمی کیسا ہی باکمال کیوں نہ ہو مال کی زیادہ ہوس اسے ہلاکت میں مبتلا کر دیتی ہے، سانپ پکڑنے والا آخر کار سانپ کے ڈسنے سے مرجاتا ہے مال بھی ایک طرح کا سانپ ہے دانشمندی یہی ہے کہ اس سے دور رہا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دُرّے لگائے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے ان کے کئی تلامذہ جا رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کئی دُرّے لگائے، انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا اس طرح ان لوگوں کی رسوائی ہے جو پیچھے پیچھے چل رہے ہیں اور جو ان کے آگے چل رہا ہے اس کے لیے یہ تکبر اور نخوت کا سامان ہے یعنی اس سے تمہارے اندر نخوت جنم لے گی۔ (ص:۵۷۳)

نتیجہ :اس حکایت سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو اپنی نمائش کے لیے دس بیس افراد کا جھنڈ بنا کر خود آگے چلنا پسند کرتے ہیں یقیناًان کے اس طرز عمل سے نخوت اور تکبر کا پیدا ہونا فطری بات ہے۔

ریا کاری کا انجام

سرورِ کائنات علیہ السلام نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اس سے باز پرس کی جائے گی کہ تو نے کیا فرماں برداری کی، وہ جواب میں کہے گا میں نے اللہ عزوجل کی راہ میں جان قربان کردی اور جہاد میں مارا گیا اللہ عزوجل فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے جہاد تو ،تو نے اس لیے کیا تاکہ لوگ کہیں کہ فلاں آدمی بڑا بہادر ہے، پھر حکم ہوگا اسے دوزخ میں لے جاؤ، اس کے بعد ایک اور آدمی کو لایا جائے گا اس سے سوال کیا جائے گا تو نے کیا فرماں برداری کی ہے؟ وہ کہے گا اے اللہ عزوجل میرے پاس جس قدر مال تھا وہ میں نے تیری راہ میں صدقہ وخیرات میں صرف کردیا اللہ عزوجل فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے یہ داد ودہش تو تو نے اس لیے کی تھی تاکہ لوگ تجھے کہیں کہ یہ بہت بڑا سخی ہے، حکم ہوگا اسے دوزخ میں لے جاؤ پھر ایک اور آدمی کو لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا اے بندے! تو نے کیا فرماں برداری کی؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور علم قرآن سیکھا اور اس کے حصول میں بہت جدوجہد کی، اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا علم تو ،تو نے اس لیے حاصل کیا تاکہ تجھے لوگ عالم کہیں حکم ہوگا اسے بھی دوزخ میں لے جاؤ آقا علیہ السلام نے فرمایا میں اپنی امت کے معاملہ میں اتنا کسی چیز سے نہیں ڈرتا جتنا ان کے چھوٹے شرک سے، لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ریا کاری ہے اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ریا کارو! اب تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہیں دکھانے کی خاطر تم میری عبادت کیا کرتے تھے اور اپنے عمل کی جزا انھیں سے طلب کرو۔ (ص: ۵۸۳)

نتیجہ :اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وبندگی اور فرماں برداری میں دکھاوا عظیم گناہ ہے، ہمارا ہر کام اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہونا چاہیے نہ کہ مخلوق کے دکھاوے کے لیے کیوں کہ ریا کاری ذلت و خواری کا سبب ہوتی ہے۔

سات فرشتے اور سات آسمان

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بنانے سے قبل سات فرشتے پیدا فرمائے، اس کے بعد سات آسمان پیدا فرمائے اور ہر ایک فرشتے کو ایک ایک آسمان پر موکل فرمادیا اور اسے اس کی دربانی سونپ دی جب زمین نے فرشتے جن کا نام حفظہ اور جن کا کام یہ ہے کہ وہ انسانوں کے اعمال لکھتے رہتے ہیں جب وہ بندے کے اعمال اٹھا کر پہلے آسمان پر لے جاتے ہیں، اس بندے کی عبادت کی تعریف کرتے ہیں کہ جس نے ایسی عبادت کی ہو جو سورج کی مانند چمکنے والی اور درخشاں ہو تو وہ فرشتہ جو پہلے آسمان کا دربان ہے، اس نے اس اطاعت کو اس کے منہ پر دے مارا کیوں کہ میں اہل غیبت کا دربان ہوں اور مجھے حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بدگوئی (غیبت) کرنے والے کے اعمال یہاں سے آگے نہ جانے دوں، پھر دوسرے آدمی کے عمل کو جو غیبت سے منزہ ومبرہ ہے دوسرے آسمان تک لے جاتے ہیں وہاں اس آسمان کا دربان فرشتہ کہتا ہے اس کو لے جاؤ اور اس کے منہ پر دے مارو کیوں کہ اس نے یہ عمل دنیا کی خاطر کیا ہے اور اس نے مجالس ومحافل میں لوگوں کے روبرو اپنے اس عمل پر فخر کیا ہے مجھے حکم ہے کہ اس قسم کے آدمی کے عمل کو یہاں سے تجاوز نہ ہونے دوں، اس کے بعد ایک دوسرے کے اعمال اوپر لے جائے جائیں گے جس میں صدقات ونماز اور روزوں کا حساب ہوگا فقط ملائکہ اس کے نور سے حیران ہوں گے دوسرے آسمان سے گذر کر جب تیسرے آسمان پر پہونچیں گے تو وہاں کا موکل فرشتہ کہے گا میں تکبر کا فرشتہ ہوں مجھے حکم ہے کہ میں یہاں سے متکبروں کے عمل کو روک لوں یہ آدمی لوگوں کے سامنے تکبر کرتا تھا، پھر ایک اور ایسے آدمی کے عمل لے جائے جاتے ہیں جو تسبیح وتہلیل اور حج کے نور سے درخشاں ہوتا ہے یہ چوتھے آسمان تک لے جایا جاتا ہے وہاں کا دربان فرشتہ کہے گا یہ عمل اس کے منہ پر ماردو، میں غرور ونخوت کا فرشتہ ہوں اس کا یہ عمل نخوت کے علاوہ نہ تھا میں اس کے عمل کو یہاں سے آگے لے جانے نہ دوں گا، پھر ایک اور آدمی کے عمل بلند کریں گے وہ عمل حسن وجمال میں اس دلہن کی مانند آراستہ ہوں گے جو بن سنور کر دھج کے ساتھ شوہر کے گھر جاتی ہے، اس عمل کو پانچویں

آسمان تک تو لے جائیں گے وہاں کا فرشتہ کہے گا اس آدمی کے عمل کو اس کے منہ پر مار دو اور اس کی گردن پر ڈال دو کیوں کہ میں حسد کا فرشتہ ہوں، کوئی علم و عمل میں اس آدمی کے درجہ تک چلا جاتا تھا تو یہ اس پر حسد کرتا تھا اور اسے بیان کرتا تھا اور مجھے حکم ہے کہ میں حاسدوں کے عمل کو یہاں سے آگے نہ جانے دوں، اب ایک اور آدمی کے عمل کو بلند کیا جائے گا، اس میں بھی نماز، روزہ اور حج وغیرہ درج ہوں گے اسے چھٹے آسمان تک لے جائیں گے، وہاں کا دربان فرشتہ کہے گا یہ عمل اس کے منہ پر دے مارو کیوں کہ یہ کسی غریب آفت زدہ پر رحم نہ کھاتا تھا بلکہ خوش ہوتا تھا میں رحمت کا فرشتہ ہوں مجھے حکم ہے کہ بے رحم سنگ دل کے عمل یہاں سے آگے نہ جانے دوں، پھر ایک آدمی کے عمل اٹھائے جائیں گے اور انہیں ساتویں آسمان تک لے جائیں گے، نماز، روزہ اور جہاد کی وجہ سے اس کے عمل کی روشنی سورج کے نور کی طرح ہوگی اور اس کی بزرگی کا آسمانوں پر ہر سمت شور ہوگا، تین ہزار ملائکہ اس کے ساتھ چلتے ہوں گے اور ساتویں آسمان تک کے فرشتوں میں سے کسی کی طاقت نہ ہوگی جو اسے روکے جب ساتویں آسمان تک جائے گا تو وہاں کا فرشتہ اس کے عمل کو روک کر کہے گا اسے صاحب عمل کے منہ پر مار دو اور اس کے دل پر قفل (تالا) لگا دو کیوں کہ اس نے یہ عمل خالصتاً اللہ کے لیے نہ کیا تھا بلکہ اس کا مقصد ان عملوں سے یہ تھا کہ علما کے یہاں یہ اپنے لیے نام اور جاہ وحشم پیدا کرے اور اس کی سارے عالم میں شہرت ہو، مجھے حکم ہے کہ اس کے عمل کو یہاں سے آگے نہ جانے دوں، جو عمل خاص کر اللہ کے لیے نہ ہو وہ ریا ہے اور اللہ ریا کے عمل کو قبول نہیں کرتا اس کے بعد ایک اور آدمی کے عمل کو لے جائیں گے وہ ساتویں آسمان سے پار چلا جائے گا اس میں سب نیک اخلاق ہوں گے ذکر و تسبیح اور ہر طرح کی عبادت ہوں گی تمام آسمان کے ملائکہ اس عمل کے جلو میں چلیں گے یہاں تک کہ وہ بارگاہ الٰہی تک چلا جائے گا اور تمام ملائکہ گواہی دیں گے کہ یہ عمل پاک و با اخلاق ہے تب اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا اے فرشتو! تم اس کے عمل کے محافظ تھے اور مین اس کے دل کا محافظ ہوں، اس نے یہ عمل میرے لیے نہیں کیا اس کے دل میں کچھ اور ہی نیت تھی اس پر میری لعنت ہو تب وہ تمام فرشتے عرض کریں گے الٰہی اس پر تیری لعنت ہو اور سب کی لعنت بھی اس پر ہو تب اس پر تمام ملائکہ اور تمام آسماں لعنت بھیجیں گے۔ (ص:۵۸۵)

نتیجہ: بندہ کوئی بھی عمل کرے تو اس کے اندر نام ونمود کو نہ در آنے دے اور خالصتاً لوجہ اللہ کرے نیز اس کی نیت میں بھی اخلاص ضروری ہے ورنہ اس کا عمل اس کے منہ پر مار دیا جائے گا۔

بصرہ میں ہر طرف ذکر واذکار

بیان کرتے ہیں کہ بصرہ میں ایک وقت ایسی حالت ظہور پذیر ہوئی کہ شہر کی ہر گلی کوچے میں جس طرف بھی جانا ہوتا ہر گھر سے ذکر واذکار اور تلاوت قرآن کریم کی آوازیں گونجتی سنائی دیتی تھیں ایک دوسرے کو دیکھتے دیکھتے لوگوں کا اس طرف انتہائی میلان ہو چکا تھا، اسی دوران ایک صاحب قلم نے ایک کتاب لکھی جس کا نام 'دقائق ریا' رکھا جب لوگوں نے اس کو پڑھنا شروع کیا تو رفتہ رفتہ ذکر وتسبیح اور تلاوت قرآن کا سلسلہ ترک ہوتا چلا گیا، اس کتاب نے ان کی رغبت ومحبت میں خرابی پیدا کر دی تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کاش یہ کتاب نہ لکھی جاتی۔ (ص:۶۰۲)

نتیجہ: اگر چہ دوسروں کی ترغیب وتشویق کی خاطر کچھ عبادتیں ظاہر کر کے ادا کرنے میں حرج نہیں ہے تاہم باطنی طور پر کرنے میں زیادہ بھلائی ہے کیوں کہ اس میں ریا کے دخل کا خطرہ کم ہوتا ہے۔

آپ سے میرے والد کی دوستی تھی

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص اشرفیوں کی دو تھیلیاں لیے حاضر ہوا اور کہا آپ کو اچھی طرح علم ہے کہ میرے والد ماجد کی آپ سے دوستی تھی اور انہوں نے ہمیشہ رزق حلال کمایا اور کھایا اب وہ فوت ہو گئے ہیں ان کا یہ ترکہ بالکل حلال ہے، براہ کرم آپ انھیں قبول فرما لیں آپ نے دونوں تھیلیاں اس سے لے لیں مگر جیسے ہی وہ باہر نکلا تو آپ نے اپنے بیٹے کو اس کے پیچھے دوڑایا کہ اپنی تھیلیاں واپس لے جاؤ کیوں کہ مجھے یاد آیا ہے کہ اس کے باپ سے میری دوستی تو محض اللہ کے لیے تھی۔ (ص:۶۰۸)

نتیجہ: سبحان اللہ! یہ ہے بزرگوں کی غایت درجہ احتیاط کہ دوستی بھی صرف اللہ کی رضا کے لیے، اس لیے تھیلیوں کو واپس کر دیا۔

زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈال دیا جاتا

حدیث شریف میں ہے جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر تمام جن، پریاں، درندے، پرندے اور انسان باہر نکلے تو دو لاکھ انسان دو لاکھ جن پریاں خصوصی طور پر آپ کی خدمت پر مامور ہوئے، پھر آپ کا تخت آسمان کی سطح تک بلند کیا گیا یہاں تک کہ آپ نے فرشتوں کی تسبیحات از خود سماعت فرمائیں پھر آپ کو تمام زمینوں کی ہر طرف سیر کرائی گئی اور آفاق کی پنہائیوں تک لے جا گیا، پھر سمندر کی گہرائیوں کے نظارے کرائے گئے، تب آپ کو ندا دی گئی اگر تمہارے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر پایا جاتا تو آسمانوں کی بلندیوں تک لے جانے کی بجائے زمین کی گہرائیوں میں ڈال دیا جاتا۔ (ص:۶۰۹)

نتیجہ: عظمت اور کبریائی صرف یکتا و یگانہ ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کو زیب ہے، جب نبی کو تکبر کرنے کی اجازت نہیں تو ماوشما کی کیا حیثیت ہے جو تکبر کریں۔

زمین میں دھنسا دیا گیا

بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نہایت ناز نخرے اور نشۂ تکبر میں مدہوش ٹہل ٹہل رہا تھا، زرق برق لباس پہنے اپنے آپ میں مست ایسے کہ زمین پر نزاکت سے ایڑی بھی نہیں لگ رہی تھی، اس کا یہ انداز تکبر اللہ تعالیٰ کو ناگوار گذرا اور اسی وقت زمین کے اندر دھنسا دیا گیا اور جو مسلسل دھنسا جا رہا ہے اور یہ سلسلہ بدستور تا قیام قیامت جاری رہے گا۔ (ص:۶۰۹)

نتیجہ: تکبر کرنے والوں کا حشر یہی ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اٹھانے کے بجائے پست کر دیتا ہے، رب تبارک وتعالیٰ تکبر کی لعنت سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔

حالت ناگفتہ بہ ہوگئی

ایک درماندہ فقیر سرور کائنات علیہ التحیۃ والثنا کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا آپ اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے اسے اپنے پاس بلایا، دیگر لوگوں نے اس کی مفلوک الحالی کے باعث اپنے قریب نہ آنے دیا مگر رحمت عالم ﷺ نے اسے اپنے ساتھ بٹھایا اور فرمایا کھانا کھایئے، کسی قریشی

سردار نے اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا تو مرنے کے وقت اس کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی یعنی فقر و فاقہ میں مبتلا ہو کر مرا۔ (ص:۶۱۱)

نتیجہ: غریب پرور آقا نے ہمیشہ غریبوں اور مفلوک الحال لوگوں کی دل داری فرمائی ہے نہ کہ اس کی غربت کا مذاق اڑایا، ہمیں بھی آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا چاہیے۔

اسرائیلی عابد اور بدترین فاسق

بنی اسرائیل میں ایک شخص اپنے زمانے کا نہایت مشہور عابد تھا اور اسی زمانے میں دوسرا آدمی فسق و فجور میں بڑا مشہور تھا، ایک دن اس فاسق و فاجر نے دیکھا عابد دھوپ میں مصروف عبادت ہے اور اس پہ بادل سایہ کناں ہے فاسق کے دل میں توبہ واستغفار کا تصور غالب ہوا تو دل ہی دل میں کہنے لگا کیوں نہ ہو کہ اس عابد کی قربت حاصل کی جائے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے، چناں چہ فاسق ابھی عابد کے پاس آکر بیٹھا ہی تھا کہ عابد پکار اٹھا تم کون ہو جو میرے پاس آکر بیٹھ گئے تم جیسا تو نابکار، ناہنجار، فاسق و فاجر زمانے بھر میں نہیں ہے، یہاں سے فوراً نکل جاؤ تمہارا یہاں بیٹھنا مجھے قطعاً پسند نہیں۔ جیسے ہی اس نے عابد کا طعنہ سنا، اٹھا اور چل دیا کیا دیکھتے ہیں کہ بادل کا ٹکڑا بھی اسی کے ساتھ چل دیا اور فاسق کے سر پر سایہ کرنے لگا، اس زمانے کے نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ان دونوں کو حکم دو کہ اپنے اپنے اعمال از سرنو شروع کریں، اس لیے کہ فاسق سے جو کچھ ظہور ہوا تھا اسے ہم نے اس کے ایمان کی نیکی قرار دیتے ہوئے بخش دیا اور اس عابد کی عبادت کو تکبر کے باعث ضائع کر دیا۔ (ص:۶۱۸)

نتیجہ: تکبر چاہے عالم وزاہد میں ہو یا جاہل میں بہر حال ناروا ہے تکبر کرنے والے کی عبادتیں اور ریاضتیں تکبر کی وجہ سے اکارت ہو جاتی ہیں جیسا کہ اس اسرائیلی عابد کی عبادتیں برباد ہوگئیں۔

نو پشتیں دوزخ میں

نبی کریم ﷺ کے سامنے دو آدمیوں نے اپنی اپنی وجاہت وعظمت کا اظہار کیا تو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ایسے دو آدمیوں نے جھگڑتے ہوئے اپنی نو پشتوں کی عظمت و برتری کا اظہار کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ آپ اس متکبر سے فرمائیے جن نو پشتوں کا تو نے فخریہ انداز میں اظہار کیا ہے وہ تو سبھی دوزخ میں پڑی سڑ رہی ہیں اب تو دسواں ہے جو وہاں جانے کا منتظر ہے، یہ بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو لوگ دوزخ میں جل رہے ہوں ان پر فخر و ناز کیسا؟ لہٰذا ان پر فخر نہ کرو ورنہ تم "کوزؤ" نامی جانور سے بھی بدتر ہو گے جو آدمی کی نجاست سے پلتا ہے۔ (ص:۶۱۹)

نتیجہ: حسب و نسب پر فخر کرنا اور اپنی خاندانی وجاہت کا رعب دوسروں پر طاری کرنا یہ بھی تکبر ہے کیوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح الفاظ میں ارشاد فرما دیا ہے کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت اور برتری نہیں ہے۔

میں وہی عمر بن عبدالعزیز ہوں

بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ (جو وقت کے حکمراں تھے) کے یہاں ایک رات ایک مہمان ٹھہرا، چراغ بجھ رہا تھا، مہمان نے کہا حضرت میں تیل لے آتا ہوں، آپ نے فرمایا مہمان سے خدمت نہیں لی جاتی کیوں کہ یہ خلاف مروت ہے، مہمان نے کہا ٹھیک ہے میں غلام کو بلا لاتا ہوں، آپ نے فرمایا وہ تو ابھی سویا ہے، اسے جگانا مناسب نہیں ہے، پھر خود اٹھے اور تیل کا ڈبہ لائے چراغ میں ڈال کر فرمایا اے میرے مہمان جب میں تیل لانے گیا تھا تب بھی عمر بن عبد العزیز تھا اور جب میں واپس آیا ہوں تو وہی عمر بن عبدالعزیز ہوں۔ (ص:۶۲۱)

نتیجہ: یہ وہی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جب منصب خلافت پر فائز نہیں ہوئے تھے تو ایک نیا لباس سلوانے پر ایک ہزار دینار خرچ کر دیا تھا لیکن پھر بھی پسند نہ آیا اور جب منصب خلافت پر فائز ہو کر امیر المومنین بنے تو آپ کے مجموعی لباس کی قیمت پانچ درہم ہوا کرتی تھی اور فرماتے کہ خیر اچھا ہے اگر اس سے زیادہ کھردرا ہوتا تو بہت اچھا ہوتا آج کے امرا اور ارباب اقتدار کو آپ کی سیرت طیبہ سے سبق لینا چاہیے۔

حضرت بشر حافی اور دو ہزار درہم

کسی شخص نے حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا میرے پاس دو ہزار درہم ہیں جو میں نے حلال کی کمائی سے جمع کیے ہیں میرا ارادہ ہے کہ میں ان سے حج و زیارت کی سعادت حاصل کروں، آپ نے فرمایا تیرا مقصد سیر و تفریح ہے یا رضائے الٰہی کا حصول؟ وہ بولا مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی مطلوب ہے؟ آپ نے فرمایا اگر تم سچ کہتے ہو تو جاؤ اور دس مقروض محتاجوں کا قرض اس رقم سے ادا کر دو یا دس یتیموں میں اسے تقسیم کر دو یا کسی عیال دار کو دے دو! اس لیے کہ کسی ایک مسلمان کے دل کو خوش کرنا سیکڑوں بار حج کرنے سے افضل و اعلیٰ ہے۔

وہ شخص کہنے لگا میرے دل میں تو حج کرنے کی رغبت پیدا ہو چکی ہے آپ نے فرمایا پھر تو تیرا یہ مال حلال طریقہ سے تیرے پاس نہیں آیا غلط طور پر تجھے میسّر ہوا ہے اور جب تک تو اسے غلط اور ناجائز طور پر خرچ نہیں کرے گا تیرا دل مطمئن نہیں ہوگا۔ (ص:۶۴۱)

نتیجہ: ضرورت مندوں اور محتاجوں کی ضرورت پوری کرنا بلا شبہ نیک عمل ہے ایسے لوگ جو حج فرض کی ادائیگی مکمل کر چکے ہوں ان کے لیے نفلی حج کرنے سے بہتر ہے کہ غریبوں، مسکینوں، بیواؤں اور یتیموں پر اپنا مال خرچ کریں سچ کہا ہے فارسی کے شاعر نے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کسی کا دل نہ دکھانا اتنی بڑی نیکی ہے گویا حج اکبر یہی ہے اگر ہزار بار بھی کعبہ سے ہو آئے اور پھر لوگوں کی دل آزاری کرے اس سے بہتر ہے کہ کسی کے دل کو خوش کر دے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کے تمام احوال دکھائے گئے تو آپ نے ایک مرد و زن کو زنا کا مرتکب پایا، آپ نے انہیں اس قبیح حالت میں دیکھا تو ان کے لیے ہلاکت کی دعا فرمائی

تو وہ فوراً ہلاک کر دیے گئے پھر ایک اور آدمی کو مصروف زنا دیکھا، اس کے لیے بھی ہلاکت کی دعا مانگی تو ارشاد ہوا اے ابراہیم! میرے بندوں سے درگذر کریں کیوں کہ تین امور کا امکان ایسے حال میں بھی موجود ہے (۱) یہ کہ وہ توبہ اختیار کریں (۲) یہ کہ استغفار کی راہ اپنائیں اور میں انہیں بخشش سے نواز دوں (۳) یہ کہ ان کے یہاں ایسا بچہ پیدا ہو جو میرا اطاعت گذار ہو میں اس کی نیکی کے بدلے انہیں معاف فرمادوں کیوں کہ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ میں صبور ہوں۔(ص:۶۴۶)

نتیجہ:توبہ و استغفار سے بندے کو اجتناب نہیں کرنا چاہیے بلکہ گناہوں کے سرزد ہونے کے بعد ندامت کے ساتھ سچے دل سے توبہ و استغفار کرنے والوں کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا دست کرم فراخ فرمادیتا ہے نیز بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت اور انہیں صالح بنانے کی طرف بھرپور توجہ دیں کیوں کہ حدیث پاک کی رو سے انسان کے مرنے کے بعد جو تین اعمال اسے فائدہ پہونچاتے ہیں ان میں سے ایک ولد صالح بھی ہے۔

میں تیرا مالک، تو میرا بندہ

مخبر صادق نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے اس اعرابی سے بھی زیادہ جس کا گزر نہایت خوفناک جنگل سے ہو اور ستاتے ہوئے نیند آجائے اور جب وہ بیدار ہو تو اس کا اونٹ گم ہو چکا ہو جس پر توشہ اور دوسرا ساز و سامان لدا ہوا تھا وہ پریشانی کے عالم میں اونٹ کو تلاش کرتے کرتے بھوک اور پیاس سے نڈھال ہو کر گر پڑے اور اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہو چکا ہو، مایوسی کے عالم میں وہ اپنی جگہ واپس پلٹے اور مرنے کے انتظار میں اپنا بازو سر پر رکھ کر لیٹ جائے مگر جب آنکھ کھلے تو اونٹ کو اپنے پاس کھڑا ہوا پائے تو مسرت کے عالم میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے یوں کہنے کے بجائے کہ یا اللہ تو میرا مالک ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، جلدی سے یہ کہہ اٹھے کہ میں تیرا مالک، تو میرا بندہ!

پس ایسے ہی اللہ رب العزت اس وقت ہوتا ہے جب کوئی بندہ اس کی بارگاہ میں توبہ کے لیے حاضر ہو کر معافی طلب کرتا ہے جیسے وہ اعرابی گم شدہ اونٹ کو مع ساز و سامان اپنے سامنے پا کر انتہائی

خوش ہوا تھا۔(ص:۶۴۶)

نتیجہ:سبحان اللہ! یقیناً ہمارا پروردگار ہمارے اوپر ہمارے ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے اگر ہم گناہ کے بعد توبہ کر لیں تو وہ ہم سے یقیناً خوش ہوتا ہے ایک روایت کے مطابق جب گنہ گار بندہ اپنے گناہوں کی معافی کے لیے بارگاہ ایزدی میں ڈٹا رہتا ہے اور اظہار ندامت کے ساتھ مسلسل طلب مغفرت کرتا ہے تو رب تبارک وتعالیٰ اپنے فرشتوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتا ہے اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ مجھے اپنے اس بندے سے شرم آتی ہے میں نے اس کے تمام گناہوں کو بخش دیا جسے حضرت شیخ سعدی یوں بیان کرتے ہیں ؎

کرم بیں ولطف خداوندگار — گنہ بندہ کرد است او شرمسار

پروردگار عالم کا لطف و کرم دیکھو کہ گناہ بندے نے کیا اور شرمندہ وہ ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پتھر

بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پتھر کو تکیہ بنائے آرام کر رہے تھے کہ شیطان آیا اور کہنے لگا آپ تو تارک الدنیا ہیں پھر اس سے باز نہیں آئے، آپ نے فرمایا بتاؤ تو سہی میں دنیا سے کون سا فائدہ اٹھا رہا ہوں؟ وہ بولا! سر کے نیچے پتھر رکھ کر آپ کا استراحت کرنا بھی تو اسی زمرہ میں شمار ہوتا ہے یہ سنتے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس پتھر کو سر کے نیچے سے نکالا اور دور پھینکتے ہوئے فرمایا لو! مجھے اتنی سی دنیاداری سے بھی کوئی تعلق نہیں۔(ص:۶۵۰)

نتیجہ:انبیائے کرام علیہم السلام کی شان ہی ایسی ہوتی ہے کہ کم سے کم دنیا کے عیش و آرام سے تعلق رکھتے ہیں اسباب پر قدرت کے باوجود ان کے یہاں قناعت اور صبر خوب پایا جاتا ہے ایک ہم ہیں کہ بہت سارے اسباب عیش و آرام فراہم ہونے کے باوجود مزید کی جستجو رہتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں انبیائے کرام کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ

بیان کرتے ہیں کہ ایک اسرائیلی بہت گنہ گار تھا اس نے توبہ کی راہ اپنائی مگر شک میں مبتلا ہو گیا

کہ میری یہ توبہ قبول ہوگی یا نہیں لوگوں نے اسے اس وقت ایک عابد کی نشان دہی کی، وہ اس کے پاس حاضر ہوا اور جا کر اپنی سرگذشت سنائی اور کہا میں اس وقت تک ننانوے آدمی قتل کر چکا ہوں علاوہ ازیں میں بہت گنہ گار ہوں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ عابد نے جواباً کہا نہیں، اسے نہایت غصہ آیا نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً اس عابد کو بھی قتل کر ڈالا اور اس طرح ایک سو انسانوں کا قاتل بن گیا اور اس کے بعد اپنے وقت کے ایک عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا کہہ سنایا کہ میں نہایت گنہ گار ہوں حتیٰ کہ ایک سو آدمیوں کا قاتل بھی ہوں بتایئے کیا میری دعا قبول ہو سکتی ہے۔

عالم دین نے کہا ہاں البتہ یہاں سے کہیں اور جگہ چلے جاؤ اس لیے کہ یہ جگہ تمہارے لیے باعث برکت نہیں رہی بلکہ تیرے فساد کا مقام ہے۔

وہ مقام صلاح کی طرف روانہ ہوا جہاں نیک لوگ رہا کرتے تھے مگر راستے ہی میں اسے فرشتۂ اجل نے آلیا اس کے مرنے پر رحمت وعذاب کے فرشتے آ گئے اور ان کے درمیان اختلاف پھوٹ پڑا یعنی ہر ایک دعویٰ کرنے لگا کہ اس کی موت ان کے علاقے میں ہوئی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا تم زمین کی پیائش کیوں نہیں کر لیتے چناں چہ زمین کی پیائش کی گئی تو وہ صالحین کی ولایت کے نزدیک تر نکلا گو فاصلہ میں صرف ایک بالشت ہی کا فرق تھا اس لیے رحمت کے فرشتے اسے لے گئے۔(ص:۶۵۳)

نتیجہ: اس حکایت سے واضح ہوا کہ نجات کے لیے یہ کوئی شرط نہیں ہے کہ بندے کا پلڑہ گناہوں سے بالکل ہی پاک وصاف ہو البتہ یہ شرط ہے کہ نیکیوں کا پلہ بھاری ہو خواہ مقدار میں معمولی سا فرق ہی کیوں نہ ہو تو نجات یقینی ہے اور یہ بھی نتیجہ نکلا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں اور اولیاے کرام و صالحین کا معمولی سا قرب نصیب ہو جائے تو اس کا یہاں تک فائدہ ہوتا ہے کہ انسان جنت کا مستحق بن جاتا ہے اگر چہ کتنا ہی گنہ گار ہو بشرطیکہ توبہ اختیار کرے۔

گنہ گار عالم

بیان کرتے ہیں کہ ایک اسرائیلی عالم نے گناہوں سے از خود توبہ کر لی مگر اس کی بد عملی کو دیکھتے

ہوئے ہزاروں لوگ جو غلط روش پر چل پڑے تھے ان کے متعلق اس دور کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی آئی کہ اس سے پوچھیے کہ تو نے تو توبہ کر لی مگر ان گناہوں سے کیسے بچ سکے گا جو تیری بد عملی کو دیکھتے ہوئے دوسروں نے بھی ارتکاب شروع کر دیا ہے۔(ص:۶۵۸)

نتیجہ: علماے کرام کو اس پر خوب غور کرنا چاہیے کیوں کہ ان کی ایک غلطی ہزاروں غلطیوں کا پیش خیمہ بن جاتی ہے اور ان کی ایک نیکی ہزاروں نیکیوں کا باعث بن جاتی ہے اس لیے معصیت میں قطعاً مبتلا نہ ہوں اور اگر خدانخواستہ کوئی گناہ سرزد ہو بھی جائے تو اس کا اظہار نہ کریں۔

اور وہ خوب ہنسنے لگیں

بیان کرتے ہیں کہ حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ اچانک بڑے زور سے گر پڑیں ناخن ٹوٹ گئے لیکن شدت درد کے اظہار کی بجائے خوب ہنسنے لگیں کسی نے کہا کیا ناخن میں درد نہیں ہو رہا ہے؟ کیوں ہنس رہی ہیں؟ فرمانے لگیں ثواب کی خوشی میں مجھے تو درد محسوس ہی نہیں ہوا، نیز فرمایا اے انسان! اگر تو اللہ رب العزت کی بڑائی کا معترف ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ بیماری اور تکلیف پر حرف شکایت زبان پر نہ لائے مصیبت آپڑے تو دوسروں پر ظاہر نہ ہونے پائے۔(ص:۶۷۷)

نتیجہ: بیماری اور مصیبت پر صبر کرنا باعث اجر وثواب ہے ایک حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب میں کسی پر بلا نازل کرتا ہوں اس کے تن پر یا مال پر یا اولاد پر اور وہ پورے طور پر صبر وضبط سے کام لیتا ہے تو اس کا حساب لینے سے مجھے شرم آتی ہے۔

حضرت رمیضہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا بے مثال صبر

حضرت رمیضہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے خاوند حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر تشریف لے گئے تھے ان کی عدم موجودگی میں ہمارا بیٹا وصال کر گیا، میں نے اس کے چہرے پر کپڑا ڈال دیا، میرے شوہر نے واپسی پر بیٹے کے متعلق پوچھا اب کیسا ہے؟ میں نے کہا جتنی اچھی حالت اس شب رہی اتنی کبھی نہ ہوئی اور یہ کہ کر اپنے خاوند کی خدمت میں کھانا پیش کر دیا انہوں نے اطمینان سے کھانا کھایا اسی اثنا میں، میں نے معمول سے قدرے زیادہ بناؤ سنگار کیا یہاں تک کہ

میرے شوہر نے اپنی خواہش کی تکمیل کی، پھر میں نے کہا آج جس نے ہم سے چیز مستعار (ادھار) لی تھی وہ میں نے طلب کی تو اس نے بہت شور مچایا اور خوب رونا شروع کر دیا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سنتے ہی کہنے لگے وہ عجیب انسان ہے جو چیز اس کی تھی ہی نہیں واپس مانگنے پر شور مچاتا ہے اور روتا ہے تب میں نے کہا تمہارا چھوٹا فرزند جو بیمار تھا اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس بطور ہدیہ تھا وہ ہمیں مستعار دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے آج اسے واپس لے لیا ہے، میرے شوہر نے نہایت صبر وضبط سے اس خبر کو سنا اور فوراً پڑھا 'اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ' بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہم کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

بہ وقت صبح جب یہ ماجرا رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے کل کی رات مبارک کرے کیا عمدہ رات تھی اور فرمایا میں نے ابھی ابھی جنت میں رمیضہ اور ابوطلحہ کو موجود پایا ہے۔

نتیجہ: اسے کہتے ہیں صبر جمیل اور اللہ تبارک وتعالیٰ صبر جمیل اختیار کرنے پر جنت کی شکل میں اجر عطا فرماتا ہے آج کل کی عورتوں کو اس حکایت سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ وہ اس طرح کی مصیبتوں کے آنے پر آہ وبکا، چیخ وپکار، رونا پیٹنا اور کپڑے وغیرہ پھاڑنے کی بجائے صبر جمیل اختیار کریں اور ایسی حالت ظاہر کریں کہ مصیبت زدہ اور غیر مصیبت زدہ میں فرق کرنا مشکل ہو۔

پتھر کے آنسو

کسی نبی علیہ السلام کی ایک چھوٹے سے پتھر پر نظر پڑی جس سے پانی بہہ رہا تھا انہیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو قوت گویائی عطا فرمائی اور کہنے لگا یا نبی اللہ! آپ جو مجھ سے بہتا ہوا پانی دیکھ رہے ہیں یہ تو میرے آنسو ہیں اور یہ اس وقت سے بہہ رہے ہیں جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے 'وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَۃُ' (بقرہ۔ ۲۴) دوزخ سے بچیں جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، پس یہ رونا اسی بنا پر ہے۔

نبی علیہ السلام نے اس پتھر کے حق میں دعا فرمائی الٰہی! اس پتھر کو اپنی گرفت کے خوف سے

نجات عطا فرما، دعا قبول ہوئی مگر جب نبی علیہ السلام کا دوبارہ اس کے پاس سے گذر ہوا تو اسی طرح پتھر سے پانی بہتا دیکھا، پھر انہوں نے دریافت کیا اب رونا کس وجہ سے ہے؟

پتھر نے جواب دیا پہلے گرفت کے خوف سے روتا تھا اب شکر کے باعث خوشی سے آنسو بہا رہا ہوں۔ (ص: ۶۸۲)

نتیجہ: افسوس! ہمارا دل اس پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو چکا ہے کہ نہ تو ہمیں خشیت الٰہی سے رونا آتا ہے اور نہ ہی اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور آسائشوں کے شکرانے کے طور پر۔

چور گھس آیا

حضرت سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا کہ میرے گھر میں چور گھس آئے اور تمام مال ومتاع لوٹ کر لے گئے اس پر حضرت سہیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! اگر شیطان تیرے دل کے مکان میں ڈاکہ زنی کر کے ایمان لوٹ کر لے جاتا تو تم کیا کرتے؟ یعنی شکر کر کہ تمہارا صرف مال گیا لیکن ایمان کی دولت تو محفوظ رہی۔ (ص: ۷۰۵)

نتیجہ: ہمیں اپنے مال ومتاع سے زیادہ ایمان کی دولت کی حفاظت کرنی چاہیے اور دنیاوی مال کے ضائع ہونے پر اللہ کا شکر بجالانا چاہیے کہ ایمان کی دولت تو محفوظ ہے۔

گدھے سے گرنے پر شکر ادا کیا

حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ گدھے سے گر پڑے فوراً پڑھنے لگے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! حاضرین نے دریافت کیا یہ کون سا مقام حمد تھا؟

فرمایا گدھے سے گرنے کی جو مصیبت میرے لیے لوح محفوظ میں مرقوم تھی وہ ہو چکی آئی اور گذر گئی اچھا ہوا کیوں کہ اس کو تو بہر صورت آنا ہی تھا سو وہ آئی اور گئی اس لیے مجھ پر لازم تھا کہ میں اس مصیبت سے گذر جانے پر اپنے رب کا شکر ادا کروں۔ (ص: ۷۰۶)

نتیجہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر بہر حال بجالانا ضروری ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام حزن وملال بھول گئے

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا فوت ہو گیا تو آپ نے غم والم کی بنا پر بہت دکھ کا اظہار کیا، اتنے میں دو فرشتے بہ شکل انسان ایک دوسرے کے مخالف بن کر حاضر ہوئے، ایک نے کہا میں نے زمین میں بیج بویا تھا تو نے اسے مسل دیا ہے دوسرے نے کہا حضرت اس نے راستے میں بیج ڈالا تھا جب مجھے دائیں بائیں راستہ دکھائی نہ دیا تو مجبوراً اس بیج سے گذرنا پڑا۔

تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے مدعی سے فرمایا تو نے راستے میں بیج کیوں ڈالا؟ کیا تجھے خبر نہ تھی کہ راستہ تو لوگوں کے لیے ہے وہ تو کبھی خالی ہوتا ہی نہیں، تب اس پر فرشتے نے کہا تو تو شاہ راہ مرگ پر ہے پھر بیٹے کی موت پر یہ حالت کیوں؟ یہ سنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام سارا حزن و ملال بھول گئے۔ (ص:۲۰۷)

نتیجہ: انسان ہمیشہ یہ تصور کرے کہ وہ سفر آخرت پر ہے جس طرح دنیاوی مسافر کو دوران سفر تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی طرح آخرت کے مسافر کو اگر رنج والم کا سامنا کرنا پڑے تو اسے صبر کے ساتھ خندہ پیشانی سے برداشت کرے اللہ تبارک وتعالی اس کی اس تکلیف پر اجر مرحمت فرمائے گا اور اس کا سفر آخرت بھی آسان فرمائے گا۔

ہزار سالہ دوزخی

حدیث شریف میں ہے کہ ایک آدمی کو ایک ہزار سال تک دوزخ میں رکھا جائے گا اور وہ دوزخ میں ہی پکارے گا ''یا حنان یا منان'' تو اس کی پکار پر اللہ تعالی حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمائے گا اسے باہر نکال لاؤ، چناں چہ اسے دوزخ سے نکال کر بارگاہ رب العزت میں پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالی اس سے فرمائے گا تو نے دوزخ کو کیسا پایا؟ وہ عرض کرے گا ''اس سے تو بدترین کوئی جگہ ہی نہیں'' اللہ تعالی حکم فرمائے گا ''اسے پھر دوزخ میں ڈال دو'' فرشتے جب اسے دوزخ کی طرف لے جا رہے ہوں گے تو وہ بار بار پیچھے دیکھے گا ایسی حالت میں اللہ تعالی اس سے فرمائے گا ''اب بار بار پیچھے دیکھنا کس غرض سے ہے''؟ وہ عرض کرے گا الٰہی! میں نے تو یہ گمان کیا تھا کہ جب مجھے دوزخ سے

نکالا جا رہا ہے تو دوبارہ یہاں نہیں لایا جائے گا اس پر اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرمائے گا۔ فرشتو! اسے جنت میں لے جاؤ۔ (ص:۱۱۷)

نتیجہ: اللہ تبارک وتعالی کی رحمت سے کبھی بھی مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہیے قرآن مقدس میں ہے ''لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ'' اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو، اللہ جل مجدہ کی طرف سے بھی رسول اکرم ﷺ کو یہی حکم تھا کہ اے حبیب! میرے بندوں کو میری رحمت کی امید دلاؤ۔

دیہاتی تو اچھا خاصا فقیہ ہے

ایک اعرابی (دیہاتی) بارگاہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت مخلوق خدا کا حساب کون لے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خود خالق کریم، اعرابی نے سوالیہ انداز میں یہی کلمات دہرائے کیا خالق کریم از خود حساب لے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ''بذات خود'' اعرابی مسکرانے لگا، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیوں ہنس رہا ہے؟ وہ کہنے لگا اس لیے کہ کریم جب کسی پر قابو پاتا ہے تو وہ معمول کے مطابق ڈھیل دیتا ہے یعنی اس کے قصور معاف فرما دیتا ہے، حساب میں بھی نرمی اختیار کر لیتا ہے اس لیے میں خوشی سے مسکرا رہا ہوں، اس پر محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعرابی نے سچ کہا اللہ تعالی سے زیادہ کوئی بھی کریم نہیں ہو سکتا نیز فرمایا یہ اعرابی (دیہاتی) تو اچھا خاصا فقیہ ہے۔ (ص:۲۱۶)

نتیجہ: اللہ تبارک وتعالی اپنے بندوں پر ماں باپ سے بھی زیادہ کریم ورحیم ہے، اس پر ہمیں یقین ہونا چاہیے کہ وہ اپنے کرم سے ہمیں محروم نہیں رکھے گا۔

دوزخ میں جانے کی جلدی

حضرت سعید بن ہلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ روز قیامت دوزخ کے دو سزا یافتہ آدمیوں کو جہنم سے باہر لایا جائے گا، اللہ تعالی ان سے فرمائے گا یہ سزا تمہیں تمہاری بداعمالی کی بدولت دی گئی ہے اس لیے کہ میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا یہ کہتے ہی انہیں دوبارہ دوزخ میں جانے کا حکم دیا جائے گا، ان میں سے ایک باوجود بیڑیوں اور زنجیروں کے دوزخ میں جانے کی جلدی کرے گا اور

دوسرا کھڑا رہے گا، انہیں حاضر دربار ہونے کا ارشاد ہوگا اور پوچھا جائے گا یہ کیا معاملہ ہے؟

دوزخ میں جلدی جلدی جانے والا عرض کرے گا میں نے حکم کی تعمیل میں جلدی اس لیے کی، کیوں کہ پہلے ہی حکم عدولی کے باعث سزاوار جہنم ہوں اب ذرہ بھر کوتاہی کی تو نہ جانے کیسی سزا دی جائے گی، دوسرا عرض گزار ہوگا میرے مولیٰ! میں یہ تصور کر رہا تھا کہ اب جب کہ دوزخ سے باہر لایا گیا ہے تو پھر شاید نہ جانا پڑے، اس لیے رحمت کی امید پر کھڑا ہوں، ارشاد ہوگا دونوں کو بہشت میں پہنچا دیا جائے۔ (ص:۷۱۷)

نتیجہ: ؎ رحمت حق بہانہ می جوید/ رحمت حق بہا نمی جوید

اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈھتی ہے، خزانہ نہیں ڈھونڈھتی۔

گویا کہ وہ سائبان بن گئی

بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ایک لڑکے کو قید کر دیا گیا شدت کی گرمی تھی جب اس کی ماں نے اسے مصیبت میں دیکھا تو دیوانہ وار دوڑی ہوئی خیمہ میں جا گھسی، لوگ اس کے پیچھے پیچھے دوڑے اس نے جاتے ہی اپنے بیٹے کو سینے سے لگا یا دھوپ سے بچے کو بچانے کے لیے اپنے آپ کو اس پر یوں ڈال دیا جیسے سائبان اور بولی لوگو! یہ میرا لخت جگر، نور نظر ہے وہ روتی جاتی تھی اور بار بار پکارتی جاتی تھی یہ میرا لخت جگر ہے، لوگ اس کی درد بھری فریاد پر رقت سے آبدیدہ ہو گئے اور اس خاتون کی بے پایاں محبت و شفقت سے انتہائی متاثر ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ کہانی سنائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس خاتون کی اپنے بیٹے سے بے پناہ محبت و شفقت کی داد دی نیز فرمایا لوگو! یہ عورت جیسے اپنے لخت جگر، نور نظر پہ رحم دل ہے تمہارا رب اس سے کہیں زیادہ تم پر رحم فرمانے والا ہے، یہ بشارت تمام لوگوں کے لیے انتہائی مسرت کا سامان تھی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اسے سنتے ہی بے حد خوش ہوئے اتنے کہ اس سے قبل انہیں ایسی خوشی و مسرت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ (ص:۷۱۹)

نتیجہ: سبحان اللہ! ماں کی ممتا سے بھی زیادہ ہمارا رب ہمارے اوپر مہربان ہے، فالحمد للہ علیٰ ذالک

اپنے رحم و کرم سے کس کو نوازوں گا؟

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب میں بیت اللہ شریف میں بالکل تنہا تھا کہ بارش ہونے لگی، میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض گزار ہوا، الٰہی! مجھے گناہوں سے محفوظ رکھنا یہاں تک کہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہ ہونے پائے، آواز آئی تم چاہتے ہو کہ معصوم بن جاؤ تو یاد رکھو یہ خواہش تو میرا ہر بندہ رکھتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ اگر میں تمام بندوں کو گناہ سے بالکل محفوظ کر دوں تو اپنے رحم و کرم سے کس کو نوازوں گا؟ (ص:۷۱۹)

نتیجہ: بلاشبہ اللہ کا رحم و کرم ہر نیک و بد پر ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم جان بوجھ کر گناہ کرتے پھریں بلکہ اگر انجانے میں بھی گناہ سرزد ہو جائے تو اس رحیم و کریم کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کریں تا کہ اس کی رحمت ہماری طرف متوجہ رہے۔

جب ان کی یاد آئی تو آتی چلی گئی

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کو پند و نصائح سے نواز رہے تھے ان کے دل خوف سے سہمے جا رہے تھے یہاں تک کہ ان لوگوں کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں، جب محفل مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے فراغت کے بعد گھر پہنچا تو اہل خانہ سے دنیوی باتوں میں مشغول ہو گیا پھر اچانک مجھے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے پند و نصائح یاد آنے لگے اور تصور ہی تصور میں کہنے لگا آہ! ابھی تو محفل مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہماری حالت دیکھی نہ جاتی تھی یہ سوچتے ہی اونچی اونچی آواز میں رونے لگا اور دل ہی دل میں اپنے آپ کو کہتے جا رہا تھا حنظلہ! تو تذبذب کا شکار ہو چکا ہے، بے تابی کی کیفیت طاری تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا جب انہوں نے میری بات سنی تو فرمانے لگے حنظلہ! یہ قطعاً منافقت نہیں، مگر میں مطمئن نہ ہوا بارگاہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر تمام ماجرا کہہ سنایا۔

محسن اعظم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حنظلہ! تمہاری حالت جو میرے پاس ہوتی ہے اگر وہ ہر وقت برقرار رہے تو فرشتے برسرعام تمہارے ساتھ مصافحہ کریں اور جب گھر پہنچو تو استقبال کریں بلکہ ہمیشہ ساتھ ساتھ رہیں۔ (ص:۷۲۲)

نتیجہ: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم وتزکیہ کا اثر سیدھا صحابۂ کرام کے دلوں پر ہوتا تھا اور آپ کے ارشادات کی برکت سے ان کے دل اللہ کی یاد سے آباد ہو جاتے تھے اور جس دل میں اللہ کی یاد بسی ہو یقیناً بہت محترم ہوتا ہے۔

بادام اور شکر

بیان کرتے ہیں کہ کسی بزرگ نے بوقت وصال اپنے مال ومتاع کو ایک شخص کے سپرد کرتے ہوئے کہا "میرے خاتمہ بالخیر کی ایک نشانی ہوگی، اگر تم وہ نشانی پاؤ تو اس رقم سے بادام اور شکر خرید کر شہر کے بچوں میں بانٹ دینا اور اعلان کرنا کہ یہ فلاں شخص کے عرس شریف کا تبرک ہے جو اس جہان فانی سے باایمان گیا اور اگر وہ نشانی نہ پاؤ تو اعلان کرا دینا کہ کوئی شخص میری نماز جنازہ نہ پڑھے اور وہ لوگ مغالطے میں نہ رہیں تا کہ بعد از مرگ میرا نام ریا کاروں کی صف میں نہ آئے۔ (ص:۷۲۸)

نتیجہ: انسان کا دل بدلتا رہتا ہے اور موت کا وقت تو بے حد نازک اور مشکل ہوتا ہے کسی کو خبر نہیں کہ نزع کے وقت اس کی کیا حالت ہوگی اس لیے اگر موت کے وقت اچھے آثار ظاہر ہوں تو یہ خوشی کا مقام ہے۔

کیا یہ میری شکر گزاری کے لیے کافی نہیں

بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر نبی علیہ السلام کو معاشی ضروریات لاحق ہوئیں، کئی سال اس سلسلہ میں مضطرب رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی اور اپنی ضروریات کی گزارش کی، ارشاد ہوا اے میرے نبی! (علیہ السلام) ہم نے تمہارے دل کو کفر وشرک سے محفوظ رکھا کیا یہ میری شکر گزاری کے لیے کافی نہیں کہ دنیاوی ضروریات کی درخواست کرتے ہو؟ یہ سنتے ہی عرض کی الٰہی! میں اس سے بھی استغفار کرتا ہوں اور مجھے ندامت ہے کہ میں نے تیری بارگاہ میں

دنیوی ضروریات کا سوال کیا، اور اپنے سر اقدس کو خاک پر رکھ دیا۔ (ص:۷۲۹)

نتیجہ: کفر وشرک سے دل کا پاک ہونا یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے جو ہر کسی کو نہیں ملتی، اس لیے اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔

چالیس روز کا سجدہ

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس دن تک سجدے کی حالت میں آنسو بہاتے رہے یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں کے پانی سے گھاس پیدا ہوگئی، ندا آئی اے داؤد! (علیہ السلام) رو رو کر اپنے آپ کو کیوں ہلکان کر رہے ہو اگر بھوک پیاس یا لباس کا مسئلہ ہے تو ہم روٹی کپڑے اور پانی کا انتظام کر دیتے ہیں، اس پر حضرت داؤد علیہ السلام نے ایسی آہ ماری کہ سامنے پڑی لکڑیوں میں آگ بھڑک اٹھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبولیت کا شرف عطا فرمایا اور ان کی مناجات قبول کی۔ (ص:۷۳۴)

نتیجہ: اللہ کے ایک نبی کے خوف خدا کا یہ عالم ہے جن کے معصوم عن الخطا ہونے میں کوئی کلام نہیں اور ہم سراپا خطا ہونے کے باوجود اس طرح بے خوف زندگی گزار رہے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی گریہ وزاری

یحییٰ بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام محبت الٰہی میں اتنا زیادہ روتے جس کی مثال نہیں ملتی جب ان پر یہ کیفیت طاری ہونا ہوتی، سات روز قبل کھانا پینا چھوڑ دیتے اپنی ازواج کے قریب نہ جاتے، جنگل کی راہ لیتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرماتے لوگوں میں اعلان کرا دیں جس کو داؤد علیہ السلام کی گریہ وزاری سے مستفید ہونا ہے وہ جنگل کی طرف نکل جائے۔

چناں چہ ہزاروں لوگ اپنے گھروں سے اور لاکھوں پرندے اپنے گھونسلوں اور لاتعداد وحشی درندے چرندے اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل کر وہاں جمع ہو جاتے جہاں حضرت داؤد علیہ السلام گریہ کناں ہوتے۔

جب آپ حمد الٰہی سے آغاز کرتے تو تمام حاضر مخلوق میں آہ وفغاں کا شور بلند ہو جاتا، پھر جنت

اور جہنم کا تذکرہ کرتے تو ہر قسم کے جانور خوب روتے اور پھر آپ محبت الٰہی اور آتش شوق میں اس
طرح گریہ وزاری کرتے کہ خوف وہراس سے چاروں طرف موت کا پہرہ لگ جاتا بہ کثرت تڑپ
تڑپ کر جان دے دیتے، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام عرض کرتے یا حضرت! گریہ وزاری سے
رک جایئے بہت سی خلقت تو مر چکی ہے اور اکثریت جاں بہ لب ہے، پھر اعلان کراتے لوگو! اپنے
اپنے فوت شدہ آدمیوں کو لے جاؤ یہاں تک کہ ایک مجلس میں تیس سے چالیس ہزار تک لوگ انتقال
کر جاتے، ایسے موقع پر حضرت کی کنیزیں آپ کو تھامے رکھتی تھیں کہ مبادا خوف الٰہی سے آپ کے
اعضا الگ الگ نہ ہو جائیں۔ (ص:۷۳۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خوف خدا سے تڑپنا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی کنیز صبح بیدار ہوتے ہی کہنے لگی امیر المومنین! آج رات
میں نے ایک عجیب سا خواب دیکھا ہے فرمایا جلدی بیان کرو، وہ بولی میں دیکھ رہی ہوں کہ جہنم کو
بھڑکایا جا رہا ہے پھر پل صراط کو اس پر رکھ دیا گیا اتنے میں فرشتے خلفا کو لیے وہاں پہونچے سب سے
پہلے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو لائے اور حکم دیا ''پل صراط پر چلو'' وہ چلا اور تھوڑی دور ہی چلا تھا کہ
دوزخ میں جا گرا۔

آپ نے فرمایا جلدی بولو! بعد میں کیا ہوا؟ وہ کہنے لگی پھر ولید بن عبداللہ کو لایا گیا اسے بھی پل
صراط پر چلنے کا حکم دیا گیا وہ تھوڑی دور ہی چلا تھا کہ دوزخ میں گر گیا، فرمانے لگے پھر کیا ہوا جلد بتاؤ وہ
کہنے لگی پھر سلیمان بن عبدالملک کو حاضر کیا گیا اور اس کا بھی وہی حشر ہوا جو ان دونوں کا ہو چکا تھا آپ
کہنے لگے ذرا جلدی خواب ختم کرو، وہ کہنے لگی پھر آپ کو لایا گیا ابھی وہ یہ بات پوری بھی نہ کر پائی تھی
کہ آپ نے زور سے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے کنیز نے شور مچا دیا وہ پکار رہی تھی ''واللہ آپ
محفوظ رہے اور سلامتی کے ساتھ پل صراط کو پار کر گئے'' وہ شور مچا رہی تھی مگر آپ ماہی بے آب یا مرغ
بسمل کی طرح تڑپتے رہے اور ہاتھ پاؤں بے تابی کے عالم میں زمین پر مارتے رہے۔ (ص:۷۳۸)

نتیجہ: اللہ! اللہ! یہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں جن کی خلافت، خلافت راشدہ کہلاتی ہے اور
جن کا عدل وانصاف ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے لیکن پھر بھی خوف خدا کا یہ عالم ہے۔

ساگ اور روٹی

ایک شخص کا گزر عامر بن قیس کے قریب سے ہوا وہ ساگ روٹی تناول فرمارہے تھے اس آدمی
نے پوچھا اے عامر! کیا تو نے جہان زندگانی میں بس اسی پر اکتفا کر لیا؟ فرمایا یہ کیا ہے میں نے تو
ایسے لوگ بھی مشاہدہ کیے ہیں جو اس حقیر اور بدتر سے زیادہ قناعت کیے ہوئے ہیں، اس نے پوچھا وہ
کون لوگ ہیں؟ فرمایا وہ جو دنیا کو آخرت کے بدلے میں خرید لیتے ہیں اور اس سے بھی گھٹیا پر قانع ہو
جاتے ہیں۔ (ص:۷۴۵)

نتیجہ: جو کچھ میسر ہوا سے کم نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اسی پر قناعت کے ساتھ شکر ادا کرنا چاہئے۔

دشوار گزار گھاٹی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک دن مجلس میں لوگوں سے گفت وشنید میں مشغول تھے
دریں اثنا آپ کی زوجہ محترمہ تشریف لائیں اور فرمایا آپ یہاں بیٹھے ہیں جب کہ گھر میں کچھ بھی نہیں
ہے، آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا اے عورت! میرے پیش نظر تو ایک انتہائی دشوار گزار گھاٹی ہے
اور وہاں سے صرف وہی گزر سکتا ہے جو سبک رو اور سبک رفتار ہو (دنیاوی مال ودولت کے حساب سے
آزاد ہو) یہ سن کر آپ کی اہلیہ محترمہ شاداں وفرحاں گھر لوٹ گئیں۔ (ص:۷۴۵)

نتیجہ: آج کل کی عورتوں کی طرح سے غربت اور تنگ دستی کا طعنہ نہ دیا بلکہ اپنے شوہر کی قناعت
پر بہ رضا ورغبت خوش رہیں۔

شکوۂ درویشاں

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ درویشوں نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض بھیجی
جس میں شکوہ کیا گیا کہ دین ودنیا کی نیکیاں تو امیروں کے لیے مقدر ہو گئیں کہ وہ (روپے پیسے کی
بدولت) صدقہ دیں، زکاۃ دیں، حج کریں جب کہ ہم مفلسی کے باعث ان سے محروم ہیں۔
درویشوں کے قاصد کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے توقیر وپذیرائی یہ فرماتے ہوئے کی کہ آ!

توان کا پیامبر ہے جو مجھے بے حد محبوب ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے میرے عزیز قاصد! ان سے کہہ دینا کہ جو بندہ رضائے الٰہی سے فقر ودرویشی پر قانع ہو جائے اس کے لیے تین ایسے مراتب خاص ہیں جو شاہوں کو بھی نصیب نہیں۔

(۱) فقرا کو امرا سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

(۲) ان (فقیروں) کے لیے جنت میں ایسے محل ہیں کہ جنھیں خود اہل جنت دیکھا کریں گے جیسے کہ اہل زمین آسمان کے ستاروں کو اور وہ مقام صرف انہیں کا مقصد ہے جو پیغمبرِ درویش مومنِ درویش یا شہیدِ درویش ہوں گے۔

(۳) جب کہ فقیر ایک مرتبہ **سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر** کہتا ہے اور ایک امیر بھی یہی کہتا ہے اور اس کے ساتھ دس ہزار دینار صدقہ بھی دے تو بھی وہ فقیر کے درجۂ ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔

حضور نبی کریم کے یہ ارشادات جب فقرا تک پہونچے تو سب بولے ہم خوش ہوئے بانصیب ہوئے۔ (ص:۷۴۶)

نتیجہ: قناعت اور درویشی ایسی بے بہا دولت ہے جو کسی مال دار کو نہیں مل سکتی مگر شرط رضائے الٰہی ہے نہ کہ خلق کے دکھاوے کے لیے ہو۔

دعائے مفلس

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی آدمی نے درخواست کی کہ "میرے حق میں دعا فرمائیے کیوں کہ میں عیال دار اور مفلس ونادار ہوں" فرمایا اے بندۂ خدا جب تیرے بیوی بچے کہیں کہ روٹی نہیں ہے اور گھر میں آٹا بھی نہیں اور تو یہ سب انہیں مہیا نہ کر سکے اور کرب کی شدت سے بے بسی کے بادل تیرے دل پر چھا جائیں تو اس وقت تو میرے حق میں دعا کرنا کیوں کہ اس وقت تیری دعا میری دعا سے بدرجہا افضل ہوگی۔ (ص:۷۴۲)

نتیجہ: مخلوق میں اللہ کے نزدیک سب سے برگزیدہ بندے وہ ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کی عطا پر

قناعت کرتے ہوئے اس کی دی ہوئی روزی پر صبر کرتے ہیں لہٰذا کرب کی صورت اللہ ایسے بندوں کی دعاؤں کو رد نہیں فرماتا۔

اس کی چیز نہ لے کر احسان کیا ہے

ایک بزرگ نے کسی شخص کی کوئی دی ہوئی چیز رد کر دی لوگوں کو بہت ناگوار محسوس ہوا، انہوں نے فرمایا میں تو سمجھتا ہوں اس کی چیز نہ لے کر اس پر احسان کیا ہے کیوں کہ اس کی منشا یہ تھی کہ اس کا ڈھنڈورا پیٹتا پھرے اور اس طرح اسے ثواب نہیں ملتا اور مال کا ضیاع بھی ہوتا۔ (ص:۷۴۹)

نتیجہ: اگر کوئی شخص ریاکاری اور اپنی داد ودہش کے اعلان کے لیے کچھ دے تو اسے نہیں قبول کرنا چاہیے۔

اسے سنبھال کر رکھو

حضرت سری سقطی ہمیشہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ نہ کچھ بھیجتے رہتے تھے اور وہ ہر مرتبہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے ایک مرتبہ ایسا ہی ہوا تو سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے احمد! رد کرنے کی بلا سے بچو یہ سن کر احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا ذرا پھر فرمائیے، آپ نے دہرایا تو احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا تم اسے سنبھال کر رکھو میرے پاس فی الحال ایک ماہ کا خرچ موجود ہے یہ ختم ہو جائے تو میں قبول کر لوں گا۔ (ص:۷۵۰)

نتیجہ: یہ حضرت احمد بن حنبل کا توکل تھا کہ ایک ماہ کا خرچ ہوتے ہوئے کچھ قبول نہ کرتے حالاں کہ اگر دینے والے کی نیت میں نام ونمود نہیں ہے تو لینے میں کچھ حرج نہیں۔

کس حال میں چھوڑ آئے ہو؟

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ بتاؤ فقرائے شہر کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ انہوں نے فرمایا بہت ہی اچھے حال میں یعنی ملے تو شکر گزاری نہ ملے تو صبر کرتے ہیں فرمایا اس حال میں تو میں بلخ کے کتوں کو بھی چھوڑ آیا تھا۔

حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا پھر آپ ہی بتائیے کہ فقرا کو کس حال میں ہونا چاہیے فرمایا ''نہ ملے تو شکر کریں اور اگر ملے تو ایثار کر ڈالیں'' حضرت نے یہ جواب سن کر آپ کے سر کو چومتے ہوئے فرمایا حقیقت یہی ہے۔

نتیجہ : حقیقت میں فقیروں کی شان یہی ہوتی ہے کہ نہ ملنے پر ناراض نہیں ہوتے بلکہ شکر بجالاتے ہیں اور ملنے پر دوسروں کو دے دینا پسند کرتے ہیں۔

بغیر بتائے احوال دل معلوم کرلیا

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کو ہاتھ پھیلاتے دیکھا جیسے کہ مانگ رہے ہوں یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی تو میں نے یہ بات حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی، آپ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ انہوں نے مخلوق کے سامنے اپنی کسی حاجت کے لیے ہاتھ پھیلایا تھا (قطعاً نہیں بلکہ) انہوں نے تو خلق کے حق میں دعائے خیر کے لیے ہاتھ اٹھایا رہا ہوگا تاکہ ان کا بھلا ہو اور وہ ہر آفت وزیاں سے محفوظ رہیں۔

بعد ازاں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جاؤ ایک ترازو لے کر آؤ میں جا کر ترازو لے آیا، آپ نے سو درہم تول کر ایک کوزے میں بند کر دیا اور پھر کچھ درہم بلاحساب اس میں ڈال دیا اور فرمایا جاؤ یہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کو دے آؤ، مجھے یہ حیرانگی تھی کہ آپ نے تول کر حساب مقررہ کے باوجود اس میں بلاحساب کے سکے کیوں ڈالے، بہر حال میں حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہونچا اور سکوں والا کوزہ پیش کیا، آپ نے بھی ترازو سے سو درہم تول کر نکالا اور پھر انہیں میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا یہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کو واپس دے دینا اور باقی آپ نے رکھ لیے اور فرمایا جنید بڑا سیانا ہے چاہتا ہے کہ دونوں طرف سے سلامت رہیں (وہ آدمی کہتا ہے) یہ سن کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی، میں واپس حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور سارا ماجرا سنایا، آپ نے فرمایا واللہ المستعان جوان کے لیے تھا انہوں نے رکھ لیا اور جو میرا تھا وہ مجھے لوٹا دیا اب تو مجھ سے رہا نہ گیا میں نے عرض کی حضرت! وضاحت فرمائیں، ارشاد ہوا ''یہ سو درہم میں نے ثواب آخرت

کے لیے اور جو زائد تھے وہ راہ حق میں تھے انہوں نے وہی قبول کیا جو راہ حق میں تھا اور میرا مجھ کو لوٹا دیا۔'' (ص:۵۳-۷۵۲)

نتیجہ : ایسے ولی کامل بھی گزرے ہیں جن کے تزکیۂ قلب کا یہ عالم تھا کہ زبان کو وسیلہ بنائے بغیر حال دل بہ خوبی جان لیتے ہیں آج تو ایسے لوگوں کا ملنا مشکل نظر آتا ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ ہمیں ایسے کامل ولیوں سے محبت کرنے والا بنائے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی آرزو اور رسول اکرم کا اسوۂ حسنہ

ایک دن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد محترم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کی ابّا جان جب مختلف شہروں سے مال غنیمت میسر ہو تو آپ رضی اللہ عنہ ان میں سے نرم وملائم لباس چن کر زیب تن فرمایا کریں اور عمدہ عمدہ پکوان تیار کروا کر خود بھی تناول فرمائیں اور دوستوں کو بھی کھلایا کریں آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اے حفصہ! رضی اللہ عنہا بیوی سے زیادہ شوہر کے مال ومتاع کی کسی اور کو خبر نہیں ہوتی اور تم احوال نبوی کی چشم دید ہو، واللہ بتاؤ تو سہی اتنے سارے سال جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشانۂ نبوت میں گزارے کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل صبح کو سیر ہو کر کھاتے تو شام کو فاقہ کرتے اور اگر شام کو کھاتے تو صبح کو فاقہ اور واللہ فتح خیبر کے دن تک آپ نے سیر ہو کر کھجوریں نہ کھائیں اور واللہ کیا تمہیں یاد نہیں پڑتا کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دسترخوان پر کھانا چنا گیا تو رخ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا یہاں تک کہ آپ کی ہدایت کے مطابق زمین پر کھانا رکھا گیا اور فرمایا واللہ کیا تمہیں اس بات سے آگاہی نہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علی وسلم رات کو جب سوتے تو مبارک چادر کی دو تہیں کر کے اسی پر لیٹ جاتے اور جس دن اس کی چار تہیں کر کے بچھا دیا گیا ہوتا تو اس دن آپ فرماتے کہ اس نے مجھے صلوۃ شب سے محروم رکھا اور پھر ہمیشہ دوہری ہی بچھاتے اور خدا کی قسم کیا تم نہیں جانتیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے دھوتے اور ادھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دے دیتے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے خشک ہونے تک باہر نہ نکل سکتے کیوں کہ آپ کے پاس وہی گیلے کپڑے تھے

جنھیں خشک کرنے کی غرض سے ڈال رکھا تھا، اور خدا کی قسم تمہیں یاد نہیں کہ قبیلہ بنی ظفر کی ایک عورت آپ کے لیے چادر اور تہبند بُن رہی تھی اور قبل ازیں کہ دونوں مکمل ہوتے ایک ہی کو مکمل کر کے بھیج دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو پشت پر ڈال کر باہر تشریف لے آئے اور آگے گرہ لگا رکھی تھی اور اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی کپڑا نہیں تھا۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں مجھے ان میں سے ہر بات اچھی طرح یاد ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے اور ساتھ ہی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے روتے بے ہوش ہو گئے ہوش آنے پر فرمایا میرے دو رفیق آقا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے جا چکے اگر میں انہیں کی راہ پر چلوں تبھی ان تک پہونچ پاؤں گا ورنہ مجھے کوئی اور ہی راہ دکھا دی جائے گی پس مجھے بھی انہیں کی طرح مشقت بھری اور جفاکش زندگی اختیار کرنا ہوگی تاکہ ان کے ساتھ راحت جاوداں حاصل کر سکوں۔ (ص:۵۸-۷۵۷)

نتیجہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ ہم سب کے لیے نمونۂ عمل ہے اور اسی میں ہماری ہدایت اور فلاح وظفر کا راز مضمر ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام اور ٹاٹ کا لباس

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ٹاٹ کا لباس پہنتے تھے کیوں کہ کپڑے کی نرمی بھی تو باعث آرام ہے چناں چہ ٹاٹ پہننے سے جسم میں کئی جگہ زخم بن گیے، ماں نے ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر فرمایا بیٹا! پشمینے کا لباس ہی پہن لیا کرو، آپ نے پشم کا لباس پہن لیا اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ اے یحییٰ! تو نے ہمیں فراموش کر دیا ہے نا جبھی تو دنیا کے ہو گئے یہ سن کر آپ بے حد روئے اور پھر سے ٹاٹ پہن لیا۔ (ص:۷۶۰)

نتیجہ: یہ تھا حضرت یحییٰ علیہ السلام کا غایت زہد جو اللہ کی رضا کے لیے راحت کو ترک کر کے حاصل کیا، ہمیں بھی پروردگار کی رضا جوئی کے لیے خواہشات نفس کی عدم پیروی اور ترک لذات کی عادت ڈالنی چاہیے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کنگن

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ سفر سے واپس لوٹے تو سب سے پہلے سیدہ طیبہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر ملاقات کو تشریف لے گیے وہاں جا کر دیکھا کہ دروازے پر پردہ لٹک رہا ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھوں میں چاندی کا کنگن پہن رکھا ہے یہ بات آپ کو بے حد گراں گزری تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے گیے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب اس خفگی کا علم ہوا تو وہ کنگن دیڑھ درہم میں فروخت کر کے اسے پردہ سمیت راہ خدا میں دے دیا تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ تم نے بہت ہی اچھا کام کیا۔ (ص:۷۶۵)

نتیجہ: یقیناً زاہدوں کے سردار کی صاحب زادی کا یہ بے مثال زہد ان خواتین امت کے لیے نمونۂ عمل ہے جن کا دل آرائش و زیبائش کے سامانوں سے نہیں بھرتا۔

اچھی نیت پر اجر و ثواب

بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا گزر ریت کے ایک بہت بڑے ٹیلے سے ہوا اس وقت قحط سالی زوروں پر تھی اس نے اپنے دل میں کہا اے کاش! اس ٹیلے جتنا اناج اگر میرے پاس ہوتا تو میں خلق خدا میں اسے بطور خیرات بانٹ دیتا (ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا) کہ فوراً پیغمبر وقت پر وحی نازل ہوئی کہ میرے اس بندے سے کہ دیں کہ تیرا صدقہ میں نے قبول کر لیا ہے یعنی اگر واقعی تیرے پاس اتنا اناج ہوتا اور تو واقعی اسے خیرات دے دیتا تو بھی تجھے اتنا ہی ثواب ملتا۔ (ص:۷۶۸)

نتیجہ: مخبر صادق علیہ التحیۃ والثنا نے سچ فرمایا ہے کہ ''**نیّۃُ المومن خیرٌ من عمله**'' مومن کی نیت اس کے کام سے زیادہ بہتر ہے۔

سخاوت مجھے ادائے فرض سے محروم کر دیتی

حضرت زکریا علیہ السلام کہیں مزدوری کر رہے تھے، دوران وقفہ کھانا کھانے لگے تو کچھ لوگ حاضر ہوئے، آپ کھانا کھاتے رہے اور ان میں سے کسی کو بھی کھانے میں شرکت کی دعوت نہ دی،

جب کھانے سے فارغ ہوئے تو فرمایا اگر میں یہ سب کھانا (جس کی مقدار بہت کم تھی) نہ کھاتا تو پوری محنت اور لگن سے کام نہ کرسکتا بلکہ تھک جاتا اور یہ مروت و سخاوت مجھے ادائے فرض سے محروم کردیتی جو کہ دیانت داری کے خلاف ہے۔ (ص:۷۷)

نتیجہ: یہ دیانت داری کی اعلیٰ مثال ہے جو اس وقت خال خال نظر آتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اسی طرح سے دیانت داری سے کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

خشک صلح

ایک دفعہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کھانا کھارہے تھے ایک آدمی قریب سے گزرا (اور رُک گیا) آپ ہنوز تناول فرماتے رہے اور بعد فراغت طعام فرمایا اگر میں نے یہ کھانا ادھار نہ لیا ہوتا تو تمہیں کھانے کے لیے کہتا پھر توضیحاً فرمایا اگر کوئی کسی شخص کو کھانے کی صلح کرے اور دل میں اچھا نہ جانے تو دوسرا شخص اگر نہ بھی کھائے تو پوچھنے والے کے خلاف ایک گناہ ”منافقت“ کا تو لکھا ہی جائے گا اور اگر وہ کھالے تو دو گناہ پوچھنے والے کے خلاف لکھے جائیں گے ایک تو وہی منافقت کا اور دوسرا خیانت کا کیوں کہ اس نے اسے ایک چیز کی دعوت دی ہوگی کہ اگر وہ اس کی حقیقت سے واقف ہوتا تو نہ کھاتا، اس لیے صلح خلوص دل سے کریں خشک صلح سے گریز کریں۔ (ص:۷۷)

نتیجہ: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کھانے کے درمیان اگر کوئی شخص آجاتا ہے تو لوگ رسماً کھانے کی دعوت دیتے ہیں اگر خود کی ملکیت والے کھانے پر خلوص دل سے دعوت دے تو بجا ہے ورنہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

راہ خدا میں کیا ہوا عمل نیکیوں میں بدل گیا

ایک بزرگ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ بزرگ نے فرمایا جو کچھ خالص خدا کی راہ میں عمل کیا وہ نیکیاں بن گئیں اور اسی طرح وہ انار کا دانہ جو میں نے ایک دفعہ سر راہ پڑا دیکھ کر اٹھایا تھا نیکیوں میں پایا اور ایک بلّی جو میرے گھر میں مرگئی تھی وہ بھی اسی پلڑے میں دھری تھی اور ایک ریشمی دھاگہ جو میں نے اپنی ٹوپی میں ٹانک لیا تھا گناہوں کے پلڑے

میں پایا لیکن قابل حیرت ہے یہ بات کہ میرا گدھا جس کی قیمت سو دینار تھی اور وہ بھی بلّی کی طرح میرے گھر میں مرا تھا وہ نیکیوں کے پلڑے میں دکھائی نہ دیا آخر میں نے خدا سے عرض کی یا اللہ! بلّی تو نیکیوں میں پائی گئی تو گدھا کیوں نہ ہوا؟ ارشاد ہوا جہاں تو نے بھیجا تھا وہیں چلا گیا، کیا تو نے اس کی موت پر یہ نہ کہا تھا کہ الٰی لعنۃ اللہ اگر تو فی سبیل اللہ کہہ دیتا تو آج نیکیوں میں پاتا اسی طرح میں نے ایک دفعہ صدقہ دیا لیکن معلوم ہوا کہ وہ ضائع ہی گیا تب مجھے یاد آیا کہ صدقہ دیتے وقت لوگ دیکھ رہے تھے اور مجھے اچھا لگ رہا تھا، یہ باتیں جب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے سنیں تو فرمایا یہ تو دولت گراں مایہ ہے جس نے پائی اسے نقصان زیادہ نہ ہوا۔ (ص:۸۱-۸۰)

نتیجہ: اخلاص بہت بڑی دولت ہے جو بندے کو اللہ سے قریب کردیتی ہے خصوصیت کے ساتھ اخلاص نیت جو بہت مشکل سے حاصل ہوتا ہے حضرت ابوایوب سجستانی علیہ الرحمہ نے سچ فرمایا ہے کہ ”اخلاص نیت اصل نیت سے بھی دشوار ہے“۔

ٹب کی خریداری

ایک آدمی کا بیان ہے کہ وہ جہاد پر جارہا تھا راستے میں ایک ساتھی نے جو کہ ہماری کشتی میں سوار تھا کہا کہ میں ٹب فروخت کرنا چاہتا ہوں اگر کوئی خریدنا چاہتا ہے تو خرید لے، تو میں نے کہا لاؤ میں خرید لیتا ہوں فلاں شہر میں پہونچ کر نفع کماؤں گا اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے دو مرد نیچے اترے ایک نے دوسرے سے کہا ان میں سے تمام لوگوں کے نام لکھ لو کون کس نیت سے آیا ہے، فلاں کے بارے میں لکھو کہ غازی ہے فلاں صرف تماشائی ہے، فلاں تجارت کے لیے آیا ہے اور فلاں ریا کاری کے طور پر آیا ہے مجھے دیکھ کر کہنے لگا اس کا بھی لکھ لو یہ تجارت کے لیے آیا ہے، میں نے کہا اللہ کرم فرمائے میرے کام کو دیکھیں اور پھر یہ بھی دیکھیے کہ میرے پاس کون سامال تجارت ہے جس نے مجھے سوداگر بنا ڈالا جواب ملا اے شیخ! وہ جو ٹب خریدا تھا کیا نفع کی نیت سے نہ تھا یہ سن کر میں رونے لگا اور کہا خدا کی قسم میں سوداگر نہیں ہوں، ان میں سے دوسرے نے کہا چلو اس کے نامۂ اعمال میں یوں لکھ دو کہ یہ جہاد کے لیے آیا تھا اور راستے میں نیت نفع سے ٹب خرید لیا پھر جو حکم خدا ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔ (ص:۸۱)

نتیجہ: سچ ہے کہ کبھی کبھی گھڑی بھر کا اخلاص باعث نجات بن جاتا ہے اور فساد نیت عمل کے اکارت ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔

قوت اخلاص

بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار رہتا تھا لوگوں نے اسے بتایا کہ فلاں جگہ پر ایک درخت ہے اور لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں کیوں کہ انہوں نے اسے خدا تصور کر لیا ہے عابد کو اس پر بڑا غصہ آیا فوراً کلہاڑا اٹھایا اور کہا کہ میں اس کو کاٹ کر دم لوں گا، راستے میں شیطان ایک بوڑھے کے روپ میں اسے ملا اور پوچھا اے مرد عابد! کدھر چلے؟

عابد نے جواب دیا اس درخت کو اکھاڑنے جا رہا ہوں، شیطان نے کہا اے عابد! اپنا کام (عبادت) کر عابد آدمی کو عبادت ہی زیب دیتی ہے اس میں تیری بہتری ہے، عابد بولا اس وقت تو درخت کاٹنا ہی میری عبادت ہے شیطان بولا اچھا میں دیکھتا ہوں تو کیسے کاٹتا ہے اتنا کہ کر اس سے ہاتھا پائی کے لیے کمر بستہ ہو گیا عابد نے اسے زمین پر دے مارا اور اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا ابلیس نے کہا مجھے چھوڑ دے میں تجھے ایک بہترین بات بتاتا ہوں، عابد نے چھوڑ دیا اور کہا بتاؤ، شیطان کہنے لگا اے مرد عابد! اگر اس درخت کو کاٹنا اتنا ضروری ہوتا تو کیا پیغمبر وقت کو حق تعالیٰ نہیں حکم دے سکتا تھا، اگر یہ حکم ہوتا تو وہ ضرور اسے اکھاڑ چکے ہوتے کیا تجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے؟ لہٰذا تو باز آ جا، عابد نے کہا نہیں میں ضرور کاٹوں گا ابلیس بولا میں تجھے ہرگز نہیں جانے دوں گا اور پھر لڑائی میں الجھ گیا، عابد نے اس کو پھر نیچا کر دیا اور پکڑ لیا، شیطان بولا اب اگر چھوڑ دے تو تجھے وہ بات بتاؤں کہ اگر پسند نہ آئے تو پھر جو چاہے کرنا، عابد نے چھوڑ دیا، شیطان نے کہا اے عابد تو ایک درویش آدمی ہے لوگ تیری خدمت کرتے ہیں، تیرے پاس اگر کچھ ہے تو دوسرے عابدوں کے حوالے کر دے ان کے کام آئے، اس درخت کے کاٹنے میں کیا رکھا ہے؟ ان لوگوں کو تو درخت کی پرستش کرنی ہے تو کاٹ دے گا تو وہ دوسرا درخت لگا لیں گے بس رہنے دے میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہر روز تیرے سرہانے دو دینار رکھ جایا کروں گا یہ سن کر عابد نے دل میں کہا کہتا تو ٹھیک ہے میں ایک دینار کو

راہ خدا میں صدقہ اور ایک کو دوسرے استعمال میں لایا کروں گا، یہ درخت کاٹنے سے بہتر ہے اور پھر واقعی مجھے تو من جانب اللہ اس کام پر مامور نہیں کیا گیا اور میں پیغمبر تو ہوں نہیں کہ یہ میرا فرض ہو کہ میں اسے کاٹوں بعد ازاں عابد گھر چلا گیا اگلے روز صبح ہی دو دینار اسے سرہانے مل گیے دوسرے اور تیسرے دن یہ سلسلہ جاری رہا عابد بہت خوش ہوا کہ درخت کاٹنے سے باز رہا لیکن چوتھے روز نہ ملے اس پر اسے بہت غصہ آیا وہ کلہاڑا لے کر چل پڑا، ابلیس پھر راستے میں ملا اور پوچھا کدھر چلے ابلیس کے سوال پر عابد نے کہا درخت کاٹنے، شیطان بولا تو جھوٹا ہے، خدا کی قسم اس درخت کو اکھاڑنا تیری طاقت سے باہر ہے پھر دونوں میں لڑائی ہوئی اس مرتبہ شیطان نے فوراً عابد کو گرا دیا اور اسے ایسے مغلوب کیا گویا وہ چڑیا ہو تب ابلیس بولا کہو اب واپس جاتے ہو یا تمہارا سر بکری کی مانند کاٹوں۔

عابد بولا مجھے چھوڑ دے، پھر واپس چلا جاتا ہوں، مگر یہ تو بتا پہلے دو مرتبہ میں نے تجھے اتنی جلدی کیوں مغلوب کر دیا اور اس مرتبہ تو اتنی آسانی سے کیسے غالب آ گیا، شیطان بولا پہلے دو مرتبہ تیرا غصہ حق کی خاطر تھا اس لیے حق تعالیٰ مجھے تیرے ہاتھوں مغلوب کر دیتا کیوں کہ مجھے ایسے شخص پر قابو نہیں جو خدا کی خاطر کوئی کام کرے اور وہ بندہ جو خواہش کے پیش نظر عمل کرے وہ میرا کیا مقابلہ کرے گا، چناں چہ اس مرتبہ تیرا غصہ تیری ذات کی خاطر تھا تیرے پیش نظر دینار تھا لہٰذا حق تعالیٰ نے تجھے میرے قابو میں دے دیا۔ (ص: ۸۳-۸۲ ۷)

نتیجہ: یہ ہوتی ہے اخلاص کی قوت جو شیطان کو زیر کر دیتی ہے اور اخلاص کے فقدان کی صورت میں شیطان عابد کو زیر کر دیتا ہے۔

جہاں پر خدا نہ ہو

ایک پیر صاحب اپنے ایک مرید پر نظر خاص رکھتے تھے جو دوسرے مریدوں کو بہت گراں گزرتا تھا پیر صاحب نے ایک دن ہر مرید کو بلا کر ایک ایک پرندہ دیا اور کہا کہ اسے کسی ایسی جگہ پر ذبح کر کے لاؤ جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھ رہا ہو، ہر مرید کسی تنہائی کے مقام پر پرندہ ذبح کر کے لے آیا لیکن وہ مرید پرندہ ویسے ہی زندہ واپس لے کر آ گیا، پیر صاحب نے دریافت کیا تو نے کیوں نہ ذبح کیا؟ مرید بولا مجھے ایسی کوئی جگہ نہ ملی جہاں مجھے کوئی دیکھ نہ رہا ہو کیوں کہ میں جہاں بھی گیا اللہ تعالیٰ کی

ذات مجھے دیکھ رہی تھی تب پیر صاحب نے فرمایا تم خود (یعنی مریدو!) اس کے مقام و مرتبہ کا اندازہ کر لو یہ تو ہمیشہ مشاہدۂ حق میں رہتا ہے اور خدا کے سوا کسی اور طرف نگاہ نہیں کرتا۔ (ص: ۷۹۴)

نتیجہ: کوئی بھی کام اس وقت تک صحیح طور پر انجام نہیں پاتا جب تک اس بات کا پختہ یقین نہ ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر حرکت اور فعل کو دیکھ رہا ہے اور یہ یقین بندے کو اللہ سے بے حد قریب کر دیتا ہے۔

زلیخا کا خدا

جب حضرت زلیخا نے خلوت خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی جانب ملتفت کرنا چاہا تو پہلے اس بت کو جس کی وہ عبادت کرتی تھی ایک کپڑے سے ڈھانپ دیا (تاکہ وہ اسے دیکھ نہ سکے) حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا واہ اے زلیخا! تو اگر پتھر کے اس بت سے حیا کرتی ہے تو کیا میں اس پروردگار عالم سے شرم نہیں رکھ سکتا جو ساتوں ارض و سما کا خالق ہے اور ہر آن نگاہ رکھتا ہے۔ (ص: ۷۹۴)

نتیجہ: انبیائے کرام علیھم السلام کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ ہر موقع پر توحید خداوندی کی دعوت کے راستے ہموار کر لیتے ہیں۔

چرواہا اور خوف خدا

حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف جا رہا تھا کہ ایک جگہ تھوڑی دیر کے لیے ہم بیٹھ گیے اتنے میں ایک چرواہا ادھر سے بکریاں لیے ہوئے گزرا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ ایک بکری میرے ہاتھ فروخت کر دو اس نے کہا یہ بکریاں میری ذاتی ملکیت نہیں ہیں کیوں کہ میں تو غلام ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بطور آزمائش فرمایا مالک سے کہہ دینا کہ ایک بکری کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا اسے کیا پتہ چلے گا؟ چرواہے نے عرض کی اگر اسے نہ بھی پتہ چلے تو کیا خدا کو بھی پتہ نہیں چلے گا یہ سن کر حضرت عمر زار و قطار رونے لگے، اس کے مالک کو بلوا کر قیمت ادا کی اور آزاد کرتے

ہوئے فرمایا اس بات سے تجھے جس طرح دنیا میں آزادی ملی ہے آخرت میں بھی نجات پائے گا۔

(ص:۴۹۴-۹۵)

نتیجہ: ایک چرواہے کے خوف خدا کا یہ حال ہے کہ اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے کردار سے اشک بار کر دیا اور غلامی سے آزادی حاصل کر لی اگر ہمارے اندر بھی اسی طرح خوف الٰہی پیدا ہو جائے تو یقیناً ہمیں بھی جہنم سے آزادی حاصل ہو سکتی ہے۔

مقام مُراقب (مُرَاقَبَہ کرنے والا)

حضرت عبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے بتایا کہ مقام صور پر ایک بوڑھا اور نوجوان ہمیشہ مراقبے کی حالت میں رہتے ہیں، میں وہاں گیا تو دو آدمی کو قبلہ رو بیٹھے پایا میں نے تین بار سلام کیا لیکن جواب ندارد آخر میں نے کہا تمہیں خدا کا واسطہ سلام کا جواب تو دو۔

نوجوان نے سر اٹھایا اور کہا اے ابن خفیف رحمۃ اللہ علیہ یہ دنیا بہت قلیل ہے اور اس مدت قلیل میں بہت سا حصہ لینا ہے کیا تو نے یہ کام مکمل کر لیا جو سلام کرنے چلا آیا یہ کہ کر پھر مراقبے میں چلا گیا، مجھے بھوک اور پیاس لگی تھی لیکن اس بات پر ساری بھوک پیاس اڑ گئی اور میں انہیں میں محو ہو کر رہ گیا اور وہیں رک گیا، ظہر اور عصر کی نماز ان کے ساتھ پڑھی اور پھر کہا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے! انہوں نے جواب دیا اے ابن خفیف! ہم اہل مصیبت ہیں کسی کو کیا نصیحت کریں گے، میں تین دن تک وہیں رہا اور اس دوران ہم میں سے کسی نے نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ کوئی لمحہ بھر کے لیے سویا، آخر میں نے دل میں سوچا کیوں نہ میں ان کو خدا کی قسم دوں کہ مجھے نصیحت کریں، نوجوان نے پھر سر اٹھایا اور کہا کہ صحبت کے متلاشی ہو تو کسی ایسے بزرگ کی صحبت تلاش کرو جس کا دیدار تمہیں حق کی یاد دلائے اور اس کی ہیبت وجلال کا نقش تیرے دل پر پختہ ہو جائے اور وہ بزرگ تمہیں نصیحت کرے تو زبان کردار سے نہ کہ زبان گفتار سے۔ (ص:۷۹۶)

نتیجہ: صاحبان صدق وصفا کا حال یہی ہوتا ہے کہ وہ مشاہدۂ حق میں ایسے مستغرق ہوتے ہیں کہ انہیں دنیا اور دنیا والوں کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

علماے سو

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے داؤد! حُبّ دنیا میں مست و مدہوش علما سے دور رہو اور نہ ان سے کبھی کوئی بات پوچھو کہ وہ تمہیں میری محبت سے بھی تہی داماں کردیں گے کیوں کہ یہ دنیادار عالم ایسے راہ زن ہیں جو میرے بندوں کے دین کو لوٹتے ہیں۔ (ص:۷۹۸)

نتیجہ: اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے علماے سو کی صحبت سے بچائے جو حُبّ دنیا میں مغلوب ہو کر متاع ایمان کو برباد کرتے ہیں۔

پاؤں کی سزا

بنی اسرائیل میں ایک عابد انسان ایک مدت سے عبادت خانے میں رہا کرتا تھا ایک دن ایک عورت نے خود کو اس پر پیش کیا عابد نے اس کے پاس جانے کے لیے اپنا پاؤں صومعہ سے باہر نکالا لیکن غلبۂ خوف خدا کے باعث واپس اپنی جگہ جانا چاہا تو دل میں سوچا یہ پاؤں جو نیت عصیاں سے اس مقدس جگہ سے باہر نکلا ہے اس کو واپس صومعہ میں جانے کا کیا حق ہے؟ پس اس پاؤں کو باہر ہی رہنے دیا یہاں تک کہ سردی گرمی کی شدت سے وہ پاؤں بالکل گل سڑ گیا اور بالآخر بدن سے جدا ہو گیا۔ (ص:۸۰۲)

نتیجہ: یہ واقعہ ہمیں سخت خود احتسابی کی دعوت دیتا ہے کیوں کہ ہمارا حال یہ ہے کہ بدن کا ایک دو عضو نہیں بلکہ پورا وجود ہی گناہوں میں ڈوبا ہوتا ہے۔

کپڑوں سمیت غسل کروں گا

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن الکوینی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک رات احتلام ہو گیا سردیوں کے دن تھے تاہم انہوں نے چاہا کہ اسی وقت غسل سے فارغ ہو جائیں لیکن سستی نفس نے غسل سے باز رکھنا چاہا اور کہا اس سخت سردی میں خواہ مخواہ ہلاکت میں کیوں پڑوں صبح ہو گی تو حمام میں جا کر آرام سے غسل کر لوں گا حضرت ابن الکوینی نے قسم کھائی کہ اب کپڑوں سمیت

ہی غسل کروں گا اور گیلے کپڑے ہی پہنے رکھوں گا اور ایک قطرہ بھی پانی نہیں نچوڑوں گا اور بدن پر خشک کروں گا اور پھر یہی کیا اور کہا ایسے نفس کو اس طرح سیدھا کرنا چاہیے تاکہ امورِ حق میں پھر کبھی تساہل پسندی سے کام نہ لے۔ (ص:۸۰۲)

نتیجہ: اسے کہتے ہیں نفس کشی، بندہ جب نفس کو سہل پسند بنا دیتا ہے تو پھر اطاعت الٰہی کی بجا آوری میں کاہلی آ ہی جاتی ہے۔

دنیا کے نظارے ہم کیا دیکھیں

حضرت حسان ابی حنان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہیں جا رہے تھے کہ ایک جگہ ایک بڑا خوب صورت منظر دکھائی دیا رک کر دیکھنے لگے اور فرمایا یہ کس نے تیار کیا ہے؟ لیکن فوراً ہی اپنے تئیں کہا کہ تجھے اس سے کیا واسطہ جو یہ فضول سوال کر ڈالا؟ تجھے کیا ضرورت تھی پوچھنے کی، لے اب اپنی سزا سن اور اسے بھگتنے کے لیے تیار ہو جا اور وہ یہ ہے کہ ایک سال روزے رکھنے ہوں گے اور واقعی انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (ص:۸۰۲)

نتیجہ: اللہ والے عبادت واطاعت کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ ہی لیتے ہیں ایک ہم ہیں کہ خوب صورت مناظر دیکھ کر صرف اس کی رعنائیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔

نخلستان کی رعنائی اور نماز

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ اپنے نخلستان میں نماز ادا کر رہے تھے کہ ایک پرندہ اڑتا ہوا سامنے سے گزر گیا اس کے خوب صورت مزین نقوش آپ کو بہت بھائے اور ایک لحظہ کے لیے آپ اس کی رعنائی میں محو ہو گئے اور نماز میں ایک حد تک غفلت طاری ہو گئی جس سے آپ یہ بھول گئے کہ کتنی رکعت پڑھ چکے ہیں، اس غفلت کے بدلے آپ نے سارا چمن صدقہ دے دیا۔ (ص:۸۰۳)

نتیجہ: سبحان اللہ! کیا بات ہے محبوبان خدا کی کہ تعداد رکعت بھول جانے پر پورا باغ ہی صدقہ کر دیتے ہیں۔

آزادی زبان کی سزا

حضرت مالک بن ضیغم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت رباح القیسی رحمۃ اللہ علیہ نمازِ عصر کے بعد ہمارے یہاں تشریف لائے اور کہا کہ اپنے والد کو ذرا باہر بھیجو، میں نے کہا کہ اس وقت سو رہے ہیں وہ یہ کہہ کر واپس تشریف لے گئے کہ ''یہ بھلا سونے کا کون سا وقت ہے''۔

میں ان کے پیچھے پیچھے چلتا گیا میں نے دیکھا کہ آپ چلے جا رہے ہیں اور اپنے نفس سے یوں مخاطب ہیں اے لغو اور بیہودہ بکنے والے نفس! یہ کیوں کہہ دیا کہ یہ سونے کا کون سا وقت ہے؟ تجھے کیا ضرورت پڑی تھی ایسا کہنے کی بس اب تجھے سزا دینے کے لیے میرا یہ وعدہ ہے کہ ایک سال تک تجھے تکیہ پر سر رکھ کر سونے نہ دوں گا یہ کہتے جاتے اور روتے جاتے اور آخر میں ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے

اے نفس کیا تجھے خوف خدا بھی نہ رہا؟ (ص:۸۰۳)

نتیجہ: یہ واقعہ ان لوگوں کے لیے تازیانہ عبرت ہے جو لوگوں پر بے جا تبصرے کرتے رہتے ہیں اور انھیں اپنے اس فعل پر ذرا بھی ندامت نہیں ہوتی۔

آٹا گھول کر پی جاتے

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ روٹی پکا کر کھانے کے بجائے آٹا گھول کر پی جایا کرتے استفسار پر فرمایا اس طرح وقت کی بچت ہے روٹی پکانے میں دیر لگ جاتی ہے، اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کر لیتا ہوں پھر اتنا وقت روٹی پکانے میں کیوں ضائع کروں پیٹ یوں بھی بھر سکتا ہے۔ (ص:۸۰۵)

نتیجہ: یہ ہے وقت کی قدر و قیمت، یقیناً جو وقت کی قدر کرتا ہے تو وقت اسے کام کا آدمی بنا دیتا ہے۔

جو دیکھے نگاہ عبرت سے دیکھے

احمد بن رزین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا معمول تھا کہ روزانہ نماز صبح سے لے کر عصر تک مسجد میں بیٹھے رہتے اور کسی جانب نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتے ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا کہ آپ اس طرح کیوں بیٹھے رہتے ہیں؟ فرمایا یہ بہتر ہے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو جو آنکھیں بخشی ہیں تو وہ اس لیے کہ اس کی عجیب و غریب صنعتوں کو بغور دیکھیں لیکن شرط یہ بھی ہے کہ جو کچھ دیکھے نگاہ عبرت سے دیکھے ورنہ اس کے نام یہ ایک خطا لکھ دی جائے گی۔ (ص:۸۰۵)

نتیجہ: مصانع قدرت میں غور و فکر کرنا معرفت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے اسی لیے قرآن پاک میں جگہ جگہ مختلف انداز میں مظاہر قدرت میں تدبر و تفکر کی دعوت دی گئی ہے۔

اشکوں کا معاملہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کو زار و قطار روتے دیکھا اور آنسو خون آلود تھے، عرض کی حضرت! یہ کیا؟ اور آنکھوں کی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ فرمایا ایک مدت تک گناہوں پر اشک بار رہا اب ان اشکوں پہ خون کے آنسو روتا ہوں جو اخلاص سے عاری تھے چناں چہ بعد وفات کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا ہمیں نگاہ عزت سے مشرف کیا اور یہ مقام و مرتبہ انہیں آنسوؤں کی بدولت نصیب ہوا اور ارشاد ہوا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم چالیس برس تک تمہارا جو اعمال نامہ فرشتوں نے میرے سامنے پیش کیا میں نے اسے خطا سے مبرّا پایا۔ (ص:۸۰۶)

نتیجہ: اخلاص سے عاری صرف آنسو ہی نہیں بلکہ ہر عمل کی بارگاہ ایزدی میں کوئی حیثیت نہیں ہے اور اخلاص سے معمور ادنیٰ عمل بھی بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو جاتا ہے۔

زیارت اویس قرنی

حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میرا دل حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی

زیارت کو چاہا میں حاضر خدمت ہوا تو وہ صبح کی نماز ادا فرما رہے تھے چناں چہ وہ فارغ ہوئے تو میں
نے سوچا ابھی بلانا ٹھیک نہیں ہے ان کی تسبیح میں خلل پڑ جائے گا اس لیے میں ان کے فارغ ہونے کا
انتظار کرنے لگا لیکن آپ جیسے بیٹھے تھے ویسے ہی بیٹھے رہے حتیٰ کہ اسی جگہ ظہر اور عصر ادا کی بلکہ اگلے
روز فجر بھی وہیں ادا کی اتفاقاً اس وقت نیند کا جھونکا آ گیا لیکن جلد ہی چونک اٹھے اور فرمایا اے
پروردگار اس بہت سونے والی آنکھ سے اور زیادہ کھانے والے پیٹ سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں میں
نے (حضرت ربیع) اپنے آپ سے کہا کیا تمہارے لیے اتنی زیارت کافی نہیں اور پھر گھر واپس آ
گیا۔ (ص:۸۰۷)

نتیجہ: ایسے اللہ والوں کی زیارت ہی ایمان کو جلا بخشنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

سات کی خاطر پچاس کا زیاں

کرز بن وبرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ابدال تھے اور آپ کے مجاہدے کا یہ عالم تھا کہ
روزانہ تین مرتبہ قرآن پاک مکمل کرتے، لوگوں نے کہا آپ نے خود کو کتنی صعوبتوں میں ڈال رکھا
ہے، آپ نے فرمایا دنیا کی عمر کتنی ہے؟ لوگوں نے کہا سات ہزار برس فرمایا قیامت کے ایک دن کی
مدت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا پچاس ہزار برس، اس پر آپ نے فرمایا تو پھر وہ کون سا احمق ہوگا جو سات
دن کی تکلیف کے بدلے پچاس دن کے سکون و راحت کو نہ پسند کرے گا؟ اور قیامت کے پچاس
ہزار برس کے لیے تو سات ہزار برس بھی جیتا رہے اور مسلسل مجاہدہ کرتا رہے تو کم ہے کہ اس ابدی
راحت تک رسائی حاصل کر سکے جس کی کوئی انتہا نہیں کجا یہ عمر مختصر۔ (ص:۸۰۷)

نتیجہ: اللہ والوں کے مجاہدے کا حال یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو اپنا تابع بنا لیتے ہیں نہ کہ خود
نفس کے تابع ہو جاتے ہیں۔

حضرت داؤد طائی کا تفکر

اک دفعہ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ رات کو چھت پر بیٹھے ملکوت آسماں پر تفکر کر رہے تھے اور

آنکھوں سے آنسو رواں تھے، آخر اسی کیفیت میں چھت سے لڑکھڑا کر ہمسائے کے گھر میں گر
پڑے، ہمسایہ فوراً اچھل کر اٹھ بیٹھا اور تلوار نکال لی اور وہ سمجھا شاید کوئی چور گھر میں گھس آیا ہے لیکن
جب اس نے آپ کو دیکھا تو پوچھا کہ آپ کو کس نے گرایا فرمایا میں تو حواس میں نہ تھا مجھے نہیں معلوم
کس نے گرایا ہے؟ (ص:۸۱۲)

نتیجہ: یہ تھی تفکر میں غایت محویت کہ اپنے وجود کا پتہ نہیں یقیناً ایسا تفکر عبادت کے درجے میں لکھا
جاتا ہے۔

خلقت سے میل جول اور روزی

ایک مرتبہ ایک زاہد آبادی سے دور کسی غار میں جا بیٹھا، گویا اپنے خیال میں متوکل بن بیٹھا کہ
رزق تو اسی رازق کو دینا ہے یہیں بیٹھے بٹھائے پہنچتا رہے گا لیکن ایک ہفتہ گزرنے کے باوجود جب
کھانے کو کچھ نہ ملا تو موت اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی ایسے میں پیغمبر وقت پہ وحی نازل ہوئی کہ
اس احمق سے کہہ دو کہ جب تک شہر میں واپس جا کر مخلوق الٰہی سے میل جول نہیں قائم کرے گا اس
وقت تک اسے روزی نہ ملے گی، چناں چہ وہ زاہد واپس چلا گیا تو ہر طرف سے اسے طرح طرح کی
چیزیں ملنے لگیں تو اس کے دل میں خدشہ سا پیدا ہوا تب اسے پھر نزول وحی کے ذریعہ مطلع کیا گیا کہ
تیرا خیال تھا کہ شاید تیرا زہد و توکل ہماری حکمت کو باطل کر دے لیکن تو نے اس حقیقت کو سمجھنے کی
کوشش نہ کی کہ ہمیں یہ زیادہ پسند ہے کہ اپنے بندوں کو اپنے بندوں کے ذریعے ہی روزی
پہنچائیں۔ (ص:۸۵۰)

نتیجہ: اس حکایت سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ گھر کے دروازے بند کر کے اندر چھپ کر بیٹھے رہنا
یہ شان توکل کے خلاف ہی نہیں بلکہ حرام ہے جو اسباب یقینی ہیں ان سے علاحدگی اختیار کرنا جائز
نہیں۔

عابد متوکل اور امام مسجد

ایک عابد متوکل کسی مسجد میں رہتا تھا امام مسجد نے جب بار بار اس سے کہا کہ جب تمہارے

پاس کچھ نہیں تو بہتر یہی ہے کہ تم کوئی کام کیا کرو، عابد نے کہا بات یہ ہے کہ ایک یہودی جو کہ میرا ہمسایہ ہے اس نے مجھے یقین دلایا ہے کہ ہر روز دو روٹیاں مجھے پہنچاتا رہے گا اور پہنچاتا رہتا ہے، امام مسجد نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو تیرا توکل درست ہے، عابد نے کہا تیرے لیے بہتر یہی ہے کہ امامت کے معزز پیشے کو ذلیل نہ کر اور اسے چھوڑ دے کیوں کہ تیرے نزدیک تو گویا ایک یہودی کی ضمانت خدا کی ضمانت سے زیادہ قوی ہے۔(ص:۸۵۲)

نتیجہ: توکل صرف اللہ کی ذات پر کرنا چاہیے اس کے علاوہ پر نہیں، ہاں اسباب کو بروئے کار لانا توکل کے منافی نہیں۔

اللہ کے نام ایک خط

حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ آپ نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ میں کون سی خاص بات دیکھی کہ ان کی صحبت اختیار کی،

تو انہوں نے فرمایا ایک دفعہ ہم دونوں مکہ مکرمہ کی راہ میں تھے کہ بھوک نے نڈھال کر رکھا تھا اور کوفہ پہنچنے تک تو اس کے آثار مجھ میں نمایاں طور پر ظاہر ہونے لگے، حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا بھوک نے زیادہ ہی کمزوری پیدا کر دی ہے؟ میں نے عرض کی کہ جی ایسا ہی ہے فرمایا اچھا تو کاغذ قلم اور دوات لاؤ، میں لایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ عبارت تحریر فرمائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یا اللہ! ہر حال میں تو ہی مقصود و مطلوب ہے اور سب کائنات تیرے ہی اشارے کی منتظر ہے، میں تیرا ایک ادنیٰ ثنا گو اور ذاکر ہوں لیکن اس وقت بھوکا، پیاسا اور ننگا ہوں، اپنی تینوں چیزوں کا جو میرے نصیب میں ہیں ضامن ہوں اور وہ تین چیزیں جو صرف تیرا ہی حصہ ہیں ان کا تو ضامن رہ''

اتنا لکھ کر وہ خط مجھے دے دیا اور کہا کہ اب باہر جا لیکن دل میں سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کا خیال نہ لانا اور جو آدمی تجھے سب سے پہلے نظر آئے یہ رقعہ اسے دے دینا۔ میں نے باہر آتے ہی ایک آدمی کو اونٹ پر سوار گزرتے دیکھا اور خط اسے دے دیا، اس نے پڑھا تو رونا شروع کر دیا اور کہا صاحب خط کدھر ہیں؟ میں نے مسجد کی طرف اشارہ کیا، اس نے چھ سو طلائی دینار سے بھری ایک

تھیلی میرے حوالے کر دی لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک یہودی ہے، خیر میں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس واپس چلا آیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا، انہوں نے کہا ابھی تھیلی کو ہاتھ نہ لگا کہ اس کا مالک آنے ہی والا ہے، معاً وہ یہودی وہاں حاضر ہوا اور آتے ہی حضرت ابراہیم بن ادہم کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اسلام قبول کر لیا۔(ص:۸۵۴)

نتیجہ: یہ ہے صرف اللہ کی ذات پر توکل کی برکت کہ یہودی کو اسلام کی دولت اور حضرت حذیفہ کو مادی دولت مل گئی۔

روزی کے لیے ہوا کو حکم

حضرت ابو یعقوب بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں دس دن تک حرم شریف میں بالکل بھوکا پیاسا رہا غرضیکہ بے طاقتی پیدا ہوگئی، حرم شریف سے باہر آیا تو کیا دیکھتا ہوں سر راہ ایک شلجم پڑا ہوا ہے۔ جی چاہا اسے اٹھا لوں لیکن باطن سے آواز آئی کہ دس روز کی بھوک کے بعد تیری قسمت میں کیا یہ سڑا گلا شلجم ہی رہ گیا ہے، میں نے شلجم کو وہیں چھوڑ دیا اور مسجد چلا آیا، تھوڑی دیر بعد ایک شخص مسجد میں آیا اور روغنی روٹیوں کی ایک چنگیر شکر اور بادام سمیت میرے سامنے رکھ دی اور کہنے لگا میں کشتی میں سفر کر رہا تھا کہ دریا میں طوفان آ گیا اس وقت میں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سلامتی بخشی تو یہ چیزیں اس درویش کو نذر کروں گا جو سب سے پہلے ملے، میں نے ہر شے سے ایک ایک مٹھی لے لی اور کہا باقی میں تجھی کو بخشتا ہوں یہ کہ کر میں اپنی ذات سے مخاطب ہوا اور کہا کہ دیکھا حق تعالیٰ نے تیری روزی کے لیے ہوا کو حکم دیا کہ وہ دریا میں اس کا اہتمام کرے اور تو ہے کہ ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے۔(ص:۸۵۴)

نتیجہ: اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے والوں کا انتظام یوں ہی پردۂ غیب سے کر دیا جاتا ہے۔

مہمان نے کھانے کے بعد بچا ہوا کھانا باندھ لیا

حضرت حسین مغازلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، ان کا فرمان ہے کہ ایک دن ایک ضعیف آدمی میرے مرشد کے پاس آیا، پیر و مرشد نے مجھے مٹی بھر چاندی دیتے

ہوئے فرمایا کہ جاؤ اس کے عوض میں لذیذ اور عمدہ ترین کھانا جو مل سکے خرید لاؤ، میں نے اس سے پہلے آپ کو اس قسم کا کھانا منگواتے کبھی نہ دیکھا تھا، بہر حال میں کھانا لایا تو انہوں نے مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھایا اور یہ چیز بھی پہلی ہی مرتبہ میرے مشاہدے میں آئی کیوں کہ میں نے انہیں کبھی کسی کے ساتھ کھانا کھاتے نہ دیکھا تھا، جب وہ کھانا کھا چکے تو بہت سا کھانا بچ بھی گیا، ضعیف مہمان نے وہ سب کا سب کھانا باندھ لیا اور وہاں سے رخصت ہو گیا، مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اچھا مہمان ہے جو بچا کھچا کھانا بغیر اجازت کے اپنے ساتھ باندھ لے گیا تب حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا تمہیں بڑا تعجب ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں آپ نے بجا فرمایا واقعی مجھے بہت استعجاب ہو رہا ہے فرمایا اے عزیز! مرید سنو! یہ حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو موصل سے خاص ہماری ملاقات کو آئے تھے اور یوں بچا ہوا کھانا لے جانے سے ہمیں یہ تعلیم دینا مقصود تھا کہ توکل جب درست ہو جائے تو ذخیرہ رکھنے سے بھی کوئی حرج نہیں ہوتا۔ (ص:۸۵۷)

نتیجہ: بعض بزرگوں کے نزدیک چالیس روز کا ذخیرہ توکل کے خلاف نہیں ہے چناں چہ حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ذخیرہ چالیس روز کے لیے بھی ہو تو باطل نہیں ہوگا بشرطیکہ اس پر بھروسہ نہ کر لیا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اونٹ

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اونٹ گم ہو گیا، بہت تلاش کیا مگر نہ مل سکا حتیٰ کہ آپ تھک کر فی سبیل اللہ کہتے ہوئے مسجد چلے گیے اور مشغول صلوٰۃ ہو گیے، تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے آکر بتایا کہ اونٹ فلاں جگہ موجود ہے آپ رضی اللہ عنہ وہاں چلنے کے لیے پاؤں میں جوتے پہنے ہی تھے کہ استغفر اللہ کہہ کر پھر وہیں بیٹھ گیے اور فرمایا کہ میں نے تو فی سبیل اللہ کہہ دیا تھا اب اس کے نزدیک بھی نہیں جاؤں گا۔ (ص:۸۶۱)

نتیجہ: مال کے چوری ہونے کے آداب توکل میں سے ہے کہ اگر چوری ہوئے مال کے بارے میں ”فی سبیل اللہ“ کہہ دے تو پھر اسے تلاش نہ کرے اور اگر مل بھی جائے تو اسے قبول نہ کرے۔

مقامِ علّیین

ایک بزرگ روایت کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو جنت میں غمگین بیٹھے دیکھا تو پوچھا: یہ غمگین ہونے کا کون سا مقام ہے؟ اس نے کہا آہ صد آہ کہ یہ غم تو انمٹ ہے کیوں کہ اعلیٰ علیین میں کچھ ایسے مقامات کا مجھے مشاہدہ کرایا گیا تھا کہ پوری جنت میں ان کا جواب نہ تھا لیکن جیسے ہی میں نے خوشی خوشی ان کی طرف بڑھنا چاہا حکم ہوا کہ اسے یہاں سے نکال دو کیوں کہ یہ مقامات ان لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے ”سبیل کو جاری رکھا“ میں نے کہا مجھ بد نصیب کو اتنا تو بتا دیجیے کہ سبیل جاری رکھنے کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد ہوا کہ تو نے فلاں شے کی بابت ”فی سبیل اللہ“ کہہ کر اسے نباہنا ضروری نہ سمجھا اگر اس عہد کو پورا کرتا تو آج ان مقامات سے محروم نہ ہوتا۔ (ص:۸۶۱)

نتیجہ: کسی بھی چیز کو ”فی سبیل اللہ“ وقف کر دینے کے بعد اس پر اپنا حق جتانا مناسب نہیں ہے نیز اس حکایت سے اللہ کی راہ میں کسی چیز کے وقف کرنے کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے۔

عابد کا فی سبیل اللہ رقم دینا

ایک شخص مکہ مکرمہ میں نیند سے بیدار ہوا تو دیکھا جس تھیلی میں سونا رکھا تھا وہ کسی نے اڑا لی ہے ایک بزرگ عابد کو قریب دیکھا تو اس پر چوری کی تہمت لگا دی وہ عابد اسے اپنے گھر لے گیا اور مقدار پوچھی: اس نے بتا دی عابد نے اتنی مقدار کی رقم اس کے حوالے کر دی جیسے ہی وہ شخص عابد کے گھر سے نکلا تو اسے بتایا گیا کہ فلاں دوست نے از راہ مذاق وہ تھیلی اٹھا لی تھی، وہ شخص عابد کی رقم واپس کرنے آیا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا یہ رقم دیتے وقت میں نے فی سبیل اللہ کہہ دیا تھا، اور کہا اب ایسا کرو کہ یہ رقم غربا میں تقسیم کر دو۔ (ص:۸۶۲)

نتیجہ: یہ تھا سلف صالحین کا طریقہ کچھ تو اس درجہ محتاط ہوتے تھے کہ اگر فقیر کو روٹی دینے کے لیے گھر سے باہر نکلے اور فقیر چلا گیا تو مجال کیا کہ وہ روٹی دوبارہ گھر کے اندر لاتے بلکہ دوسرے فقیر کو ڈھونڈھ کر اسے روٹی دے دیتے۔

نماز اور گھوڑا

حضرت ربیع خشیم رحمۃ اللہ علیہ کا گھوڑا چور لے گئے جس کی مالیت کئی ہزار درہم تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا گو میں نے چوروں کو اپنا گھوڑا لے جاتے ہوئے دیکھا تھا مگر جانے دیا، لوگوں نے عرض کی تو آپ نے انہیں جانے کیوں دیا اور گھوڑا واپس کیوں نہ لیا؟ آپ نے فرمایا میں اس وقت جس کام میں مصروف تھا وہ مجھے گھوڑے سے زیادہ عزیز تھا کہ میں نماز حق میں مشغول تھا، لوگوں نے چور کے لیے بددعا کرنی چاہی تو فرمایا! نہیں ایسا نہ کہو میں نے اسے بخش دیا اور صدقہ کر دیا۔ (ص: ۸۶۲)

نتیجہ: نماز ایسی ہونی چاہیے کہ جو علائق دنیا سے پاک ہو نہ کہ افکار دنیا کو نماز میں داخل کرے۔

مرض موسیٰ اور دوا

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ کسی بیماری میں مبتلا ہو گئے، لوگوں نے مشورہ دیا کہ فلاں دوا اس بیماری میں نہایت مفید ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے علاج نہیں کرنا ہے، آرام دینے والا خود آرام دے گا، بیماری طول کھینچتی چلی گئی تو لوگوں نے پھر عرض کی جو دوا ہم بتا رہے وہ بڑی مشہور ومعروف ہے اور کئی مرتبہ کی مجرّب ہے، بس فوراً آرام ہو جاتا ہے فرمایا مجھے نہیں چاہیے، بیماری بدستور رہی آخر وحی نازل ہوئی کہ مجھے میری عزت کی قسم ہے کہ جب تک وہ دوا نہ لو گے شفا نہ بخشوں گا تب آپ نے وہ دوا لی اور صحت بحال ہوئی لیکن دل میں کچھ وہم جاگزیں ہو گیا تو پھر وحی نازل ہوئی کہ تمہاری تمنا ہے توکل سے ہماری حکمت کو باطل کرنا تھا لیکن یہ خیال نہ آیا کہ ان دواؤں میں فائدہ اور صحت بخش اثرات وخصوصیات تو میں نے ہی رکھی ہیں۔ (ص: ۸۶۵)

نتیجہ: دوائیں شفایابی کا وسیلہ ہیں حقیقت میں دواؤں میں شفا بخش تاثیر پیدا فرمانے والا اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے اس لیے مرض کے اثرات کو ختم کرنے کے لیے دوائیں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبھی تو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے اللہ کے بندو! دوا استعمال کیا کرو''۔

محبت حق اور آرزوے بہشت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک ایسی قوم سے ہوا جس کا ہر آدمی سوکھ کر کانٹا ہو رہا تھا پوچھا تم کو کیا ہوا؟ وہ کہنے لگے اے روح اللہ! عذاب الٰہی کے خوف میں پگھل رہے ہیں فرمایا خدا کا تم پر حق ہے کہ تمہیں خوف عذاب سے نجات عطا فرمائے۔

آگے گئے تو ایک قوم کو اس سے بھی زیادہ لاغر وکمزور پایا پوچھا تم کس مصیبت میں مبتلا ہو؟ وہ کہنے لگے اے پیغمبر خدا! آرزوے بہشت نے یہ سوز وگداز عطا کیا ہے فرمایا خدا کا تم پر حق ہے کہ تمہیں اس آرزو میں کامرانی سے ہمکنار کرے پھر ایک اور قوم کو دیکھا جو اول الذکر دونوں قوموں سے زیادہ نحیف وکمزور تھی لیکن چہرے آئینے کی مانند روشن اور نورانی تھے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ وہ کہنے لگے خدا کی محبت نے ہمیں گداز کر دیا ہے فرمایا بے شک تم خدائے تعالیٰ کے مقرب ہو اور ان کے پاس بیٹھتے ہوئے فرمایا کہ مجھے حکم ہے کہ تمہارے پاس بیٹھوں۔ (ص: ۸۷۱)

نتیجہ: اللہ تبارک وتعالیٰ سے دوستی کمال ایمان سے ہے اسی لیے اللہ کے رسول محمد عربی ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہوتی تھی الٰہی! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور ان لوگوں کی محبت عطا فرما جنھیں تجھ سے محبت ہے۔

حضرت معروف کرخی کی عبادت کا ثمرہ

حضرت علی بن خوّاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں بہشت کو دیکھا بے شمار لوگ وہاں طرح طرح کے کھانے کھا رہے تھے اور فرشتے وہ پاکیزہ کھانے ان کے منہ میں ڈال رہے تھے لیکن ان میں سے ایک شخص ایسا بھی تھا جو آنکھیں اوپر اٹھائے مبہوت وبے خود کھڑا خداوند کریم کو دیکھنے میں محو تھا میں نے رضوان جنت سے پوچھا یہ کون؟ اس نے جواب میں کہا یہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی عبادت نہ خوف دوزخ کے باعث تھی اور نہ امید بہشت کی بنا پر لہٰذا یوں نظریں گاڑ کر دیکھنا ان کے لیے مباح کر دیا گیا ہے۔ (ص: ۸۸۹)

نتیجہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔

بے شک تو صرف اور صرف میرا بندہ ہے

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ عشا کی نماز سے لے کر صبح تک ایڑیاں اوپر اٹھائے کھڑے رہے اور دونوں آنکھیں کھولے مبہوت و بے خود تھے ایک طویل سجدے سے اٹھ کر بڑی دیر تک کھڑے رہنے کے بعد عرض کی بار خدا! بعضوں نے تجھے ڈھونڈا اور تو نے انہیں کرامات عطا فرمائیں یہاں تک کہ پانی پر چل سکتے تھے اور ہواؤں میں اڑتے پھرتے تھے لیکن میں ان باتوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں، بعض کو تو نے روئے زمین کے خزانے بخشے اور کسی کو یہ طاقت بخشی کہ ایک رات کے اندر لمبی لمبی مسافتیں طے کر ڈالی اور اس سے خوشنود ہوئے اور میں ان تمام باتوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں، دریں اثنا پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھ پر نظر پڑی اور فرمایا اے یحییٰ! تو یہاں ہے؟ میں نے عرض کی جی میرے آقا میں یہاں ہوں، فرمایا کب سے ہو؟ میں نے کہا بڑی دیر سے ہوں پھر میں نے عرض کی از راہ کرم مجھے ان احوال کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے!

فرمایا! ہاں سن جو تیرے حسب حال ہیں وہ یہ ہیں کہ مجھے ملکوت اسفل سے لے کر ملکوت اعلیٰ تک عرش، کرسی، آسمانوں اور بہشت کے تمام مقامات کی سیر کرانے کے بعد خدا نے پوچھا کہ مانگو ان سب چیزوں میں سے کیا کیا مانگتے ہو، جو چاہو گے دیا جائے گا میں نے عرض کی الٰہی! مجھے ان میں سے کچھ بھی نہیں درکار ہے تب ارشاد ہوا کہ بے شک تو میرا اور صرف میرا بندہ ہے۔ (ص:۸۹۰)

نتیجہ: جو بندہ اللہ کا ہو گیا تو اللہ اس کے لیے کافی ہے اور پھر اسے ان سب چیزوں کی ضرورت ہی کیا ہے۔

تکبر اور طلب جاہ کا علاج

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست نے فرمایا کہ تیس سال ہونے کو آئے کہ رات رات بھر محو نماز رہتا ہوں اور سارا دن روزہ رکھتا ہوں لیکن جو کچھ آپ فرماتے ہیں ان میں سے کچھ بھی مجھ پر ظاہر نہیں ہوتا، حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم تیس سو سال بھی لگے رہو تو کچھ

حاصل نہیں کر سکتے، اس نے کہا وہ کیوں؟ فرمایا: اس لیے کہ تو اپنے آپ ہی سے حجاب میں ہے اس نے کہا تو پھر اس کا کوئی علاج بتائیے فرمایا وہ تجھ سے نہ ہو سکے گا اس نے کہا بتائیے تو سہی میں وہی کرنے کو تیار ہوں فرمایا تم نہ کرو گے اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا آخر بتائیے تو سہی میں ضرور کروں گا فرمایا اچھا! ابھی حجام کے پاس جاؤ اور اپنی داڑھی منڈوا کر صفایا کروا دو، پھر کپڑے اتار کر برہنہ ہو جاؤ، ازار بند کمر میں باندھ کر ایک تھیلا اخروٹوں سے بھرا ہوا اس میں لٹکا لو اور بازار میں ڈھنڈورا پیٹتے چلو کہ جو لڑکا ایک طمانچہ میری گردن میں مارے گا میں اسے ایک اخروٹ انعام دوں گا اور پھر اسی طرح قاضی اور دیگر عادلوں کے سامنے جا کر یہی الفاظ دہراؤ وہ شخص بولا سبحان اللہ! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں، حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ جو سبحان اللہ تو نے کہا ہے تو گویا شرک کیا ہے کیوں کہ یہ تو نے اپنی تعظیم کے لیے کیا ہے وہ کہنے لگا کچھ اور بتائیے یہ ممکن نہیں، فرمایا میں نے بھی تو یہی کہا تھا کہ تجھ سے نہ ہو سکے گا۔ (ص:۹۱-۸۹۰)

نتیجہ: تکبر اور طلب جاہ کا علاج یوں ہی کیا جاتا ہے حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم تھا کہ وہ متکبر علوے مرتبت کا متمنی تھا اور اس طرح کی بیماری کا علاج اسی طرح ممکن ہے۔

منشائے خداوندی

ایک پیغمبر بیس برس تک بھوک پیاس اور دیگر بہت سی مصیبتوں میں مبتلا رہے، بڑی دعائیں مانگتے تھے لیکن قبول نہ ہوتی تھیں نزول وحی ہوا کہ ارض و سما کی تخلیق سے قبل ہی کچھ ترے نصیب میں میں نے لکھا تھا اب تو کیا چاہتا ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش و تدبیر مملکت بدل دوں اور نئے سرے مرتب کر دوں اور صرف تیرے لیے سارے احکام بدل دوں؟ میرے کام تو میری منشا کے مطابق ہوں گے نہ کہ تیرے حسب دل خواہ، مجھے میری عزت کی قسم اگر دوبارہ تو نے یہی حرکت کی تو دیوان نبوت سے تیرا نام خارج کر دوں گا۔ (ص:۹۰۱)

نتیجہ: ہر ایک کو راضی برضائے الٰہی رہنا چاہیے کیوں کہ ہوتا وہی ہے جو پروردگار عالم چاہتا ہے اس کی منشا کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔

بے مثل قناعت ورضا

بنی اسرائیل میں ایک عابد مدت دراز تک مجاہدہ اور ریاضت وعبادت میں مشغول رہے آخر ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ انھیں اشارہ کیا جارہا ہے کہ بہشت میں فلاں عورت تیری رفیق وہم نشین ہوگی عابد نے بڑی جستجو کے بعد اسے تلاش کرلیا تا کہ یہ دیکھے کہ اس کی عبادت وریاضت کس درجے کی ہے لیکن اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ نہ تو صلوٰۃ شب کی پابند ہے اور نہ کوئی نفلی روزہ رکھتی ہے البتہ فرائض کی پابندی ضرور کرتی ہے عابد نے پوچھا کہ مجھے اپنا عمل تو بتادو اس نے جواب دیا کہ بس یہی ہے جو کچھ تم دیکھ رہے ہو، عابد نے بہت اصرار کیا بلکہ منت وسماجت کی تو اس نے کہا عمل کا تو مجھے علم نہیں لیکن ایک خصلت میری یہ ضرور ہے کہ جب بیماری میں مبتلا ہوتی ہوں تو شفا وصحت کی خواہش نہیں کرتی، دھوپ میں ہوں تو سایہ کی طلب نہیں کرتی اور اگر چھاؤں ہو تو دھوپ کی خواہش نہیں کرتی عابد نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور کہا تم اسے محض ایک خصلت بتا رہی ہو؟ یوں نہیں کہتی کہ ایک عظیم الشان خصلت تمہیں اللہ نے عطا فرمائی ہے، بے شک یہ بہت بڑی چیز ہے۔(ص:۹۰۲)

نتیجہ: پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں   جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

محبت اُف ندارد

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ بغداد میں ایک شخص کو ہزار لاٹھیاں ماری گئیں اس نے اف تک نہ کی میں نے پوچھا اے انسان! اس قدر جور وستم کے باوجود تیرے منہ سے اف تک نہ نکلی آخر یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا محبوب میرے سامنے تھا اور دیکھ رہا تھا، میں نے کہا اور اگر وہ سب سے بڑا معشوق سامنے ہوتا تو کیا ہوتا؟ اس نے ایک چیخ ماری اور گر پڑا دیکھا تو جان نکل چکی تھی۔(ص:۹۰۳)

نتیجہ: عشق حقیقی کی یہی شان ہوتی ہے کہ عاشق معشوق کی رضا کے لیے اپنی جان نچھاور کر دے اسی لیے شیخ سعدی ارشاد فرماتے ہیں:

عاشقان کشتگاں معشوق اند   بر نیاید ز کشتگاں آواز

مداخلت نہ کر

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ہی روایت کرتے ہیں کہ میں ابتدائے حال میں شہر آبادان کی طرف جارہا تھا کہ ایک کوڑھی مجذوب کو دیکھا کہ چیونٹیاں اور کیڑے مکوڑے اس کا گوشت کھا رہے تھے مجھے اس پر بڑا ترس آیا اور میں نے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اسے گویا ہوش آ گیا اور کہنے لگا کہ یہ کون واہیات شخص ہے کہ میرے اور میرے خالق کے درمیان خواہ مخواہ مداخلت کر رہا ہے۔(ص:۹۰۳)

نتیجہ: گویا سچے عاشقوں کو ان کے حال پر ہی رہنے دیا جائے ان سے چھیڑ چھاڑ مناسب نہیں۔

اسی میں بھلائی ہے

ایک شخص جنگل میں رہتا تھا وہ ہر واقعہ کو حکم الٰہی پر محمول کرتے ہوئے راضی رہتا اور ہر بات پر یہی کہتا تھا کہ ''بس اسی میں بہتری ہے'' اس کے پاس ایک کتا تھا جو گھر کی رکھوالی کرتا تھا، ایک گدھا بوجھ اٹھانے کے لیے رکھے ہوئے تھا، ایک مرغ تھا جو صبح کے وقت بیدار کیا کرتا تھا، ایک دن بھیڑیا آیا تو اس نے گدھے کو پھاڑ ڈالا، اس مرد خدا نے کہا ''اسی میں بہتری ہے'' اور جلد ہی کچھ عرصہ بعد کتا بھی کسی وجہ سے مر گیا اس نے پھر وہی الفاظ دہرائے کہ ''اسی میں بہتری ہے'' یہ بات اس کی بیوی اور بچوں کو ناگوار گزری اور انہوں نے کہا جو نقصان بھی ہوتا ہے تم یہ کہہ کر ٹال دیتے ہو کہ ''اسی میں بہتری ہے'' یہ کیا بات ہوئی؟ یہ جانور جو ہلاک ہوئے ہیں یہ ہمارے ہاتھ پاؤں تھے اور تم وہی رٹ لگائے جاتے ہو کہ ''اسی میں بہتری ہے''، اس نے کہا میں تو اب بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اسی میں بھلائی ہے، اگلے روز صبح کو جب بیدار ہوئے تو پتہ چلا کہ ان کے گردونواح میں جتنے لوگ آباد تھے سب قتل ہوئے پڑے ہیں اور سامان ڈاکو لے گئے ہیں ان کا گھر اس لیے بچ گیا کہ چوروں کو نہ کتے کے بھونکنے کی آواز اور نہ مرغے کی بانگ سنائی دی، اس مرد خدا نے کہا دیکھا تم نے اے گھر والو! ہر کام میں جو بہتری اور مصلحت ہوتی ہے اسے صرف خدا ہی جانتا ہے۔(ص:۹۰۴)

نتیجہ: اسی لیے کہا جاتا ہے "فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة" حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے۔

شکر ہے اس ذات پاک کا جس نے مجھے عافیت عطا فرمائی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک آدمی کو دیکھا جو برص کا مریض تھا اور کوڑھی بھی ساتھ ہی نابینا بھی اور دونوں طرف فالج زدہ بھی، اس شکستگی، خستگی اور بے دست و پائی کے باوجود اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ "شکر ہے اس ذات پاک کا جس نے مجھے عافیت عطا فرمائی اور اس بلا سے محفوظ رکھا جس میں بہت سے گرفتار ہیں"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر اس سے پوچھا کہ وہ کون سی بلا باقی رہ گئی ہے جس سے تم محفوظ رہ گیے؟ اس نے عرض کی ہاں میں اس شخص کی نسبت عافیت میں ہوں جس کے دل میں معرفت پیدا نہیں کی گئی جس کے نور سے میرا سینہ منور ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تو بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے اور پھر اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنا ہاتھ اس پر پھیرا تو وہ شخص اسی وقت بھلا چنگا ہو گیا اور اٹھ بیٹھا اور اس کی پیاری سی شکل نکل آئی۔ (ص: ۹۰۴)

نتیجہ: دل کا معرفت الٰہی سے خالی ہونا ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں سچ کہا ہے کسی شاعر نے ؎

دل بینا بھی کر خدا سے طلب ۔۔۔ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

شبلی دیوانہ

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو جن دنوں پاگل خانے میں دیوانہ سمجھ کر رکھا ہوا تھا تو کچھ لوگ ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے آپ نے پوچھا کون لوگ ہو؟ وہ کہنے لگے ہم آپ کے دوست ہیں اور آپ کی خبر گیری کے لیے آئے ہیں، آپ نے جھٹ ان پر پتھر پھینکنا شروع کر دیا وہ سب وہاں سے بھاگ گیے تب آپ نے فرمایا تم جو اپنے آپ کو میرا دوست بتا رہے ہو تو کیا صاف جھوٹ نہ بول رہے تھے؟ کیوں کہ اگر تم میرے دوست ہوتے تو میری بلا پر صبر کرتے۔ (ص: ۹۰۵)

نتیجہ: بلاؤں پر صبر کرنا گویا راضی برضائے الٰہی رہنے کے مانند ہے۔

برکات امید

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ کدال ہاتھ میں لیے کام کر رہا ہے آپ نے دعا فرمائی کہ یا الٰہی امید اس کے دل سے نکال دے خدا نے امید کو اس کے دل سے نکال دیا تو وہ بوڑھا کام چھوڑ کر سو گیا، آپ نے پھر دعا کی اے خدا! پھر امیدیں اس کے دل میں ڈال دے، ممکن ہے کوئی واقعہ یا کوئی بات اس کی متحرک زندگی سے اس کے دل کی دنیا بدل دے اور وہ کار دنیوی سے کار اُخروی کی طرف مائل ہو جائے، خدا نے پھر اس کے دل میں امید بیدار کر دی اور ساتھ ہی وہ بوڑھا نیند سے بیدار ہو کر کام میں مشغول ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی؟ بوڑھے نے کہا اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ آخر کب تک یہی دھندہ کرتا رہوں گا اب تو بوڑھا ہو گیا ہوں موت آنے والی ہے لیکن پھر تھوڑی دیر بعد خیال آیا کہ جب تک موت نہیں آتی پیٹ تو بھرنا ہی ہے یہی سوچ کر میں پھر کام میں لگ گیا۔ (ص: ۹۱۳)

نتیجہ: آدمی جیسے جیسے بڑھاپے کی منزل کی طرف بڑھتا ہے اس کی دو چیزیں جوان ہوتی جاتی ہیں ایک حرص مال اور دوسری درازیٔ حیات حالاں کہ دونوں چیزیں اس کو ہلاکت کی طرف لے جاتی ہیں۔

ایک گروہ کا قبرستان سے گزر

بنی اسرائیل کا ایک گروہ قبرستان سے گزر رہا تھا انہوں نے دعا کی اے اللہ! ان مردوں میں سے کسی کو زندہ کر دے ان میں سے ایک مردہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے لوگو! مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ میری موت کو پچاس سال ہو چکے ہیں مگر آج بھی موت اور جانکنی کی تکلیف کو محسوس کر رہا ہوں۔ (ص: ۹۱۷)

نتیجہ: جاں کنی کا مرحلہ بہت سخت ہوتا ہے اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ بس دعا کرنا ہے تو یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ جاں کنی کی شدت مجھ پر آسان کر دے۔

گنہ گاروں کے لیے ملک الموت کی صورت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے تقاضا کیا کہ مجھے اپنی وہی صورت دکھاؤ جس میں تم گنہ گاروں کی روح قبض کیا کرتے ہو، ملک الموت نے عرض کی آپ اس کی تاب نہ لاسکیں گے لیکن آپ مُصِر رہے کہ میں ضرور دیکھوں گا آخر ملک الموت نے وہی صورت دکھائی تو آپ بے ہوش ہوکر گر پڑے کیوں کہ ایک کالا کلوٹا رسیوں کی طرح موٹے موٹے بالوں والا سخت خوفناک اور مہیب شکل والا آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا جس کے بال پاؤں تک لٹکے ہوئے تھے، لباس سیاہ اور منہ سے دھوئیں کے علاوہ آگ کے تیز و تند شعلے نکل رہے تھے، جب آپ ہوش میں آئے تو ملک الموت سے جو اپنی اصل حالت میں آچکا تھا کہا اے ملک الموت! گنہ گاروں کے لیے تیری صورت بس ہے۔
(ص:۹۱۸)

نتیجہ: گنہ گاروں کے لیے ملک الموت کی یہ صورت لائق عبرت ہے لیکن اللہ کے فرماں بردار بندوں کو اس ہیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور ملک الموت کی انھیں اچھی صورت دکھائی جائے گی۔

منکر اور مومن کا وقت آخر

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک بادشاہ سواری کے لیے نکلا اور روانگی سے پہلے اس نے لباس فاخرہ طلب کیا بہت سے لباس پیش کیے گیے لیکن اسے کوئی بھی پسند نہ آیا آخر بڑی مشکل سے ایک لباس پسند آیا پہننے کے بعد گھوڑا طلب کیا کئی گھوڑے باری باری پیش کیے گیے تو ایک عمدہ سا گھوڑا پسند کیا اور اس پر سوار ہوا اور بڑی شان و شوکت سے سواری باہر نکلی۔

اس کی گردن غرور و تکبر سے اکڑی ہوئی تھی اور کسی طرف دیکھتا بھی نہ تھا، ملک الموت ایک میلا کچیلا لباس پہنے ایک درویش کے روپ میں سامنے آیا اور سلام کیا اس مغرور شخص نے جواب بھی نہ دیا تو ملک الموت نے لگام پکڑلی تو اس نے نہایت حقارت سے کہا کہ لگام سے ہاتھ اٹھاؤ دیکھتے نہیں ہو میں کون ہوں؟ اور تو کیا کر رہا ہے؟ فرشتے نے کہا مجھے تجھ سے کچھ کام ہے بادشاہ نے کہا ٹھہرو صبر کرو اور ہماری واپسی کا انتظار کرو، ملک الموت نے کہا مجھے تو ابھی بلا تاخیر اپنا کام کرنا ہے، بادشاہ نے کہا

اچھا ٹھہرو ہمیں گھوڑے سے نیچے اترنے دو۔ فرشتے نے کہا نہیں ایک لمحہ بھی نہیں مجھے ابھی کام ہے بادشاہ نے کہا کہو کیا کام ہے؟

فرشتے نے اپنا سر اس کے کانوں کے قریب کرتے ہوئے کہا میں ملک الموت ہوں اور تیری جان نکالنے آیا ہوں بادشاہ کا رنگ فق ہو گیا اور زبان گنگ ہو گئی اشارے سے کہا اتنی مہلت دے کہ گھر جا کر بیوی بچوں کو الوداع کہہ دوں، کہا نہیں ہرگز نہیں ابھی اسی وقت تیری جان نکالوں گا یہ کہہ کر اس کی روح قبض کرلی اور بادشاہ دھڑام سے گھوڑے سے نیچے گرا اور ملک الموت نے اپنی راہ لی۔

اس کے بعد ایک پارسا مومن کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے تم سے راز میں کچھ کہنا ہے بندۂ مومن نے فرمایا کہیے کیا ارشاد ہے؟ فرشتے نے کہا میں ملک الموت ہوں، پارسا مومن نے کہا خوش آمدید میں تو ایک مدت سے تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں مجھے تم سے زیادہ کسی کی تشریف آوری کی خوشی نہیں ہوسکتی بس اب دیر نہ کیجیے فوراً میری جان نکالیے تاکہ میں اپنی مراد کو پہونچوں، فرشتے نے کہا تمہیں کوئی ضروری کام ہو تو کرلو، متقی نے جواب دیا مجھے اس سے زیادہ ضروری کوئی کام نہیں ہے کہ اپنے پروردگار کے دیدار سے اس بے قرار روح کو تسکین دے لوں، فرشتے نے کہا جیسی تمہاری مرضی لیکن جب کہو گے تبھی تمہاری روح قبض کروں گا کہا اچھی بات ہے مجھے باوضو ہو کر نماز اور سجدۂ شکر ادا کر لینے دو پھر میری جان لے لینا چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ (ص:۹۱۹)

نتیجہ: دولت اور اقتدار کا نشہ متکبر بندے کو موت سے غافل کر دیتا ہے جب کہ ایک مومن مخلص ہمیشہ اپنا رخت سفر، سفر آخرت کے لیے تیار رکھتا ہے۔

بیابان میں اکیلا پڑا بچہ بادشاہ بن گیا

حضرت وہب بن منبہ سے ہی مروی ہے کہ کسی ملک میں ایک بادشاہ حکمران تھا جس کی سلطنت نہایت شان دار اور عظیم الشان تھی ملک الموت جب اس کی جان نکال کر آسمان پر پہنچا تو فرشتوں نے اس سے کہا اے فرشتۂ موت! کیا تجھے کبھی کسی کی جان نکالتے وقت ترس بھی آیا ہے؟ کہا ہاں ایک مرتبہ ایک حاملہ عورت بیابان میں دردِ زہ میں مبتلا تھی جب بچہ پیدا ہو چکا تو مجھے حکم الٰہی ہوا کہ

اس عورت کی جان قبض کرلوں میں نے تعمیل حکم کی اور بچے کو وہیں چھوڑ کر چلا آیا، اس وقت مجھے اس عورت کی غریبی اور بے بسی کے ساتھ ساتھ اس بچے کی تنہائی اور ضیاع پر بڑا ترس آیا تھا کہ بے چارہ اکیلا بیابان میں پڑا ہوا تھا فرشتوں نے کہا کیا تم نے اس بادشاہ کو بھی دیکھا کہ روئے زمین پر اس جیسا کوئی بادشاہ نہ تھا، عزرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں اسی کی جان نکال کر تو چلا آرہا ہوں، فرشتوں نے کہا یہ وہی بچہ تھا جسے تم بیابان میں مردہ ماں کے پاس چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ (ص:۹۱۹)

نتیجہ: اللہ اپنے بندوں پر والدین سے بھی زیادہ مہربان ہے وہ کبھی بھی اپنے بندے کو بے سہارا نہیں چھوڑتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ندیم کی موت

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گیا وہاں ان کے ندیموں میں ایک ندیم بھی بیٹھے ہوئے تھے جب ملک الموت وہاں سے باہر نکلا تو اس ندیم نے عرض کی اے پیغمبر زماں یہ شخص کون تھا کہ یوں انتہائی غور سے میری طرف دیکھ رہا تھا؟ فرمایا یہ فرشتۂ موت تھا، ندیم نے کہا شاید میری جان لینے آیا ہو اس سے فرما دیجیے کہ میں سرزمین ہند جا رہا ہوں تا کہ جب دوبارہ یہاں آئے تو مجھے نہ ڈھونڈھتا پھرے جب ملک الموت واپس آیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اس ندیم کی طرف تم اتنی شدت اور تجسس سے کیوں دیکھ رہے تھے؟

عزرائیل علیہ السلام نے کہا مجھے حکم ہوا تھا کہ اسی وقت ہندوستان جا کر اس کی روح قبض کرلوں لیکن میں نے دیکھا کہ وہ یہاں بیٹھا ہوا تھا میں نے سوچا کہ وہ ایک گھڑی کے اندر کیسے پہونچ جائے گا لیکن یہاں سے نکلتے ہی میں جوں ہی ہندوستان پہنچا تو اس کو وہاں موجود پایا اس پر میں خود حیران ہوں۔ (ص:۹۲۰)

نتیجہ: معلوم ہوا کہ جس کی روح جہاں قبض کی جانی مقدر ہے وہیں کی جائے گی وہ چاہے جہاں چلا جائے لیکن وہ اپنی موت کی جگہ پہنچ ہی جاتا ہے۔

اقرار خطا بخشش کا ذریعہ

حضرت منصور بن اسماعیل علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بزاز علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک فرمایا انہوں نے جواباً فرمایا: مجھ سے اللہ تعالیٰ نے جس گناہ کی بابت پوچھا میں نے اقرار کرلیا چناں چہ جیسے جیسے اقرار کرتا چلا گیا اللہ تعالیٰ مجھے بخشتا چلا گیا لیکن ایک گناہ پر پہنچا تو مجھے نہایت شرم آئی میں ذرا سا رک گیا اس پر مجھے ندامت کے باعث سخت پسینہ آنا شروع ہو گیا یہاں تک کہ میرے چہرے سے گوشت جھڑنے لگا یہاں تک کہ سارا گوشت تھوڑا تھوڑا کر کے گر پڑا حضرت منصور فرماتے ہیں کہ میں نے کہا بتایئے تو سہی وہ کون سا گناہ تھا جو آپ سے سرزد ہوا، کہا ایک دن ایک حسین وجمیل بچے پر میری نگاہ پڑ گئی وہ مجھے بہت ہی بھلا محسوس ہوا بس یہی وہ گناہ تھا جس کے اعتراف کرنے سے میں شرما رہا تھا یہاں تک کہ زبان گونگی ہو گئی۔ (ص:۹۲۸)

نتیجہ: امرد (خوب صورت بچہ) سے دور رہنے میں ہی بھلائی ہے اسی لیے فقہائے کرام نے امرد کو شہوت سے دیکھنے کو حرام قرار دیا ہے۔

شرعی جوابات دینا وسیلۂ بخشش ثابت ہوئے

حضرت ابوسعید شحام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل صعلوکی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو یوں مخاطب کیا اے خواجہ! آپ نے فرمایا کون خواجہ اور کیسی خواجگی؟ اب ان القابات کو بھول جاؤ اب ان کا اطلاق مجھ پر نہیں ہوتا نیز اب پہلی سی بات نہ رہی۔

حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں عرض گزار ہوا حضرت آپ کے تو تمام کام نہایت عمدہ اور عظیم الشان تھے، آپ کے اعمال وافعال تو مثالی تھے، آپ کا کردار بہت اچھا تھا کیا ان کا کچھ صلہ ملا؟ حضرت سہل صعلوکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آہ وہ تو سبھی اکارت گیے البتہ ایک عمل نے مجھے بخشش سے ہم کنار کر دیا وہ یہ کہ جو بوڑھی عورتیں مجھ سے شرعی مسائل دریافت کرنے آیا کرتی تھیں ان کے جوابات جو دیتا رہا وہ میری بخشش ومغفرت کا وسیلہ ثابت ہوئے۔ (ص:۹۳۲)

نتیجہ: مسائل شرعیہ کے صحیح جوابات دینا گویا اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت پسند ہے جبھی تو سہل صعلوکی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کے طفیل مغفرت فرما دی گئی۔

مرتبِ کتاب ========== ایک تعارف

از مولانا مفتی محمد امجد علیمی مصباحی امجدی

استاذ دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور

نام و نسب: محب احمد بن الحاج قمر الدین بن مختار احمد بن محمد اشرف

مولد: مقام و پوسٹ کھوریا بازار ضلع بستی یوپی انڈیا

تاریخ پیدائش: یکم مئی انیس سو اٹھتر (1978-05-01)(درج اسناد)

خاندانی ماحول: مذہبی، دینی، گھر میں کئی عالم، حافظ و مفتی، دادا مختار احمد برسوں تک اطراف وجوانب میں بلا کسی معاوضے کے دینی اور تدریسی خدمات انجام دیتے رہے آخر عمر تک بلا کسی طمع اور لالچ کے خدمت خلق کے ارادے سے تعویذ نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے، اخلاص کی برکت کی وجہ سے اللہ پاک نے زبان میں وہ تاثیر دی تھی کہ آسیب زدہ روتے ہوئے آتے اور کچھ ہی دیر کے بعد ہنستے ہوئے جاتے تھے۔

پرائمری تعلیم: گاؤں کے دیوبندیوں کے مکتب مدرسہ عربیہ مصباح العلوم میں درجہ ایک سے درجہ پنجم تک اور اس کے بعد ایک سال تک گاؤں ہی کے ایک ہندی میڈیم اسکول میں تعلیم حاصل کی۔

جماعت اعدادیہ: گاؤں میں جب سنیوں کا مدرسہ، مدرسہ عربیہ اہل سنت رضاء المصطفیٰ قائم ہوا تو حضرت مولانا محمد حسین قادری صاحب کے پاس اعدادیہ کی کتابیں پڑھیں۔

از جماعت اولیٰ تا جماعت ثامنہ: ۱۹۹۳ء میں دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی میں جماعت اولیٰ میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۰ء میں فضیلت کی تعلیم مکمل کی۔

اساتذۂ دار العلوم علیمیہ: شیخ القرآن حضرت علامہ عبد اللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ، ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی، حضرت علامہ محمد تفسیر القادری قیامی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ محمد قمر عالم قادری، حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین قادری، حضرت علامہ محمد شفیق الرحمٰن مصباحی، حضرت علامہ مفتی اختر حسین قادری، حضرت علامہ امید علی صدیقی، حضرت علامہ نفیس احمد مصباحی بارہ بنکوی، حضرت علامہ مفتی مسیح احمد مصباحی، حضرت مفتی عبد السلام رضوی، حضرت علامہ کمال اختر قادری، حضرت علامہ احمد رضا نورانی، حضرت علامہ محمد اسلم مصباحی گورکھپوری علیہ الرحمہ، حضرت مفتی عبد الوحید قادری کبیر نگری علیہ الرحمہ، حضرت مفتی محمد قدرت اللہ رضوی علیہ الرحمہ، حضرت حافظ وقاری عبد الحکیم علیہ الرحمہ، حضرت حافظ وقاری محمد نصیر عزیزی، حضرت حافظ وقاری نذر محمد قادری، حضرت حافظ وقاری محمد طیش نوری، حضرت ماسٹر محمد اخلاق رضوی، حضرت ماسٹر سراج الدین علیہ الرحمہ

سن فراغت: ۲۰۰۰ء دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

اسناد: قراءت، عالمیت، فضیلت دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی، منشی، مولوی، عالم، کامل، فاضل دینیات، فاضل ادب، فاضل طب مدرسہ تعلیمی بورڈ لکھنؤ، انٹرمیڈیٹ مادھیمک بورڈ الہ آباد، ڈپلوما ان عربک قومی کونسل برائے فروغ اردو، ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل، معلم اردو جامعہ اردو علی گڑھ، بی اے، ایم، اے مولانا آزاد اردو یونیورسٹی حیدر آباد

اجازت وسند حدیث: سند حدیث از علامہ فروغ احمد اعظمی بروایت بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ

خلافت: شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی دامت برکاتہم القدسیہ

عقد مسنون: ۱۷ نومبر ۲۰۰۰ء ہمراہ افسر جہاں بنت صفات اللہ لال گنج بازار ضلع بستی

اولاد: ایک لڑکی عالمہ غازیہ قیصر، دو لڑکے: حافظ محمد احسن، محمد ارقم

تدریس: فراغت کے بعد سے تا ہنوز دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

اعزاز و مناصب:

معاون ایڈیٹر ماہنامہ پیام حرم جمدا شاہی

خطیب جمعہ سنی گلشن نوری مسجد کھوریا بازار بستی

منیجر، مدرسہ عربیہ اہل سنت رضاء المصطفیٰ کھوریا بازار

صدر، سنی گلشن نوری مسجد کمیٹی رجسٹرڈ

سرپرست جامعہ گلشن بتول پنکھوباری بنکٹی بازار بستی

علمی و قلمی خدمات:

۱-مقالات ومضامین، مطبوعہ وغیر مطبوعہ

(زمانۂ طالب علمی سے لے کر تا ہنوز ملک کے مختلف جرائد ورسائل میں)

۲-مبلغ اسلام اور دار العلوم علیمیہ

۳-بزرگوں کے اخلاق

۴-خودکشی اسباب اور تدارک

۵-عرفانی حکایات

۶-سحر کی حقیقت (غیر مطبوعہ)

منظوم تاثر

از: مولانا محمد ابوالوفا رضوی

دار العلوم اہلسنّت حق الاسلام لال گنج بازار بستی، یوپی

متوطن: بھیرہ ولید پور، مئو

ہے کشف حجابات یہ عرفانی حکایات — گلدستۂ لمعات یہ عرفانی حکایات

اسلاف کی روحانی حکایات ہیں اس میں — پاکیزہ ہے سوغات یہ عرفانی حکایات

انداز بھی ایسا کہ طبیعت یہی چاہے — پڑھتے رہو دن رات یہ عرفانی حکایات

افسانہ نہیں جذبۂ صادق سے ہے لبریز — اسلاف کے حالات یہ عرفانی حکایات

کوزے میں کوئی جیسے کہ موتی ہو پروئے — اسلامی روایات یہ عرفانی حکایات

تصنیف و مصنف کو ملے شہرت باقی — یا قاضی الحاجات یہ عرفانی حکایات

تحسین محبّ ہے وفاؔ رضوی کی طرف سے

بے لوث ہے خدمات یہ عرفانی حکایات

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کی مشہور زمانہ تصنیف کیمیائے سعادت کے مختلف ابواب میں
بکھری ہوئی حکمت و مصلحت اور پند و نصائح سے لبریز حکایات اور اُن سے
حاصل ہونے والے نتائج پر مشتمل کتاب بنام

ترتیب

استاذ دار العلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی

داعی اسلام
حضرت علامہ حافظ سراج احمد مصباحی
خطیب و امام مدینہ مسجد کیرلٹن ٹیکساس، امریکہ

Published by-
WASTI FOUNDATION
Darul Uloom Madinatul Arabia
Dostpur, Distt. Sultanpur (U.P.)